ماہنامہ

حنا

جولائی 2020

Pakistanipoint
Learning Point

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامیات

حمد — حکیم خان — 7
نعت — حفیظ جالندھری — 7
پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں — ادارہ — 8

انشاء نامہ

قصہ آب رواں کا — ابن انشاء — 12

سلسلے وار ناول

امید صبح جمال — اُم مریم — 20
اسیر عشق — سدرۃ المنتہیٰ — 170

مکمل ناول

تم سے جدا نہیں — ہمارا دَ — 40
محبت فاتح عالم — فرح طاہر — 74

ناولٹ

انسان غفلت میں ہے — عابدہ حسین — 133
اے عشق قضا نہ کرنا — شفق افتخار — 96

افسانے

اضطراب — عشاء بھٹی
اک روشنی اور سہی — حنا اصغر
تلاش مسلسل — شگفتہ شاہ — 192
پرچھائیں — سیما بنت عاصم — 202
گھلتے لمحوں کی بہار — فصیحہ آصف — 214
وہ محبت کے موسم — رمشا احمد — 220

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

انتباہ: ماہنامہ حنا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جاسکتا ہے، اور نہ کیسی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے، خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

مستقل سلسلے

حاصل مطالعہ	تحریم محمود	226	حنا کی محفل	عین غین	232
بیاض	تسنیم طاہر	228	حنا کا دسترخوان	افراح طارق	236
رنگ حنا	بلقیس بھٹی	230	کس قیامت کے یہ نامے	فوزیہ شفیق	239
میری ڈائری سے	صائمہ محمود	234			

سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ، **ماہنامہ حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ
اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 042-37310797 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com

قارئین کرام! جولائی 2020ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔

ایک نظر نہ آنے والا وائرس نے اس وقت پوری دنیا کو مفلوج کر دیا ہے، بظاہر اب یہ لگتا ہے کہ دنیا اپنے اپنے معمولات کی طرف لوٹ رہی ہے، لیکن ابھی بھی ایک ڈر ایک خوف نے سب کو جکڑ رکھا ہے، ہم نے بظاہر اس وائرس کو ایک مذاق کے طور پر بیان کرتے ہیں مگر اندر سے ڈرے ہوئے ہیں، ہر دوسرے شخص کو شک بھری نظروں سے دیکھتے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ نہ جانے کب تک چلنا ہے، اس وبا سے بہت سارے لوگوں کا نقصان ہوا ہے، جو کہ ہزاروں سے لے کر اربوں تک کا ہو سکتا ہے ایسے بہت سے لوگ ہیں جن کے کاروبار تباہ ہو گئے ایسے بہت سارے لوگ ہیں جو بہت مایوس ہیں اور بہت سارے ایسے لوگ ہیں جن کے پاس جو کچھ تھا وہ سب کچھ اب نہیں ہے، ان کو لگتا ہے ان کا کاروبار اب ویسے کھڑا نہیں ہو سکے گا جیسا اس وبا سے پہلے تھا، وبا سے پہلے اور وبا کے بعد کے اس سرکل میں بہت سے لوگوں میں مایوسی پھیل رہی ہے۔

آپ سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ آپ مایوسی کو جھٹک دیں مایوسی نہ پھیلنے دیں، مایوسی اک گناہ ہے اور وہ آپ کو دوبارہ آگے بڑھنے سے روکتی ہے، ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم چیزوں کو مستقل سمجھتے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں ملا ہے یہ ہمارا حق ہے اور یہ ہمارے پاس ہونا چاہیے اور ہمارے ساتھ کوئی ادنیٰ چیز نہیں ہونی چاہیے جس طرح ہم سوچتے ہیں حالات ویسے ہی ہونے چاہیے ہمیں مراعات ملنی چاہیے اور وہ ہمیشہ رہنی چاہیے، ہمیشہ ہمارے اوپر اللہ کا فضل و کرم رہنا چاہیے، ہم کسی آزمائش کے قابل نہیں ہیں ہم پر آزمائش نہیں آنی چاہیے، ہمیں اتار چڑھاؤ نہیں دیکھنا چاہیے ہمارا عروج ہمارے پاس ہمیشہ رہنا چاہیے اور یہی ہم سب سے بڑی غلطی کرتے ہیں، یاد رکھیں آپ نے جو بھی کمایا اس کی کہیں نہ کہیں تو شروعات ہوئی ہوگی، آپ نے جب اپنے کاروبار کا آغاز کیا یا آپ کے والد یا پھر آپ کے دادا نے اس کاروبار کو شروع کیا تو آغاز میں انہوں نے بہت محنت کی ہوگی اور پھر اس محنت میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا گیا اور آپ نے معاشرے میں ایک مقام حاصل کر لیا، لیکن آج ان حالات میں آپ سوچیے جو مایوسی آج آپ محسوس کر رہے ہیں اپنے دل میں اپنے دماغ میں یہی مایوسی اگر اس کاروبار کو شروع کرنے والے وہ آپ ہوں یا آپ کے بزرگ انہوں نے محسوس کی ہوتی تو کیا آپ یہاں تک پہنچتے، آپ کو یا آپ کی آنے والی نسلوں کو اتنی پر آسائش زندگی ملتی، کبھی بھی ایسا نہ ہوتا، تو سب سے پہلے آپ کو مایوسی کو جھٹکنا ہے، آپ کو گھبرانا نہیں ہے، ہمت آپ نے اپنی نہیں ٹوٹنے دینی، مالی نقصانات میں آپ نے کچھ بھی ایسا نہیں کھویا، جس کو آپ دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے یا اس سے زیادہ بہتر حاصل نہیں کر سکتے، آپ کر سکتے ہیں بس اس چیز کا اعتماد رکھیے، جب تک اس بات کا یقین ہو اس کا اللہ اس کے ساتھ ہے اس کی شہ رگ سے بھی قریب، وہ اس کی مدد کرے گا اور وہ اسے اس مشکل سے نکل جائے گا اور بھروسہ رکھیے اس مالک کل کائنات پر کہ وہ کبھی بھی آپ پر آپ کی بساط سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالے گا، کبھی آپ کی سکت سے زیادہ آپ کو آزمائش میں مبتلا نہیں کرے گا اور وہی جس نے آزمائش دی وہی اس سے نکالے گا، آپ ہمت کریں، مایوسی کو اتار پھینکیں اور اللہ کا نام لے کر دوبارہ شروعات کریں۔

جتنا مرضی آپ کا نقصان ہوا ہو اللہ کی رحمت کے آگے وہ کچھ بھی نہیں بس اللہ پر بھروسہ رکھیے اور اپنی ذات پر اعتماد انشاء اللہ اچھے دن پھر لوٹ آئیں گے۔

اس شمارے میں:۔ فرح طاہر اور ہماراؤ کے مکمل ناول، شفق افتخار اور عابدہ حسین کے ناولٹ، عشاء بھٹی، سیما بنت عاصم، حنا اصغر، شگفتہ شاہ اور قرۃ العین رائے کے افسانے، ام مریم اور سدرۃ المنتہیٰ کے سلسلے وار ناولوں کے علاوہ حنا کے بھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار طاہر محمود

WWW.PAKSOCIETY.COM

حمد باری تعالیٰ

ابتدا تجھ سے اور انتہا تیری ذات
ہے سزا وار حمد و ثنا تیری ذات

کوئی تجھ کو ڈھونڈے تو ڈھونڈے کہاں
عقل و فہم سے ہے ماورا تیری ذات

کام مشکل میں آتا ہے تو ہی ہمارے
بے سہاروں کا ہے آسرا تیری ذات

چلتے پھرتے زمیں پر جو انسان ہیں
حال سے ان کے ہے آشنا تیری ذات

تیرے در کے ہیں محتاج شاہ و گدا
سب کو کرتی ہے رزق عطا تیری ذات

پہنچ سکتا نہ میں اپنی منزل تلک
جب نہ ہوتی مرے راہنما تیری ذات

باقی جو کچھ بھی ہے فنا ہو جائے گا
اک رہے گی فقط اے خدا تیری ذات

حکیم خان حکیم

نعت رسول مقبول ﷺ

سلام اے آمنہ کے لال ، اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات ، فخر نوع انسانی

سلام اے ظل رحمانی ، سلام اے نور یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی

تری صورت ، تری سیرت ، ترا نقشہ ، ترا جلوہ
تبسم ، گفتگو ، بندہ نوازی ، خندہ پیشانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

حفیظ جالندھری

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

پیارے نبی کی پیاری باتیں

ادارہ

زیادہ مال رکھنے والوں کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''زیادہ مال رکھنے والوں کے لئے ہلاکت ہے مگر جس نے مال کو اس طرح، اس طرح، اس طرح اور اس طرح (خرچ) کیا'' یہ فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں، بائیں آگے اور پیچھے چاروں طرف (ہر طرف ایک بار) اشارہ فرمایا۔

فوائد و مسائل:۔

مال حرص اور بخل کے ذریعے سے جمع ہوتا ہے اور یہ دونوں مذموم خصلتیں ہیں۔

جائز طریقے سے کمایا ہوا مال بھی اللہ کی راہ میں اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا ضروری ہے، اپنی ذاتی آسائشات اور تعیّشات پر مال صرف کرنا درست نہیں۔

سخاوت کرنے والا ہلاکت سے محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا مال اس کے لئے نیکیوں میں اضافے کا باعث بنتا ہے، جس قدر زیادہ خرچ کرے گا، اتنا ہی جنت میں بلند درجات کا مستحق ہوگا۔

حلال کمائی

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''زیادہ مال والے قیامت کے دن (دوسروں سے درجات میں) نیچے ہوں مگر جس نے مال کو اس طرح اور اس طرح خرچ کیا اور اس کی کمائی پاک (اور حلال ذرائع) سے ہوئی۔''

فائدہ:۔

سخاوت سے اس شخص کو فائدہ ہو سکتا ہے جس کی کمائی حلال ہو، لہٰذا حرام کمائی سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''زیادہ مال والے زیادہ نیچے ہوں گے، مگر جس نے اس طرح، اس طرح اور اس طرح خرچ کیا۔''

(نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین بار ارشاد فرمایا۔

سخاوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں نہیں چاہوں گا کہ مجھ پر تیسری رات آئے اور (اس وقت بھی) اس میں سے کچھ میرے پاس (بچا ہوا) موجود ہو، مگر اتنی چیز جسے میں قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال رکھوں۔''

فوائد و مسائل:۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا بیان اور امت کے لئے ترغیب ہے۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

احد ایک بڑا پہاڑ ہے، اتنا سونا دو تین دن میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش یہی تھی کہ اگر اتنا مال بھی ہو تو وہ بھی دو تین دن میں مکمل طور پر تقسیم کر دیا جائے۔

قرض کی ادائیگی قرض خواہ کا حق ہے، اس کی ادائیگی سخاوت سے اہم ہے۔

قرض لینا دینا جائز ہے لیکن قرض لیتے وقت یہ نیت ہونی چاہیے کہ جلد از جلد ادا کر دیا جائے۔

سنبھال رکھنے کی ضرورت تب پیش آ سکتی ہے جب ادائیگی کا مقرر وقت آنے میں کچھ وقفہ باقی ہو، تاکہ جب قرض خواہ مطالبہ کرے تو ادائیگی کا اہتمام کرتے ہوئے ادائیگی میں تاخیر نہ ہو جائے۔

اگر قرض خواہ قریب موجود ہو تو مقررہ وقت سے پہلے خود جا کر ادائیگی کر دینا افضل ہے لیکن اگر اس سے رابطہ مشکل ہو تو رقم سنبھال کر رکھنا مناسب ہے تاکہ ادائیگی جلد از جلد کی جا سکے۔

دعا

حضرت عمرو بن خیلان ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''یا اللہ! جو شخص مجھ پر ایمان لایا، میری تصدیق کی اور اس نے (دل سے) جان لیا کہ میں جو (شریعت) لے کر آیا ہوں وہ تیری طرف سے حق ہے، تو اسے کم مال اور اولاد دے اور اسے اپنی ملاقات کی محبت نصیب فرما اور اسے جلدی موت عطا فرما اور جو مجھ پر ایمان نہ لایا، میری تصدیق نہ کی اور یہ یقین نہ کیا کہ میں جو (شریعت) لے کر آیا ہوں وہ تیری طرف سے حق ہے، اس کو بہت مال اور اولاد دے اور اس کی عمر طویل فرما دے۔''

دعا

حضرت نقادہ (بن عبداللہ) اسدی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک آدمی کی طرف بھیج کر اس سے ایک اونٹنی طلب فرمائی، اس شخص نے اونٹنی دینے سے انکار کر دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور آدمی کی طرف بھیجا، اس نے ایک اونٹنی بھجوا دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنی کو دیکھا تو فرمایا۔

''یا اللہ! اس میں برکت عطا فرما اور اس بھیجنے والے کو بھی۔'' حضرت نقادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، میں نے کہا۔

''جو اسے لے کر آیا اس کے لئے برکت کی دعا فرمائیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اور جو اسے لے کر آیا'' (اللہ اسے برکت دے۔)

پھر آپ کے حکم سے اسے دوہا گیا، اس نے بہت دودھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پہلے شخص کے بارے میں، جس نے اونٹنی کر دیا تھا فرمایا۔

''یا اللہ! فلاں کا مال زیادہ فرما'' اور جس نے اونٹنی بھیجی تھی اس کے حق میں فرمایا۔

''یا اللہ! اس کو روز کا رزق دے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''ہلاک ہو جائے (تباہ ہو جائے) دینار کا بندہ، درہم کا بندہ، کمبل کا بندہ اور چادر کا بندہ،

WAQAR AZEEM
www.paksociety.com

اسے دیا جائے تو خوش رہتا ہے، اگر نہ دیا جائے تو (بیعت والا) وعدہ پورا نہیں کرتا۔"

ہلاکت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"ہلاک ہو جائے دینار کا بندہ، درہم کا بندہ اور چادر کا بندہ، ہلاک ہو جائے، اوندھا ہو جائے، اسے کانٹا لگے تو نکالا نہ جائے۔"

فوائد و مسائل:۔

دنیا کا لالچ مذموم ہے۔

جب محبت و نفرت کی بنیاد محض دنیوی مفاد پر ہو جائے تو خلوص باقی نہیں رہتا، اس صورت میں خلیفہ المسلمین یا اس کے نائب سے بیعت بھی اللہ کی رضا کے لئے اور اسلامی سلطنت کی حفاظت اور خدمت کے لئے نہیں ہوتی، اس طرح یہ عظیم نیکی بھی تمام برکات سے محروم ہو کر برائی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

دینی جماعتوں اور تنظیموں سے تعلق اللہ کی رضا اور ثواب کے لئے ہونا چاہیے، اسی نیت سے عہدہ اور ذمہ داری قبول کی جائے، اگر محسوس ہو کہ محنت کرنے کے باوجود جماعت میں اہمیت تسلیم نہیں کی جا رہی تو اکابر سے ناراض ہو کر جماعت سے الگ نہ ہو جائے، ہاں، اگر یہ محسوس کیا جائے کہ جماعت یا تنظیم کے عہدیدار صحیح انداز سے کام نہیں کر رہے اور توجہ دلانے کے باوجود اصلاح پر آمادہ نہیں تو خاموشی کے ساتھ تنظیم سے الگ ہو جائے۔

درہم و دینار کے بندے سے مراد وہ شخص ہے جو دنیا کے مال و دولت کی اتنی خواہش رکھتا ہے کہ اس کی تمام سرگرمیوں کا محور حصول دولت بن کر رہ جاتا ہے، اس طرح وہ دولت سے خدمت لینے کے بجائے دولت جمع کرنے اور سنبھالنے میں مصروف رہتا ہے، گویا دولت اس کا آقا یا معبود ہے اور وہ غلام یا پجاری۔

دولت کے پجاری کے لئے بد دعا کی گئی ہے کہ وہ تباہ ہو جائے، منہ کے بل گرنے اور سر کے بل اوندھا ہو جانے سے یہی مراد ہے، کانٹا نہ نکالے جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ مشکلات میں پھنسا رہے اور اس کی مدد اور نجات کی کوئی صورت پیدا نہ ہو، واللہ اعلم۔

قناعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"امارت سامان کی کثرت سے نہیں ہوتی بلکہ امیری تو دل کی امیری ہے۔"

فوائد و مسائل:۔

انسان دولت اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اس کے کام چلتے رہیں لیکن جب دولت خود مقصود بن جائے تو پھر مال و دولت کی کثرت کے باوجود وہ سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوتا جس کے لئے کوشش کی جاتی ہے۔

قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے پاس موجود رزق کو کافی سمجھے اور اپنی ضروریات کو اس حد تک محدود کر لے کہ حلال روزی میں گزارا ہو جائے۔

دولت مند وہ ہے جس کا دل دولت مند ہے اور دل دولت مند تب ہوتا ہے جب اس میں حرص اور بخل نہ ہو، ایسا آدمی تھوڑے سے مال سے اتنی خوشی حاصل کر لیتا ہے جو حریص آدمی کو بہت زیادہ مال سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

WAQAR ZEEM
www.pakistanipoint.com

قصہ آب رواں

ابن انشاء

لاہور میں زنانہ پولیس کے ٹریفک سنبھالنے کی خبریں کراچی پہنچی ہیں اور منو بھائی کے کالم کے باوجود بہت سے لوگ لاہور جانے اور اپنا چالان کرانے کے لئے پرتول رہے ہیں، بلکہ مطالبہ ہو رہا ہے کہ کراچی میں بھی ایسا ہی کیا جائے، تاکہ لوگوں کو چالان کرانے اور مار کھانے کے لئے دور کا سفر نہ اختیار کرنا پڑے، لاہور کے اخباروں میں یہ آیا ہے کہ جہاں زنانہ پولیس کی ٹریفک کنٹرول کے لئے متعین کیا گیا، وہیں ٹریفک کا مسئلہ پیدا ہو گیا، تماشائی ہجوم کر آئے، ٹھٹ لگ گئے، ظاہر ہے کہ یہ بیبیاں اس ٹریفک کو کنٹرول کرنا جانتی ہوں گی اور کر لیں گی لیکن ایسے ہی موقع کے لئے شاعر نے کہا ہے۔

آب رواں کے اندر مچھلی بنائی تو نے
مچھلی کے تیرنے کو آب رواں بنایا

ٹریفک کنٹرول کرنا بلکہ کسی طرح کا بھی کنٹرول عورتوں کے لئے کوئی مشکل بات نہیں، یہ تو سڑک کی آمد روفت ہے، اس دنیائے رنگ و بو میں، کوئی ان کی اجازت کے بغیر قدم نہیں رکھ سکتا، اسی لئے جب نیستی سے ہستی کے راستے پر کنٹرول کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے لئے منصوبہ بندی کے محکمے بنتے ہیں تو عورتوں ہی سے پہل کی جاتی ہے کہ کسی کو آنے نہ دیں۔ بہت رعایت کی تو ایک یا دو کا کوٹہ مقرر کر دیا، یہ بھی قطرہ قطرہ بہت ہو جاتے ہیں، رات کو دیر سے گھر آنے والے بہت سے صاحبان بھی خواتین کی ٹریفک کنٹرول کرنے کی صلاحیتوں کا تجربہ رکھتے ہوں گے، بعضے تو دروازے پر لال بتی دیکھ کر دیوار پھاندنا مستحسن سمجھتے ہیں، یا اپنے ساتھ کسی نوح گر کو رکھتے ہیں تاکہ بیلن یا جھاڑو کا پہلا وار اسی پر ہو، تفصیل کے لئے دیکھیے ہماری کتاب ''قصہ ایک کنوارے کا'' میں دل خوش خان کا احوال۔

☆☆☆

لاہور سے اس قسم کی خبریں بھی آئی ہیں کہ اگر کسی چوک پر ٹریفک کی چھتری کے نیچے کوئی ایسی سیاہن کھڑی کر دی گئی کہ نک سک سے درست کچھ طرح داری بھی رکھتی ہو تو بعض موٹروں والے اس چھتری ہی کا طواف شروع کر دیتے ہیں، برابر وہیں گھوم رہے ہیں، سنا ہے ان کو نظر بد سے بچانے کے لئے یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی مرد کانسٹیبل بھی رہے، جو لوگوں کو ہٹو بچو کرتا رہے، چونکہ بعض مرد کانسٹیبل وغیرہ بھی طرح دار ہوتے ہیں، اس لئے اس جوڑے پر ایک اور سنتری کو متعین کرنے کی ضرورت بھی پیش آئے گی، یوں ٹریفک کا مسئلہ حل ہو نہ ہو، لوگوں کی بے روزگاری کا مسئلہ، بڑی حد تک حل ہو سکتا ہے۔

انہی دنوں خبر آئی کہ برژی بار دوست نے چور پکڑا، برژی باروت کو سبھی جانتے ہیں قتالہ عالم ہے، یہ خبر فرانس کی ہے اور روای یوں بیان کرتا ہے کہ مس بارددت نے ایک شخص کو چھت پر فرار ہوتے دیکھ کر سختی سے ڈانٹا، اس شخص نے حکم کی تعمیل کی اور اس کی خواب گاہ سے چرائی ہوئی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

رقم اور زیور اس کے حوالے کر دیے، مس باردوت کو چاہیے تھا کہ چور کی اس ادا پر خود قربان ہو جاتیں یعنی اپنے گھر سے خود ہی چلی جاتیں لیکن انہوں نے پولیس کو فون کر دیا اور اس نے اس نا معلوم شخص کو آ کر گرفتار کر لیا، مس باردوت کا تعلق فلموں سے ہے ان کو چور بھی فلمی ملا، یوں لگتا ہے کہ بے چارا پہلے ہی موصوفہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو چکا تھا، پولیس کی گرفتاری کو قند مکرر سمجھنا چاہیے، عام زندگی میں لوگ ایسے سدھے ہوئے نہیں ہوتے، کوئی رو کے یا للکارے تو چاقو یا پستول سے جواب دیتے ہیں، پولیس کو ٹیلی فون کرنے کی اجازت تو جہاں تک ہمارا خیال ہے کوئی بھی نہیں دیتا، ہمیں تو یہ سارا افسانہ لگتا ہے اک ذرا پلاٹ اس میں کمزور ہے۔

☆☆☆

چوری کے ساتھ کوئیاور قافیہ باندھتے منو بھائی سے ڈر لگتا ہے لیکن بندہ بشر ہے، فوجی وردی ہی میں کیوں نہ ہو، ہمیں ڈر ہے، یہ بیبیاں کہیں سماج ہی کو لال بتی نہ دکھانا شروع کر دیں اور یہ منظر نہ ہو کہ سماج تو آ کر لال بتی پر ٹھٹک گیا اور انہوں نے ہر بتی کے رخ سڑک پار بھی کر لی اور کسی راہ گیر کا ہاتھ پکڑے پکڑے قاضی کے ہاں راضی ہونے پہنچ گئیں، جن لوگوں نے لاہور میں زنانہ پولیس کا ڈول ڈالا ہے، انہوں نے شاید مگس کے باغ میں جانے اور پروانے کا خون ناحق ہونے کا قصہ نہیں سنا، بس اتنا دیکھا کہ جہاں کسی لیڈی کانسٹیبل نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ٹھہرو، وہاں دس آدمی ٹھہر گئے بلکہ پوچھنے لگے کہ محترمہ آگے کیا حکم ہے، کھڑے رہیں یا چلے جائیں، اس کا باعث قانون کے احترام کے علاوہ کچھ اور بھی تو ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

گھر آئے چور کو پولیس کے حوالے کرنے کی بات ہمیں پسند نہیں آئی، ویسے جو چاہے برڑی باردوت کا حسن کرشمہ ساز کرے، اس چور سے ہمیں او ہنری کے ایک قصہ کا چور یاد آیا جو ایک شخص کے ہاں چوری کرنے گیا تھا پستول دکھا کر کہنے لگا۔

''ہاتھ کھڑے کر دو۔''

اس شخص نے ایک ہاتھ کھڑا کیا، چور نے کہا۔

''دوسرا بھی۔''

اس شخص نے معذرت کی کہ گٹھیا ہے، اس ہاتھ کو میں جنبش نہیں دے سکتا، چور نے پوچھا۔

''ورم بھی ہے۔''

اس شخص نے کہا پہلے تھا، اب نہیں ہے، اس پر مکالمہ بازی شروع ہو گئی۔

''مجھے بھی یہ مرض رہا ہے ڈاکٹری علاج کرایا؟''

مریض نے کہا۔

''بہت کرایا میرے نزدیک ڈاکٹر سب کے سب چور ہیں۔''

اس چور نے ڈاکٹر بنتے ہوئے اسے ایک دو نسخے اور بتائے فاسفورس کا تیل وغیرہ، مریض نے کہا۔

''کچھ افاقہ نہیں ہوا۔'' اس پر اس نے کہا۔

''پھر تو ایک ہی دوا ہے، شراب کے دو گھونٹ جو کام کرتے ہیں وہ ان تیلوں اور معجونوں کے بس کی بات نہیں، چلو ذرا کپڑے پہنو، باہر کوئی شراب خانہ کھلا ہو تو دو گھونٹ پی آئیں، تکلف مت کرو، پیسے میرے پاس ہیں۔''

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

اضطراب

عشاء بھٹی

"افوہ...... کیا مصیبت ہے یار میرا موبائل دو۔" وانیہ نے جھنجلا کر کہا۔

مگر عرشیہ اپنے ہاتھ سے موبائل زوباریہ کے ہاتھ میں منتقل کر چکی تھی، وانیہ کو اپنی کی گئی مسلسل کوشش کے باوجود کامیابی نہیں ہو پا رہی تھی، رنگ ٹون مسلسل بج رہی تھی، مگر وہ ابھی تک چھینا جھپٹی میں لگی تھی، وانیہ کل سے ہی مایوں بیٹھ چکی تھی اس کی فرینڈز نے مایوں کی تقریب میں خوب شرکت کی تھی رات گئے اپنے گھروں کو سدھارنے اور دن بھر آرام کرنے کے بعد اب شام میں پھر آدھمکی تھیں، وہ وانیہ کے ساتھ اس کے کمرے میں بیٹھی کل کی تقریب کے بارے میں تبصروں کے ساتھ ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی کر رہی تھیں، کہ اچانک وانیہ کا موبائل بجنے لگا آنے والی کال احد کی تھی لڑکیوں کی شرارتی رگ پھڑکی تو انہوں نے اس سے موبائل جھپٹ لیا، اب وانیہ کی کوشش تھی کہ کسی طرح موبائل حاصل کر لے لیکن وہ شیطان کی خالہ ایسا ہونے نہیں دے رہی تھیں اور اسی چکر میں کمرے میں کافی ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔

اپنی شرارت میں مگن لڑکیوں کو اس بات کا بھی خیال نہیں رہا تھا کہ یہیں اس کمرے میں وانیہ کی پھپھو شازیہ بھی موجود ہے، وانیہ کی پھپھو تقریباً تیس پینتیس کے لگ بھگ تھیں، ابھی تک ان کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی، وہ شکل صورت کے اعتبار سے مناسب لیکن واجبی سی پڑھی لکھی عورت تھیں، جسے گھریلو امور کے ساتھ ساتھ کسی بھی کام میں مہارت حاصل نہیں تھی، اصل میں شازیہ کو نارمل تو نہیں لیکن ایب نارمل بھی نہیں کہہ سکتے، کم عقل لوگوں کی فہرست میں شامل تھیں اس لئے نہ تو زیادہ تعلیم حاصل کر سکی اور نہ ہی کوئی ہنر سیکھنے میں دلچسپی لی تھی، نہم کلاسز میں مکمل نہ کر سکی، اس کا وجود اہل خانہ کے لئے ایک طرح سے ناکارہ ہی تھا۔

اسی وجہ سے کہیں بھی بالکل اہمت نہیں دی جاتی تھی، اس لئے وانیہ اور اس کی فرینڈز نے بھی اس کی موجودگی کو نظر انداز کر رکھا تھا اور وہ اس احتیاط سے کام نہیں لے رہی تھیں، جس کا اپنے سے بڑوں کی موجودگی میں مظاہرہ کیا جاتا ہے، شاید ان کے خیال کے مطابق شازیہ اس بات کی اہل ہی نہیں تھی کہ ان کے درمیان جاری مذاق کو سمجھ سکے۔

لیکن ایسا نہیں تھا، یہ ان کی خام خیالی تھی شازیہ سب کچھ دیکھ اور اچھی طرح سمجھ رہی تھی، اسے وانیہ کی فرینڈز کی شرارتیں اور وانیہ کے چہرے پر بکھرے حیا اور قوس قزاح کے رنگوں سے مکمل واقفیت تھی اور یہ ہی واقفیت اس کی حالت میں تغیر پیدا کرنے کا سبب بن رہی تھی، کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی، پہلے شازیہ کے چہرے کا رنگ لال ہوا پھر زور سے مٹھیاں بھینچیں اور پھر دانت کچکچاتے ہوئے وہ ایکدم بھڑک اٹھیں۔

"یہ کیا تماشا لگایا ہوا ہے تم لوگوں نے؟ تمیز نہیں ہے" وہ اتنی زور سے چلائی کہ کچن میں کام کرتی اس کی بھابھی کلثوم ہاتھ میں پکڑے پیاز کو کاؤنٹر پر رکھ کر فوری طور پر وانیہ کے کمرے کی جانب دوڑیں۔

وانیہ اور اس کی فرینڈز شازیہ کی دہاڑ پر لمحہ بھر کے لئے ساکت سی ہو گئیں تھیں۔

پھر سب سے پہلے وانیہ ہی حرکت میں آئی اور شازیہ کی جانب رخ موڑ کر دانت کچکچاتے ہوئے استفار کرنے لگی۔

"آخر آپ کو ہمارے خوش ہونے سے کیا پرابلم ہے۔"

"خوش...... ہو رہی تھیں یا شور مچا رکھا تھا؟"

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

''تمہارے شور سے میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔'' شازیہ نے غصیلے لہجے میں طنزیہ طور پر اس کی بات کا جواب دیا۔

''تو آپ یہاں سے اٹھ کر تشریف لے جا سکتیں ہیں، یہ میرا کمرہ ہے اور یہاں میں اور میری فرینڈز جو چاہے کر سکتیں ہیں، سنا آپ نے۔'' وانیہ کو اپنی فرینڈز کے سامنے شازیہ کے رویے کا دکھ تھا چنانچہ وہ رشتے اور عمر کا لحاظ کیے بنا ہی ترکی بہ ترکی اسے جوابات سے نواز رہی تھی۔

ممکن تھا کہ ردعمل میں شازیہ مزید ہنگامہ برپا کرتی لیکن عین وقت پر ہانپتی کانپتی کلثوم وہاں پہنچ گئی، کلثوم کو کسی سے بھی کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ کچھ بھی جانے بغیر بہت کچھ جانتی اور سمجھتیں تھیں، چنانچہ اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے شازیہ کا ہاتھ تھاما اور اسے کھڑا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ بہت نرم لہجے میں گویا ہوئیں۔

''آؤ شازیہ..... تم میرے ساتھ میرے کمرے میں چلو۔''

''نہیں مجھے یہی بیٹھنا ہے۔'' شازیہ نے مزاحمت کی۔

''تم ان بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کیا کرو گی؟''

''یہ یہاں پر شور کر رہی ہیں۔''

''تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی، یا پھر میرے ساتھ کچن میں چلو تمہاری فیورٹ ڈش بنا کر دیتی ہوں، وہی بیٹھ کر مزے سے کھانا۔'' کلثوم نے ایک بار پھر منت بھرے لہجے میں فیورٹ ڈش کا لالچ دیا۔

''وانیہ نے میرے ساتھ بدتمیزی کی ہے بھابھی آپ اسے ڈانٹیں۔''

بھابھی کے نرم رویے کو دیکھ کر شازیہ کا تناؤ قدرے کم ہوا لیکن وہ بھتیجی کی شکایت کیے بنا نہ رہ سکی۔

''اس کو میں بعد میں ڈانٹوں گی ابھی تم میرے ساتھ چلو۔'' کلثوم نے اصرار جاری رکھا اور ساتھ ساتھ اسے اپنے ساتھ باہر لے جانے کی کوشش بھی کرتیں رہیں شازیہ خاصی دھان پان سی تھی جبکہ کلثوم اس کے مقابل اچھے خاصے صحت مند جسم کی مالک تھیں، لیکن اس وقت شازیہ کے جسم میں جو طاقت و توانائی بھر گئی تھی اس کا مقابلہ کرنے سے وہ قاصر تھیں۔

''پھپھو نے میری فرینڈز کی انسلٹ کی ہے امی اور آپ بجائے انہیں کچھ کہنے کے مجھے ہی ڈانٹنے کی بات کر رہی ہیں۔'' وانیہ کا کچھ دیر پہلے کا خوشگوار موڈ آف ہو چکا تھا اور اب وہ خفا سے لہجے میں ماں سے احتجاج کر رہی تھی، اس کے اس احتجاج پر شازیہ کے تناؤ میں مزید اضافہ ہوا جسے کلثوم نے پوری طرح محسوس کیا اور وانیہ کو آنکھوں اور ہاتھ کے اشارے سے صبر سے کام لینے کی نصیحت کرتیں ہوئیں نند کو اپنے ساتھ لے کر باہر نکل گئیں۔

''آپ لوگوں کو میرا کوئی خیال نہیں ہے، کوئی مجھ سے محبت نہیں کرتا جبھی تو آپ کے بچے میرے ساتھ بدتمیزی کرتے ہیں۔''

''آپ کی بہن کے بیٹے حنان نے بھی اپنی منگنی والے دن میرے ساتھ بہت بدتمیزی کی تھی۔'' کلثوم کے کمرے میں آنے کے بعد شازیہ روتے ہوئے پھر شروع ہو گئی تھی، وہ اتنی شدت سے رو رہی تھی کہ کلثوم کے دل کو کچھ ہونے لگا، تاہم انہوں نے اپنی اس کیفیت کو قابو میں رکھا اور شازیہ پچکارنے لگیں، بڑی دیر کی مغز ماری کے بعد انہیں اسے پرسکون کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی اس کے تنے ہوئے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

اعصاب کو ڈھیلا کرنے کے لئے انہوں نے باقاعدہ اس کے سر میں تیل کی مالش کی، کنپٹیوں کو سہلایا گردن کے مہروں کا مساج کیا تب کہیں جا کر وہ پرسکون ہوئی اور ان کے بیڈ پر لیٹ کر سو گئی۔

اس کے سونے کے بعد کلثوم نے دوبارہ کچن کا رخ کیا اور تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے بقیہ کام نمٹانے لگیں کہ ابھی اس نے اپنی لاڈلی بیٹی کے موڈ کو بھی ٹھیک کرنے کا مرحلہ ابھی باقی تھا اور اس کا سب سے بہترین نسخہ یہ ہے کہ اس کی فرینڈز کی شاندار قسم کی خاطر مدارت کی جائیں۔

پہلے دو تین ڈشیں تیار کر رہی تھیں اب ان میں چائنیز چکن، ملک پڈنگ اور کھجور کی چٹنی کا مزید اضافہ کرلیا۔

جلدی جلدی گیس کے چولہے جلائے اور کام میں جت گئیں، اس حساب سے ان کا کام مزید بڑھ گیا تھا لیکن وہ وانیہ کے لئے سب کچھ کر سکتیں تھیں، اکلوتی بیٹی اور وہ بھی تین دن بعد بابل کے آنگن سے رخصت ہو جائے گی، وہ اس کو خفا نہیں کر سکتیں تھیں، یہ انہیں کب گوارہ تھا، وانیہ ان کی شادی کے دس سال بعد دنیا میں جلوہ گر ہوئی تھی، اس لئے دونوں میاں بیوی نے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہوا تھا۔

☆☆☆

کلثوم کے شوہر سلیم کی ابھی دو سال پہلے ہی وفات ہوئی تھی اور اب وہ اور وانیہ خوشی کے اس موقع پر سلیم کی کمی کو بہت شدت سے محسوس کر رہی تھیں خاص طور پر وانیہ تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر باپ کو یاد کر کے رونے بیٹھ جاتی تھی، اب بھی انہیں پورا یقین تھا کہ اپنی فرینڈز کے جانے کے بعد وہ اس بات کو لے کر گھنٹوں کے لئے رونے بیٹھ جائے گی، اس لئے اس کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح اس صورت حال سے بچا جا سکے۔

کھانے کی تیاری کے ساتھ ہی انہوں نے سوفٹ ڈرنکس اور ثمر کمرے میں پہنچا دیئے، اس موقع پر وہ وانیہ کی فرینڈز سے شازیہ کے رویے کی معذرت بھی کر آئیں تھیں، جس پر عرشیہ اور زوباریہ نے اٹس اوکے آنٹی آپ کیوں ہمیں شرمندہ کر رہی ہیں، لیکن وانیہ کا منہ ہنوز پھولا ہوا تھا۔

وہ وقتی طور پر اس نظر انداز کر کے دوبارہ اپنے کام میں لگ گئیں، تقریباً تمام کام سرانجام دینے کے بعد وہ باہر نکلیں تو ان کی۔

وہ وقتی طور پر اسے نظر انداز کر کے دوبارہ اپنے کام میں لگ گئیں، تقریباً تمام کام سرانجام دینے کے بعد وہ باہر نکلیں تو ان کی بڑی بہن فاطمہ اور بھانجی ایرج اور عروسہ شاپنگ بیگز سے لدی پھندی چلی آئیں وہ آج کل شادی کی وجہ سے ان کے گھر رہے رہی تھیں اور کلثوم کی دی ہوئی لسٹ کے مطابق خریداری کر کے واپس لوٹیں تھیں۔

☆☆☆

سلیم کی وفات کے بعد کلثوم کو مالی طور پر کوئی مسئلہ نہیں تھا، گھر ان کا ذاتی تھا جس کے اوپر کے دو پورشن کرائے پر چڑھے ہوئے تھے، اس کے علاوہ دو تین دکانیں بھی تھیں، جن کا کرایہ آتا تھا، اکاؤنٹ میں بھی معقول رقم موجود تھی جس کی وجہ سے انہوں نے وانیہ کی شادی کی بھرپور تیاری کی تھی، شادی کے انتظامات میں اس کی بہن فاطمہ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا تھا، پھر کرائے دار بھی کافی اچھے تھے، ہر موقع پر کام آنے کے لئے تیار رہتے، یوں دیکھا جائے تو کلثوم کو کوئی ٹینشن نہیں تھی۔

لیکن شازیہ کی صورت میں ایک مستقل درد

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

سر ان کے ساتھ تھا، وہ سلیم کی وفات کے بعد انہیں کی ذمہ داری بنی ہوئی تھی، وہ صرف دو ہی بہن بھائی تھے، ماں باپ کا کئی سال قبل انتقال ہو چکا تھا، ساس، سسر کے بعد کلثوم کو ہی شازیہ کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، وہ اس ذمہ داری کو اٹھانے سے انکاری نہیں تھی، لیکن بعض اوقات شازیہ ان کے لئے بڑا ایشو کھڑا کر دیتی تھی، جس کو سلجھانے میں وقت لگ جاتا اب بھی وہ اس کی وجہ سے پریشان تھیں اور اس کے مستقبل کے حوالے سے بھی انہیں کئی تفکرات تھے، وانیہ کی شادی کے بعد ظاہر ہے، احد کا بھی ان کے گھر آنا جانا لگا رہتا اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ داماد کے سامنے شازیہ کی وجہ سے کوئی سبکی اٹھانی پڑے۔

''کیا بات ہے کلثوم تم کچھ ٹینس لگ رہی ہو؟''

انہوں نے رات کا کھانا تیار کرنے کے بعد کھانا لگانے کی ذمہ داری فاطمہ کی بڑی بیٹی ایرج کو سونپی اور خود سر تھام کر بہن کے قریب آ بیٹھیں، تو فاطمہ نے ان کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

''آپی، وہی شازیہ کا مسئلہ ہے، اماں (ساس) دنیا سے جاتے ہی میرے لئے ایک درد سر چھوڑ گئی۔'' کلثوم نے بیزاری سے جواب دیا۔

ایک بھابھی کی حیثیت سے ان کے دل میں شازیہ کی محبت تو تھی، لیکن اپنی اولاد کے مقابلے میں وہ اس کو کسی صورت ترجیح نہیں دے سکتی تھیں، اب بھی انہوں نے بڑی کوفت سے بہن کو پورا قصہ سنایا۔

''یہ تو ہونا ہی تھا تمہیں پتا تو ہے کہ وہ کسی بھی شادی یا منگنی کے موقع پر ایسے ہی ری ایکٹ کرتی ہے، یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے، یاد ہے نا اس نے حنان کی منگنی پر ایسے ہی ری ایکٹ کیا تھا، اس وقت اچھی خاصی بدمزگی ہو گئی تھی۔'' فاطمہ نے اپنے بیٹے کی منگنی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

''اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم اس کی وجہ سے اپنے بچوں کی شادیاں نہ کریں۔'' کلثوم اچھی خاصی تلخ ہو رہی تھیں۔

''میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہا تھا، کوئی رشتہ دیکھ کر اس کے ہاتھ پیلے کر دو، اس کا اصل مسئلہ ہی یہی ہے، شادی ہو جائے گی تو ٹھیک ہو جائے گی، ورنہ تو پھر ہر تقریب میں رنگ میں بھنگ ڈال دے گی۔'' فاطمہ نے کئی بار کا دیا ہوا مشورہ دہرایا۔

''اس کے بھائی نے اس کی شادی اس لئے نہیں کی کہ ان کے خیال میں اس کے اندر اتنی اہلیت نہیں ہے کہ وہ میرڈ لائف کی ذمے داریاں اٹھا سکے، ان کے اس خیال سے میں بھی متفق تھی، ایک گھر کی ذمہ داریاں نبھانا ناکوں چنے چبانے کے مترادف ہے، ویسے بھی محترمہ میں کوئی گن تو پائے نہیں جاتے اوپر سے عقل کی بھی پوری توری (کم عقل والی) ہے ایسے میں بھلا کوئی کاٹھ کا اُلو ہی ہوگا جو ایسی عورت سے شادی کرے گا اور اگر کسی نے کر بھی لی تو ایک ہفتے بعد ہی میرے گھر میں دوبارہ پھینک جائے گا۔''

کلثوم تو آج دل کے سارے شکوے نکلے جا رہی تھیں۔

''اف..... تحمل اور ٹھنڈے دماغ سے سوچو میں تم سے ذرا بھی اتفاق نہیں کروں گی، بے شک کہ وہ کم عقل ہے لیکن اسے شادی کا جتنا شوق ہے اسی شوق میں وہ سب کچھ سیکھ لے گی، تم میرا مشورہ مان کر تو دیکھو، پھر دیکھیں گے کہ وہ اپنی میرڈ لائف کیسے گزارتی ہے۔'' فاطمہ نے ایک اور نکتہ اٹھایا۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

"پہلے اس کی شادی کے لئے ذہن تو بنالو پھر رشتہ بھی مل ہی جائے گا۔"

"اوکے پہلے میں وانیہ کی شادی سے فری ہو جاؤں پھر اس بارے میں کچھ سوچتی ہوں۔" کلثوم نے نیم آمادگی کا اظہار کر کے موضوع ختم کر دیا اور بہن سے کل ہونے والی مہندی کے فنکشن کے سلسلے میں ڈسکس کرنے لگیں، وانیہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی، وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اس کی شادی کے انتظامات میں کہیں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے کہ وہ اس کو اپنے باپ کی کمی سے منسوب کر سکے۔

☆☆☆

"شازیہ میرے لئے ایک ایسا عذاب بن گئی ہے، جس کو شاید میں لفظوں میں بیان نہ کر سکوں یہ میرا حوصلہ ہے، جو میں اتنے برسوں سے برداشت کر رہی ہوں، سچ تو یہ ہے کہ میری برداشت اب جواب دے گی۔" نہایت خراب موڈ کے ساتھ کلثوم فون پر اپنی بڑی بہن فاطمہ سے مخاطب تھیں۔

"کلثوم! آخر ہوا کیا ہے؟"

"وانیہ کی شادی کے بعد تو بس تم دونوں ہی گھر پر ہوتی ہو، تمہارے ساتھ تو شازیہ بالکل ٹھیک رہتی ہے۔" فاطمہ جھنجھلا کر بولیں۔

"میرے ساتھ تو وہ اس لئے ٹھیک رہتی ہے کہ میں اس کے ناز نخرے اٹھاتی ہوں لیکن اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس کی وجہ سے مہمانوں کی طرح گرآنے والی بیاہی بیٹی کو خفا کر دوں۔"

"شادی سے پہلے بھی میں وانیہ کو شازیہ کے معاملے میں ڈانٹ ڈپٹ کر دبا لیتی تھیں، لیکن اب ایسا ممکن نہیں ہے۔"

"اس بار تو اس نے صاف صاف کہہ دیا ہے، امی اگر پھپھو کا یہی حال رہا تو میں آنا چھوڑ دوں گی، چاہے آپ کو برا ہی کیوں نہ لگے۔"

"اب آپ بتائیں کیا میں نند کے پیچھے اپنی اکلوتی بیٹی سے ملنے کے لئے بھی ترس جاؤں؟"

"میں تو اپنی بچی کے آنے کے دن گنتی رہتی ہوں۔" کلثوم کے لہجے میں غم و غصے کی آمیزش تھی۔

"آخر بتاؤ گی مسئلہ کیا ہے؟" فاطمہ نے ان کے خراب موڈ کی وجہ جاننے پر اصرار کیا۔

"وجہ کیا ہوئی وانیہ دو دن کے لئے رہنے آئی ہوئی تھی، ابھی نئی نئی شادی ہے اور ماشاءاللہ سے احد تو دیوانہ ہے، اس کا بہت کیئر کرتا ہے، محبت بھی بہت ہے دونوں میں، وانیہ جب بھی آتی ہے، سارا دن احد کے گن گھاتی رہتی ہے، وقفے وقفے سے کال کرتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کو شام کو احد آفس سے سیدھا گھر جانے کی بجائے وانیہ سے ملتا ہوا جاتا ہے، کبھی ڈنر پر اپنے ساتھ باہر بھی لے جاتا ہے، کل بھی وہ اسے اپنے ساتھ کھانے پر لے گیا تھا، وانیہ تیار ہو کر گھر سے نکلی تو تب بھی شازیہ اسے بری طرح گھور رہی تھی، میرا دل دھک سے رہ گیا، میں دل ہی دل میں دعا کرتی رہی کہیں کچھ کہہ ہی نہ دے، وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ منہ بند ہی رکھا اس نے، کھانے کے بعد دونوں میاں بیوی ہنستے مسکراتے گھر واپس آئے تو مجھے تسلی ہوئی لیکن احد جب وانیہ کو چھوڑ کر جانے لگا تو شازیہ اسے روک کر بولی۔"

"احد میاں جب بیوی کے بنا رہا نہیں جاتا تو اسے یہاں چھوڑ کر جانے کی کیا تک ہے بھلا اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔" احد بیچارہ تو اس کی بات سن کر ہکا بکا رہ گیا۔

"وہ تو میں نے ہی آگے بڑھ کر بات سنبھالی اور اسے کہا بیٹا، شازیہ مذاق کر رہی ہے لیکن تم بتاؤ اس طرح کب تک چلے گا، احد میر

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

اکلوتا داماد ہے، اس کا میرے گھر آنا جانا تو لگا ہی رہے گا، یہ اگر اسی طرح اوٹ پٹانگ بولتی رہی تو وانیہ کے لئے مشکل ہو جائے گی، مردوں کے مزاج کا کچھ پتا تھوڑی ہوتا ہے، کہ کب کس بات کا برا مان کر بیوی کو بے نقط سنائیں۔'' کلثوم نے پوری اسٹوری سناتے ہوئے دکھڑا رویا تو فاطمہ نے ایک گہری سانس لی۔

''میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہا تھا اسے شادی کا بے حد شوق ہے، سارا مسئلہ ہی اس بات کا ہے اس لئے تو ایسی حرکتیں کرتی ہے اور وانیہ سے بھی حسد کرنے لگی ہے۔'' فاطمہ نے اپنا ہمیشہ دیئے جانے والا مشورہ دہرایا۔

''میری معصوم بچی سے حسد کر کے وہ میرے ہی گھر میں کیسے رہ سکتی ہے آگے بھی میری بچی رہنے کے لئے آئے گی امید سے جو ہے، ان کے سسرال والوں نے تو ابھی ہی کہے دیا ہے، پہلی زچگی میکے والوں کے ذمے ہوتی ہے، ہمارے ہاں یہی رواج ہے، اب ظاہر ہے، جب وانیہ یہاں آئے گی تو احد بھی تو آئے گا نا، اور یہ حسد کی ماری نے کچھ ایسا ویسا کہے دیا تو میں تو احد کے سامنے شرم سے سر بھی نہیں اٹھا سکوں گی۔'' آگے کا سوچتے ہوئے کلثوم بری طرح فکر مند ہو رہی تھی۔

''وانیہ کی طویل آمد سے پہلے ہی اس کو رخصت کر دو، نا رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔'' فاطمہ کی سوئی وہی اٹکی تھی۔

''ارے آپی کہاں سے کر دوں اس کی اتنی ارجنٹ شادی، اتنے کم عرصے میں کوئی بر ڈھونڈنا آسان ہے کیا؟ یہاں تو اچھی بھلی لڑکیوں کے رشتوں کے لئے سالوں لگ جاتے ہیں اور اس موٹی عقل والی سے بھلا کون شادی کرے گا۔''

''پھر شادی کوئی پلک جھپکتے ہی تو نہیں ہو جاتی لاکھوں خرچ کرنے پڑتے ہیں اور میرے پاس سچی بات ہے اب کچھ نہیں بچا، بینک میں جو رقم تھی وہ وانیہ پر خرچ ہو گئی، اب جو کرایہ وغیرہ آتا ہے، اس میں گھر کا خرچ چلاتی ہوں، ویسے بھی میرے پاس جو کچھ ہے وانیہ کے باپ کا چھوڑا ہوا ہے۔''

''تم بھول رہی ہو کہ شازیہ سلیم بھائی کی بہن ہے، اسے بھی کچھ دے دلا کر رخصت کر دو کچھ میں بھی ہیلپ کروں گی تمہارے ساتھ ورنہ لوگ سو طرح کی باتیں کریں گے کہ بیٹی سب کچھ ہڑپ کر گئی، اس یتیم مسکین کے لئے کچھ نہ بچایا، جہاں اتنا کچھ برداشت کیا ہے وہی تھوڑا اور دل بڑا کر لو۔''

''تم تو خواہ مخواہ میں پریشان ہو رہی ہو کوشش کریں تو ایسا مرد مل سکتا ہے جو سادگی سے شازیہ کو بیاہ کر لے جانے کے لئے راضی ہو جائے، تم کہو تو میں رشتے کرنے والی عورتوں سے بات کروں دو تین رشتے کرنے والیوں سے میری جان پہچان ہے۔'' فاطمہ نے اسے رسانت سے سمجھایا۔

''اچھا ٹھیک ہے آپی، آپ بات کر لیں اب میں اس مصیبت سے چھٹکارہ پانا چاہتی ہوں۔'' شازیہ سے بیزار کلثوم نے جب دیکھا کہ بغیر خرچے کے وہ اپنی جان چھڑا سکتی ہے تو اس نے فاطمہ کو گرین سگنل دے دیا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

امید صبح جمال

ام مریم

ساتویں قسط کا خلاصہ

پپا کی وفات کے بعد مام کھل کے اپنے رنگ دکھلاتی ہیں، تایا کی فیملی کو ذلیل کر کے گھر سے نکالنے کے بعد وہ معیز سے آیت کی خلع حاصل کرنے کے لئے کورٹ میں کیس دائر کر چکی ہیں، آیت خود کو ان کے سامنے بے بس محسوس کر رہی ہے۔

صندلین پہ عشق کا بھوت کچھ ایسے سوار ہو چکا ہے کہ اسے صحیح غلط کی تمیز بھول چکی ہے، پیر صاحب کے بہکانے پہ وہ خطرناک عمل کرنے کو قبرستان میں ٹھہرنے کا فیصلہ کر چکی ہے، ڈرائیور شیر خان کی نصیحتیں بھی اس پر اثر نہیں کرتیں۔

سلمان خود عامہ کی والدہ سے رابطہ بحال کر کے اس رشتہ کی منظوری کی ہدایت کرتا ہے، شدید ردعمل پہ وہ خود بھی شدید انتقام پہ اتر آیا ہے۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

اب آپ آگے پڑھیئے

آٹھویں قسط

مستقل درد کی نعمت سے بھی محروم رہے
چھوٹی سے چھوٹی خوشی کا دھوکہ
آ کے کر جاتا ہے ایمان خراب
بے غرض ہجر کہاں سے لائیں
وصل کا شوق ہی رہ جاتا ہے اک تھوڑی تسلی کے لئے
خود فریبی کے حصاروں سے مسلح ہم لوگ
کب تلک درد کی خندق میں ہی محصور رہیں
اور بھی کتنے ہی زندان ہمیں ڈھونڈتے ہیں
قید اور موت میں معمولی سا اک فرق ہے بس
مدت حیران کرے پریشان کرے
ہم نے اس شہر میں یکلخت اداسی کی طرح ڈالی ہے
ورنہ ہر شخص سمجھتا تھا اداسی ہے فضول
آج ہم اپنی بقا کی خاطر
سوچتے ہیں کہ اگر زندگی اور ذرا بڑھ جائے
روشنی اور کبھی ہو جائے طویل
سانس کی لے میں یقین آ جائے
مستقل درد کی شب جلدی میں آئی کوئی مہمان سی ہے
ایسا لگتا ہے بہت جلد پلٹ جائے گی
زندگی اور بھی گھٹ جائے گی
آرزو اور سمٹ جائے گی
اور یہ سوچتے مر جائیں گے ہم
مستقل درد کی نعمت سے بھی محروم رہے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''آج صبح تمہارے جاتے ہی ڈاکیا آیا تھا، تمہارے نام کا یہ لفافہ دے گیا، تب سے دل اسی میں اٹکا ہوا ہے، جانے کیوں دھیان بٹا ہی نہیں، اک اک لمحہ بھاری تھا، جانے کیا ہے اس میں، ذرا کھول کر بتاؤ بیٹے، جانتی ہوں تھکے ہوئے آئے ہو، روٹی پانی کا پوچھے بغیر بے ڈھنگی کاہل عورتوں کی طرح اپنا مسئلہ لے بیٹھی، مگر مانو صبر تمام ہو گیا۔''

معیز گھر لوٹا تو اماں اس کے پیچھے ہی کمرے میں آ گئیں، میز پہ دھرا لفافہ اٹھا کر تفصیل میں چلی گئیں، معیز مسکرایا، لفافہ تھام کر چاک کیا، اندر سے خلع کا نوٹس برآمد ہوا تھا، اک نظر دیکھ کر ہی اس کے چہرے پہ عجیب سا تبسم پھیل گیا۔

''کیا ہوا پتر، لگتا ہے خوشی کی خبر ہے۔'' اماں اس کی مسکراہٹ کا راز نہ سمجھ پائیں۔

''ہاں ہے تو، مگر آپ کے لئے نہیں۔''

''کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔'' وہ الجھیں، معیز نے گہرا سانس بھر کے لفافہ واپسی ڈال دیا۔

''آپ کی بہو نے مجھے زحمت سے بچا لیا، خود طلاق کا مطالبہ کر دیا ہے۔'' کتنے نارمل انداز میں کہہ کر وہ جوتے اور موزے اتار رہا تھا جبکہ اماں کو بے ساختہ سہارے کی ضرورت پیش آ گئی تھی۔

''کیا کہہ رہے ہو؟'' ان کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز نکلی، معیز نے گہرا سانس بھرا البتہ بولا کچھ نہیں۔

''آیت...... تو بہت ہی بی بچی ہے، میں نے اس کی آنکھوں میں کبھی ایسی بغاوت نہیں دیکھی۔'' اماں مضطرب سی ہاتھ مل رہی تھیں۔

''یہ سامنے موجود لفافہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کے سب اندازے غلط تھے۔'' معیز جوتے اتار چکا تھا، اب ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنے کے بعد شرٹ کے اوپری بٹن کھولنے میں مصروف ہوا، انداز از حد نارمل تھا، انہوں نے اسے بے قرار نظروں سے دیکھا، جانے وہ اندر سے بھی ایسا ہی مطمئن تھا، جتنا اس پل خود کو ظاہر کر رہا تھا۔

''اب...... کیا ہوگا؟'' اس سوال پہ معیز نے ابرو اچکا کے انہیں دیکھا۔

''میں سمجھا نہیں؟''

''ہماری عزت اور خاندانی مسائل کیا اب عدالتوں میں اچھالے جائیں گے؟''

''اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ ایسا نہ ہو تو میں اسے بغیر کسی تردد کے آزاد کر دیتا ہوں۔'' وہ جس سنجیدگی و نخوت سے بولا اماں نے اسے غصے بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

''تم تو پہلے دن سے اسی ایک کام کے لئے ہی تو تیار بیٹھے تھے۔'' معیز نے اس اعلیٰ شان ناراضگی پہ انہیں متبسم نظروں سے دیکھا۔

''یہ خوب رہی، آپ نے تو سارا کیس ہی مجھ غریب پہ ڈال دیا، حالانکہ آپ کی بہو صاحبہ کی چکا چوند خوب صورتی سے آنکھیں خیرہ کرنے کے بعد ہم تو انہیں بسانے کے خواب دیکھنے لگے تھے، مگر وہ کیا ہے کہ صرف ہمارے چاہنے سے تو کچھ نہیں ہوتا نا۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا، پھر انہیں اک نظر دیکھا جو ہنوز کسی تفکر میں مبتلا نظر آتی تھیں۔

''کچھ کھانے کو مل جائے گا اماں؟ آپ کو پتا بھی ہے میں باہر سے کچھ نہیں کھاتا۔'' وال کلاک پہ ایک نگاہ ڈال کر جو تین بجا رہا تھا اس نے بلا آخر انہیں احساس دلانا چاہا تھا، اماں چونک سی گئیں۔

''ہاں بجھواتی ہوں کسی لڑکی کے ہاتھ روٹی پانی تیرے ابا کو بتاتی ہوں، وہ تو اس پہ کبھی نہیں مانیں گے، تو نہیں جانتا مجھے سمجھ آ گئی ہے، یہ سب کیا دھرا تمہاری چاچی کا ہے، وہ کبھی ایسا نہیں چاہتی تھی۔'' ان کا انداز دکھ سے لبریز ہو گیا، معیز نے اس بات پہ تنفر سے سر جھٹکا تھا۔

''اتنی بھی معصوم اور دودھ پیتی بچی نہیں ہے وہ لڑکی کہ آپ سارا بوجھ اٹھا کر بیگانے کندھے پہ ڈال دیں، ابھی کل کی بات ہے میرے سامنے اپنے کزن کے ساتھ اس کی گاڑی میں گئی ہے یونیورسٹی سے۔''

اماں اس اہم اطلاع پہ اسے کچھ دیر خاموش نظروں سے دیکھتی رہی تھیں، پھر اسی پہ ملبہ بھی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ڈال دیا۔
''اگر اتنا برا لگا تمہیں یہ سب تو آگے بڑھ کے روک کیوں نہ دیا؟'' معیز کے چہرے پہ اس سوال نے واضح تمسخر پھیلا دیا۔
''کچھ روز قبل جب موصوفہ کی گاڑی خراب ہوئی تھی تو میں نے یہ آفر کی تھی گھر چھوڑنے کی، میرے تو گلے پڑ گئی تھی اور بری طرح سے انکار کر ڈالا تھا، اب میں کسی فلم کا ہیرو تو تھا نہیں اماں کہ دوسری بار بھی مداخلت کرتا اور جا کر بڑک مارتے ہوئے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اس کے ساتھ جانے سے روک دیتا، آپ کو بتانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس خوش فہمی میں مت رہیں کہ محض اس کی ماں کی یہ خواہش ہے، وہ خود بھی ایسا ہی چاہتی ہے اور مجھ سے متعدد بار یہ تقاضا پہلے بھی کر چکی ہے۔''
اپنی بات مکمل کر کے وہ کمرے سے نکل گیا رخ غسل خانے کی طرف تھا، منہ ہاتھ دھو کر فریش ہونے کے بعد باہر نکلا تو اماں یقیناً ابا کو ساری بات بتلا چکی تھیں، سامنے برآمدے میں بچھی چارپائی پہ ابا یقیناً اسی کے منتظر تھے مگر اس طرح سوچ میں گم کے سامنے دھرے حقے کا کش لینا بھی یاد نہیں رہا تھا۔
''السلام علیکم!'' اس نے محض انہیں چونکانے کی غرض سے مخاطب کیا، ابا واقعی چونک گئے، کچھ دیر اسے دیکھتے رہے پھر جانے کیوں نظریں چرا لی تھیں۔
''روٹی ٹکر (کھانا) کھا لیا تم نے؟'' خود کو سنبھال کر وہ حقہ گڑگڑا کر بولے۔
''نہیں..... آپ کیسے؟'' وہ ان کے سامنے کرسی پہ بیٹھ گیا، تبھی ایشل اس کے لئے کھانا لے کر آ گئی، مرغ پلاؤ ساتھ میں دھنیے کی چٹنی کا رائتہ جس میں مٹر کھیرے ٹماٹر اور مولیاں کاٹ کے ڈالی گئی تھیں، بہت خوشنما سا رائتہ ہوتا تھا ایسا کہ سلاد کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔
''پہلے تو کچھ کھا لے، ایشا پتر میرے کپڑے رکھ دیئے غسل خانے میں؟'' انہوں نے پہلے معیز کو پھر ایشال کو مخاطب کیا۔
''رکھ دیئے ابا جی۔'' وہ فرمانبرداری سے بولی تھی پھر معیز کو دیکھا۔
''آپ کے لئے لسی لاؤں بھائی یا کولڈ ڈرنک پئیں گے؟''
''نہیں، لسی لا دو۔'' وہ کھانا شروع کرنے سے قبل باپ کو دیکھنے لگا۔
''بسم اللہ کریں ابا جان۔''
''میں اس ٹائم نہیں کھاتا، ہضم نہیں ہوتا اب۔'' انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا رخ غسل خانے کی طرف تھا۔
''کڑیئے پانی گرم بھی رکھ دے پت۔''
''لا رہی ہوں ابا جی۔''
اب چھوٹے چچا کی بیٹی نے جواب دیا تھا اور گرم پانی کا پتیلا اٹھائے غسل خانے میں رکھ آئی۔
''کہیں جا رہے ہیں ابا؟'' معیز کھانا شروع کر چکا تھا، عظمیٰ (چاچا کی بیٹی) کو مخاطب کر لیا، وہ

www.paksociety.com

اس سوال پہ خود سوالیہ ہوگئی۔

''آپ کو نہیں پتا؟''

''نہیں۔'' اسے غصے سا آیا خواہ مخواہ کے سوال پہ اگر پتا ہوتا تو سوال کیوں کرتا۔

''آپ کے سسرال جانے لگے ہیں، خود بات کریں گے جا کر آیت بھابھی سے، آپ کو بھی ساتھ لے کر جانا ہے۔''

جواب ایسا تھا کہ معیز کا منہ کی طرف جاتا نوالہ بھی راستے میں رک گیا۔

''کیا..... مگر کیوں؟''

''اس لئے ویر کہ وہ نہیں چاہتے طلاق ہو، کسی صورت نہیں چاہتے۔'' عظمیٰ مسکرا کر بولی اور واپس کچن میں چلی گئی، معیز نے گہرا سانس بھرا اور چمچ واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔

''برتن اٹھا لو ایشل، ایک کپ چائے کا بنا دو ذرا جلدی۔'' اس کے چہرے کو دیکھ کر لگتا تھا ازحد پریشان ہو چکا ہے، اپنے کمرے میں آ کر وہ سر تھامے کرسی پہ بیٹھ گیا تھا جب تھوڑی دیر بعد ہی ایشال چائے کے ہمراہ آ گئی۔

''آپ نے کھانا بھی ویسے ہی چھوڑ دیا بھائی اور ابھی تک کوئی تیاری بھی نہیں کی۔'' ایشال اسے یوں دکھ کر فکر مند نظر آنے لگی۔

''کیا تیاری کروں؟'' وہ خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''کیوں پریشان ہو رہے ہیں بھائی؟'' ایشال کا چہرا اداس تھا۔

''تم بتاؤ کیا یہ بہت خوشی کا معاملہ ہے، تمہیں بھی اندازہ ہو گیا ہے اس گھر میں ہماری فیملی کی کیا حیثیت کیا اوقات ہے، ابا کو کیا سوجھی وہاں پھر سے جا کے ذلیل ہونے کی، پھر وہ بھی مجھے ساتھ لے کر جائیں گے، میں بتا رہا ہوں، اگر اس عورت نے کوئی بدزبانی کی تو میں بھی لحاظ نہیں رکھوں گا، عین ممکن ہے ابھی اس معاملے کو ختم بھی کر دوں۔'' ابا کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ ایک دم رک گیا، وہ نہا چکے تھے، صاف ستھرے نئے کپڑے پہن رکھے تھے اس کے باوجود بہت تھکے ہوئے بہت زیادہ بوڑھے اور کمزور نظر آ رہے تھے، معیز انہیں دیکھتا رہ گیا۔

''ہاں بول، بات پوری کر کیا ختم کر دے گا تو، عورتوں کی عقل تو پٹھی (الٹی) ہوتی ہی ہے تو بھی مرد ہو کے عورتوں جیسی جذباتیت کا مظاہرہ کر رہا ہے، بہت اچھے۔'' ان کے انداز میں ملامت ہی ملامت تھی، معیز اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''ابا جی..... جو جانے کا تہیہ کر چکے ہوں انہیں روکنا ناممکن ہے، چاہے جتنے پہرے بٹھا دیں، انہیں نہیں روکا جا سکتا، یہ بیل منڈھے نہیں چڑھے گی بس اتنی سی بات آپ سمجھ لیں پلیز۔'' وہ عاجزی سے کہہ رہا تھا، انہوں نے جواباً عصیلی نگاہوں سے نوازا تھا اسے۔

''منڈھے نہیں چڑھے گی یا تو نہیں چڑھائے گا، چپ کر کے میرا اگے لگ اور کوئی ضرورت نہیں وہاں بات بڑھانے کی، میں خود بات کروں گا اپنی بیٹی سے۔'' انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں رعب سے کہا، معیز کچھ نہیں بولا، سمجھ گیا تھا جو ٹھان چکے ہیں اب انہیں اس سے کوئی نہیں پیچھے ہٹا سکتا، ہر نصیحت بے اثر ہر لفظ بے معنی ہے، جبھی ان کے ہمراہ ہو لیا تھا اب جو بھی کرنا تھا آیت

WWW.PAKSOCIETY.COM

بی بی نے کرنا تھا اور وہ اچھی طرح جانتا تھا محترمہ کیا چاہتی ہیں۔

☆☆☆

بے شمار ایسے مقامات ہیں ویرانوں میں
جہاں میں گزری ہوئی صدیوں کا سفر رہتا ہے
ہم جہاں پھرتے ہیں مارے مارے
ہم کبھی پھر بھی نہیں سکتے علاوہ اس کے
خاک کے بطن سے نکلے ہوئے خدوخال میں
ان گنت مسکلے ہوئے پھولوں کی رعنائی تو ہے
ٹھیک شناسائی ہیں
ہم نے ان دیکھی فضاؤں کو رکھا ہے گروی
جانے کس فکر کے پاس
عالم علم ادھورا ہی رہا کرتا ہے
راستے یاد نہ رہتے ہوں تو بستی میں بھٹکنے کی ضرورت ہی نہیں
مٹی شکلیں بناتی ہیں مگر
تب تلک کوئی بھی پہچانی نہیں جا سکتی
جب تلک آنکھ میں تصویر کی تصویر نہ ہو
دل سے ہو ہو کے گزرتا ہے کوئی عکس تو پرچھائیں
کارہ جاتا ہے بے رنگ نشان
وصل کے خانے بناتے ہوئے آجاتا ہے ملنے کا ہنر
وقت کے ساتھ مسائل بھی بدل جاتے ہیں
وقت کے ساتھ تو پتھر بھی پگھل جاتے ہیں

''تمہیں دادو نے یاد کیا ہے۔''

گھر میں دو ہی خواتین تھیں، دادی کو تو گویا حرام تھا کہیں جانا، کبھی کبھار کسی بیٹے سے ملنے جاتیں تو اسی شام لوٹ بھی آتیں، ہاں صندلین آج کل خوب سیریں کرتی تھی، کبھی مارکیٹ، کبھی کسی سہیلی کے گھر ملنے کا بہانہ۔

اس کے باوجود یہ ایسے کام نہ تھے جو روٹین میں شامل ہوں روز کی، یہی وجہ تھی کہ وہ اکثر فارغ رہنا اور فارغ رہنا ہی اسے پسند نہ تھا جبھی بغیر کسی کے کہے اس نے پودوں کی دیکھ بھال اور گیٹ کی چوکیداری بھی اپنے ذمے لے لی، شروع شروع میں پودوں کے ساتھ اسے لگے دیکھ کر صندلین نے اسے اچھا خاصا ڈانٹا بھی تھا۔

''کوئی ضرورت نہیں انہیں بگاڑنے کی، میں خود ان کی دیکھ بھال کر لیتی ہوں، یہ سارے پھول حسین نے اپنی پسند سے لگائے ہیں، ایک بھی گلاب نہیں ٹوٹنا چاہیے ورنہ وہ ایک لمحے میں چھٹی کرا دے گا تمہاری۔'' وہ اسے ڈراتے ہوئے بولی تھی، شیر خان مسکرانے لگا تھا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''...ین صاحب کون ہیں؟''
''اس گھر کا مالک، میرا منگیتر اور ہونے والا شوہر۔'' وہ گردن اکڑا کر بولی تھی، شیر خان کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔
''اچھا...... میں نے کبھی انہیں دیکھا نہیں، کہیں باہر رہتے ہیں؟'' اس سوال پہ صندلین کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا تھا۔
''ہاں ایسا ہی سمجھ لو تم۔'' اس نے نخوت سے کہہ کر بات ختم کر دی۔
''تمہیں سنا نہیں میں کیا کہہ رہی ہوں؟'' شیر خان بہت مگن انداز میں گوڈی کر رہا تھا، صندلین کی دھاڑ پہ گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔
''آپ چلیں، میں آ رہا ہوں۔'' اس نے کھرپی رکھ دی اور بہت پیار سے پودوں کو دیکھا، جب سے اس نے توجہ دینی شروع کی تھی لان پہ گویا بہار آ گئی تھی، سبزہ نکھر گیا تھا، پھولوں کی افزائش بڑھ گئی تھی، یہی تبدیلی صندلین نے بھی محسوس کی تھی جبھی اب اسے اس کام سے روکنا ترک کر دیا تھا۔
''ارے...... میں تمہاری ملازمہ ہوں جو تم مجھے ایسے جواب دے رہے ہو؟'' صندلین کی پیشانی سلگ اٹھی تھی، شیر خان البتہ اس خواہ مخواہ کی ناراضگی پہ حیران رہ گیا۔
''مائی باپ...... ام نے ایسا تو کوئی گستاخی نہیں کیا آپ کی شان میں۔'' اس کے اندر میں گھبراہٹ تھی، پھر اسے خود کو گھورتے پا کر مزید وضاحتی انداز اپنایا۔
''امارے ہاتھ مٹی سے بھر گئے ہیں، ام ہاتھ دھو کر آتا ہے بڑی بیگم صاب کا بات سننے۔'' اس کی بے چاری شکل پہ صندلین نے رحم با لآخر کھا ہی لیا۔
''ٹھیک ہے جلد آؤ، اور سنو، کوئی ضرورت نہیں میری مخالفت کرنے کی، میں کہوں ڈرائیونگ سیکھنی ہے تو دادی کو تم بھی اس کی افادیت سمجھانا۔'' انگلی اٹھا کر وہ تحکم سے بولی تو شیر خان نے گہرا سانس بھر کے سر جھکا لیا تھا۔
''ٹھیک ہے بی بی صاحب، آپ چلو ام آتا ہے۔'' اپنی بات کہہ کر اس کی ناراضگی کے خیال سے وہ خود ہی گھبرا بھی گیا۔
''اوہ...... سوری سوری۔'' بوکھلاہٹ بہت نیچرل تھی، صندلین مسکراہٹ دباتی پلٹ گئی، جس وقت وہ لان میں لگے نل سے ہاتھ دھو کر دادی کے حضور پہنچا صندلین بہت شدومد سے مہنگائی پہ لیکچر دے رہی تھی۔
''جس قدر ہو سکے بچت کرنی چاہیے، اب دیکھیں نا، یہ شیر خان کو جو اتنی تنخواہ ہم ہر ماہ دیتے ہیں ہے تو یہ بھی فضول خرچی، ہم نے بھلا کب کہیں جانا ہوتا ہے جو ڈرائیور کی ضرورت پیش آئے، اس لئے میں تو کہتی ہوں مجھے ڈرائیونگ سیکھ لینی چاہیے۔'' آخری بات پہ دادی جو اس کی بات بہت سنجیدگی سے سن رہی تھیں بے ساختہ امنڈ آنے والی مسکراہٹ پہ قابو نہیں رکھ سکیں۔
''اچھا...... تو اب تم پہ یہ نیا شوق سوار ہو گیا ہے۔''
''سیکھنے دیں نا دادی، آج کل تو لڑکیاں بائیک چلا رہی ہیں اتنے فخر سے اور اک میں ہوں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کہ مجھے گاڑی بھی چلانا نہیں آتی۔'' وہ منہ بسور کر بولی، دادی مسکرائے گئی تھیں، وہ اسی مسکراہٹ سے شہہ پا کے بولی تھی۔

''تو پھر سیکھ لوں میں دادی۔''

''کیسے سیکھو گی بیٹی، حسین یہاں ہوتا تو چلو تم اس سے سیکھ لیتی، اب۔''

''حسین کو چھوڑیں، یہ شیر خان کس دن کام آئے گا۔'' اس نے اسی پل شیر خان کو اندر آتے پا کر گفتگو میں گھسیٹا، دادی چپ سی ہو گئیں، جبکہ وہ شیر خان کو نظروں ہی نظروں میں اشارے کر رہی تھی کہ کچھ بولے۔

''شیر بیٹے..... یہ گروسری کی لسٹ ہے، تم آج شام سے پہلے سارا سامان لے آنا، ٹھیک ہے۔'' انہوں نے اپنا پرس کھول کر چند نیلے ہرے نوٹ نکال کر لسٹ کے ساتھ شیر خان کی طرف بڑھائے جو اس نے ہاتھ بڑھا کر تھام لئے تھے۔

''آج ہی آ جائے گا بڑی بیگم صاحب سامان۔'' وہ جھکے سر کے ساتھ فرمانبرداری سے بولا، صندلین کے اشارے اس نے بہت خوبی سے نظر انداز کر ڈالے تھے۔

''جیتے رہو بیٹے، اب تم اپنا کام کرو۔'' دادی نے اسے فارغ کیا تو وہ بھی جھٹ باہر نکل گیا، صندلین اسے گھورتی رہ گئی۔

''دادی میں آپ کو کیا کہہ رہی ہوں۔'' اس نے پیر پٹخے، دادی نے اسے سرزنش انداز میں دیکھا تھا۔

''تمہیں عقل ہے کچھ کہ نہیں؟ جوان لڑکے کے حوالے کر دوں تمہیں کہ تمہیں گاڑی چلانا سکھائے، ہاتھ سے ہاتھ گھٹنے سے گھٹنا ٹکرائے گا اس سیکھ پڑت میں، سراسر گناہ کا کام، ساتھ مجھے بھی شامل کر رہی ہو۔'' دادی بھڑک اٹھیں تو صندلین کہاں چپ رہتی۔

''اچھا، تو وہ حسین کا بچہ کیا میرا شوہر بنا دیا آپ نے جو اس سے سیکھنے کی اجازت بڑی آسانی سے دے رہی ہیں۔'' وہ پھنک کر بولی، دادی نے اسے کچھ دیر تاسف بھری نظروں سے دیکھا۔

''میں دیکھ رہی ہوں صندل کہ تم ادب لحاظ کھوتی جا رہی ہو، زبان پہ لگام دو، ابھی شوہر نہیں ہے جب بن جائے گا تب سیکھ لینا، بس اب جاؤ مجھے اس موضوع پہ اور کوئی بات نہیں کرنی۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کر جس تحکم سے کہا صندلین کا میٹر گھوم گیا تھا۔

''بس تو پھر ہو چکی قیامت تک شادی بھی اور ڈرائیونگ بھی، دادی آپ سے اپنا پوتا تو قابو ہوا نہ، ہر الٹا سیدھا کام کر رہا ہے وہ بڑے دھڑلے کے ساتھ، ساری پابندیاں میرے لئے رہ گئیں، میں بتائے دے رہی ہوں میں آج سے ہی اس شیر خان سے ڈرائیونگ سیکھنا شروع کر رہی ہوں۔'' اس کے انداز میں بغاوت بھی تھی سرکشی بھی، جسے دادی نے صاف محسوس کیا اور چپ سادھ لی، وہ پیر پٹختی ہوئی کمرے سے نکلی تھی۔

شیر خان نے لان کے سرے پہ لگے نل پہ پائپ چڑھا کر نل چلا دیا تھا، ارادہ پودوں کو اب پانی دینے کا تھا مگر اس سر چڑھی شیرنی نے آتے ہی اس کے ہاتھ سے پائپ چھین کر دور پھینک دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''تم خود کو کیا سمجھتے ہو؟'' گلابی رنگ سرخ پڑ چکا تھا غصے سے، شیر خان خائف نظر آنے لگا۔

''جی۔''

''تمہارے یہ جو دانت ہیں سب کے سب نکال کر تمہارے ہاتھ پہ رکھ دوں گی اگر تم نے مجھے آج سے گاڑی چلانا نہ سکھلائی، مت بھولا کرو کہ تم میرے حکم کے غلام ہو۔'' اب اس کا سارا نزلہ شیر خان پہ گر رہا تھا۔

''آپ کبھی مت بھولو بی بی صاحب کہ ام بڑی بیگم صاحب کے حکم کے بغیر ایسا کچھ نہیں کرے گا۔'' جواب میں وہ دبے بغیر بولا تو صندلین کی آنکھیں مارے طیش کے دہکنے لگی تھیں۔

''انہوں نے اجازت دے دی ہے۔''

''میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں۔''

شیر خان از حد محتاط تھا، صندلین آپے سے باہر ہو کر رہ گئی، بے ساختہ اس کی آستین دبوچ لی تھی اور زور کا جھٹکا دیا۔

''آج رات جب چائے پیو گے تو اس کے بعد کبھی دوسری سانس نہیں لے سکو گے، کیونکہ میں اس میں زہر ملا دوں گی، سمجھے تم۔'' وہ دھاڑی، شیر خان بالکل خائف نہیں ہوا، البتہ دادی کو اس سمت آتا دیکھ کر اس نے بے اختیار صندلین کی گرفت سے اپنا بازو چھڑوا لیا تھا۔

''تم صندلین کو گاڑی چلانا سکھا دو بچے، مگر بہت احتیاط سے، مجھے پوری امید ہے کہ تم کبھی میرے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤ گے۔'' ان کا مخاطب شیر خان ہی تھا، اپنی بات مکمل کر کے دادی انہی قدموں سے پلٹ گئیں، صندلین کی گردن تفاخر اور خوشی سے تن گئی، وہ قطعی یہ سمجھنے سے قاصر رہی تھی کہ انہوں نے کسی مجبوری کے باعث اس کڑوی گولی کو نگلنے کا فیصلہ کیا ہے۔

☆☆☆

درد کی کیسی دکاں کھولی ہے کچھ لوگوں نے اس بستی میں
زخم ملتے ہیں مگر سسکیاں لے لیتے ہیں
کوئی فریاد نہ کرنے کی شرائط پہ اگر چاہو تو گھاؤ لے لو
آج ہم روک رہے تھے رونا
ہم نے محسوس کیا آنکھ میں پانی ہے کوئی
اور کناروں پہ نکل آیا ہے
زندگی اور نکھر آئی ہے
زندگی اشکوں سے دھل کر کسی برسات کی بستی کی طرح
اتنی اجلی نظر آئی ہے کہ جیسے کبھی میلی ہی نہ تھی
اپنے سینوں سے لگے سنتے ہیں ہم اپنے دلوں کی دھڑکن
غم کی رقاصہ بڑی دیر سے ناچتے ہی چلی جاتی ہے
رکتی ہی نہیں
زندگی اپنے مسافر کو ترستی ہے بڑی شدت سے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

جاگتا جیتا مسافر جسے غم ملتا ہو
غم کا آنا ہی تو جیون ہے وگرنا کیا ہے
شہر والوں نے بہت لالا کے رکھے ہیں الم
تا کہ ہم اپنی محبت کے عوض کرتے رہیں ان کی خرید
اور مزید اور مزید
تا کہ ہم زندہ رہیں زندہ رہیں
اس قدر مردوں میں ہم زندہ رہیں
کوئی بازار ہو اک غم کی خریداری سے
زندگی اور سنور جاتی ہے
موت کچھ اور بھی مر جاتی ہے

وہ اپنے کمرے میں لیٹی تھی، بہت اندھیرا کیے، آنکھوں میں آنسو نہیں تھے، پچھلے کئی دنوں سے وہ اتنا روئی تھی، اتنا غم منایا تھا کہ آنسوؤں کا اس کے اندر کال پڑ گیا تھا، ہاں غم کی بات الگ تھی، وہ ختم ہونے میں نہیں آتا تھا، ممی نے کہا یہ رشتہ ختم کر دیں گی، وہ خاموش رہی، جانے کیوں احتجاج نہ کر سکی، کبھی کبھار وہ حیران ہونے لگتی، اسے کیا ہو گیا تھا، اتنی بے بس تو کبھی نہیں ہوئی تھی وہ کسی کے سامنے، پھر اب کیوں۔

یا پھر اسے واقعی معیز کے خود سے الگ کر دیئے جانے کا واقعی کوئی ملال نہ ہوتا، کوئی فرق نہ پڑتا، وہ خود سے سوال کرتی اور اندر سناٹے بولتے رہتے۔

''آج پہلا نوٹس اسے مل گیا ہوگا، اگر غیرت مند ہوگا تو کورٹ میں پیشاں بھگتانے کی بجائے ایسے ہی طلاق دے دے گا، یہ تو طے ہے کہ میں کبھی تمہیں اس کی عیاشی کی نذر نہیں ہونے دوں گی۔''

وہ یونیورسٹی سے لوٹی تو مام نے بہت فخریہ انداز میں اسے اپنا کارنامہ بتایا تھا، آیت کے اندر ایک دم جیسے کسی نے ویرانی پھیلا دی، وہ چپ چاپ کمرے میں آ گئی، لباس بھی تبدیل نہیں کیا، لیٹ گئی تھی، ملازمہ کھانے کے لئے بلانے آئی اس نے انکار کر دیا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔''

دوبارہ خاموشی چھا گئی، کوئی اسے دوبارہ پوچھنے نہیں آیا، اس کی زندگی کا ساتھ بھی اپنی مرضی سے بخشنے والی اس کی ماں کو اس کے کھانا کھانے نہ کھانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، اس پہ اس کی اوقات واضح ہو رہی تھی، اسے یاد تھا، وہ اکثر پپا کے ساتھ ضد کرتی، ان سے بحث میں خاصی بے لحاظ ہو جاتی اور پھر ناراض بھی خود ہی ہو کے منہ بگاڑ لیتی، ان کو دکھانے کو کھانا چھوڑ دیتی، پپا کی کیسے جان پہ بن آیا کرتی تھی، جب تک اسے منا نہ لیتے خود بھی نوالہ نہ توڑتے، دروازہ پھر کھٹکا، وہ نم آنکھیں تکیے سے رگڑتے ہوئے غرا اٹھی۔

''اب کیا مصیبت ہے، جب کہہ جو دیا نہیں کھانا تو بار بار ڈسٹرب کرنے کا مطلب۔'' وہ ملازمہ سمجھ کر قہر برسا رہی تھی مگر دروازہ کھول کر اندر آنے والی مام تھیں، اسے خاصی قہر آلود نظروں

WAQAR AZEEM
www.paksociety.com

سے دیکھا۔

''مصیبت ہم نہیں تمہارے وہ پینڈو رشتہ دار ہیں، آ گئے ہیں منہ اٹھا کے پھر، مجھے سمجھ نہیں آتی کیسے لوگ ہیں یہ، عزت نفس نام کو نہیں، وہ خود بھی آیا ہے تمہارا نام نہاد شوہر۔'' وہ اپنا رونا رو رہی تھیں، آیت البتہ ساکن ہو کر انہیں دیکھنے لگی تھی، معیز کی آمد بے معنی نہیں تھی، اس کا دل بہت زور سے دھڑکا۔

''اٹھو..... تم سے ملنا چاہتے ہیں، آخری ملاقات کر لو ان سے اور بات سنو، بالکل ضرورت نہیں رعایت دینے کی، تم اس سے طلاق مانگنا بلکہ اصرار کرنا، ابھی اسی وقت..... یہ قصہ اس طریح نپٹ جائے تو سب سے بہتر ہے۔'' رعونت آمیز لہجہ، نخوت بھرے انداز، آنکھوں میں کتنی نفرت و تلخی بھری تھی، آیت کا دل کیا کیے، آپ کسی انسان ہیں، انسان ہیں بھی کہ پتھر، سینے میں دل تو ہے ہی نہیں، محض اپنی غرض کی غلام، جس بندے کے ساتھ اپنی عمر کے سنہرے سال عیش پرستی میں گزار دیئے اس سے بھی محبت نہ کر سکیں آپ، اولاد جو ہر کسی کی کمزوری ہوتی ہے آپ کے لئے یہ بھی رعایا سے کم نہیں، جس پہ حکم ٹھونسنا سب سے من پسند مشغلہ ٹھہرا۔

''ایسے ٹکر ٹکر کیا دیکھ رہی ہو مجھے، آیت، تم نے سنا کیا کہہ رہی ہوں میں؟'' انہوں نے اس کی خاموش مگر بہت کچھ کہتی نظروں کو محسوس کرتے اس کی از سرے نو کھینچائی کی، آیت نے گہرا سانس بھر کے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

''مجھے کسی سے نہیں ملنا، اور فار گاڈ سیک آپ مجھے فورس نہیں کریں گی۔'' اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا مگر رقت آمیز تھا۔

''شٹ اپ، میں ایسا کبھی نہیں کرنے دوں گی تمہیں، تم ملو گی ان سے اور وہی کرو گی جو میں نے تمہیں کہا۔'' ان کا موڈ یکدم غارت ہو گیا تھا، انگلی سرزنش کے انداز میں اٹھا کر تحکمانہ بولیں۔

''مام میں۔''

''اٹھ جاؤ آیت، نو اگر مگر۔'' وہ غرائیں، آیت کی آنکھوں میں ایکدم نمی اتر آئی تھی، کچھ کہے بغیر وہ اٹھ کر ان کے ہمراہ آئی تو اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے اور نظریں جھکی تھیں۔

''السلام علیکم تاؤ جان۔'' آتشی گلابی بہت خوب صورت سے پرنٹ آف وائیٹ ٹراوزر میں ملبوس پیروں میں گھریلو چپل تھی جس میں اس کے گلابی پاؤں کا نرم گداز بہت نمایاں تھا، سر پہ موجود اسکارف سیاہ رنگ کا تھا جس سے بالوں کی کچھ لٹیں نکل کر گالوں کو چوم رہی تھیں، وہ موم کی گڑیا معلوم ہوئی جو اس وقت جل رہی تھی، معیز نے نگاہیں پھیر لیں۔

''وعلیکم السلام، میری دھی رانی آ گئی، کیسی ہے میری بچی۔'' تایا جان اسے دیکھتے ہی اٹھے، اس کے سلام میں پہل نے انہیں نہال اور جذباتی کر دیا تھا، آگے بڑھ کر اس کے سر پہ ہاتھ رکھا کاندھے سے پکڑ کر سر سینے سے لگا لیا، آنکھیں ایک دم نم ہو گئی تھیں۔

''بیٹھئے تاؤ جان۔'' وہ بہت مدھم آواز میں بولی، جانے کیوں آنکھیں بھر بھر آ رہی تھیں، اس کی بھی وہی کیفیت ہو رہی تھی جس کا شکار اس وقت تایا جان تھے، دونوں کے درمیان جو نسبت تھی وہ پپا کی تھی، اور ان کی جدائی کا زخم ابھی بہت تازہ تھا، یاس اور رنجیدگی کی وجہ بھی یہی تھی۔

NAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''میرا خیال ہے آپ کچھ کہنے کو تشریف لائے تھے۔'' ان کے درمیان خاموشی کا وقفہ طویل ہونے لگا تو مام نے جز بز ہو کر خاصے خشک انداز میں تایا جان کو مخاطب کیا تھا، وہ چونک گئے، سرد آہ بھری، معیز البتہ سرد نگاہوں سے ہی مام کو نوازنے پہ اکتفا کر چکا تھا۔

''آج عدالت کی طرف سے ایک کاغذ آیا تھا، ایسا لفظ زبان پہ لاتے، بھی زبان کانپتی ہے۔'' آبدیدہ تایا جان نے اپنی ساری توانائی صرف کر کے بات کا آغاز کیا۔

''طلاق حرام تو نہیں ہے پھر کیوں آپ اتنے تردد میں پڑے؟'' مام نے رکھائی و تلخی سمیت ٹوکا۔

''حرام نہیں ہے جانتا ہوں مگر حلال ایسا ضرور ہے جسے رب نے بھی ناپسند کیا، آیت پتر تمہیں ہم سے جو بھی شکایت ہے آج کھل کر بتاؤ خود.....''

''یہ آپ کے بیٹے کے ساتھ بس کے نہیں آئی جو شکایات بیان کرے، صاف اور سیدھی بات ہے کہ آپ کا بیٹا میری بیٹی کے قابل نہیں ہے، آپ لوگوں کی چالاکی و مکاری کا شکار یہ اس وقت کی گئی جب محض ایک سال کی تھی، ساری عمر میں اسے ناکردہ گناہ کی سزا نہیں بھگتنے دے سکتی۔''

مام اتنا بھڑکیں کہ لگی لپیٹے بغیر شروع ہوئیں، معیز کے ضبط کی انتہا ہوئی تھی وہ بپھرے ہوئے انداز میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس سے باپ کی بے بسی و بے چارگی مزید نہیں دیکھی جا سکتی تھی۔

''اگر آپ کی بیٹی اتنی کم عمری میں ہماری چالاکی و مکاری کا شکار ہوئی تو آپ چچا سے اپنی شادی کو کیا نام دیں گی؟ آپ نے ان سے ہر رشتہ تڑوایا چھڑوالیا، انہیں وقت تو ہماری فیملی میں سے کوئی آپ سے آپ کا شوہر اور اپنا بیٹا مانگنے نہیں آیا تھا، اب بھی صبر کریں، کیونکہ میں کسی قیمت پہ آپ کا من پسند فیصلہ نہیں کروں گا۔''

آیت جواسے کچھ حیران نظروں سے دیکھنے لگی تھی بغیر کسی تاثر کے دوبارہ سر جھکا گئی، مام کا چہرا البتہ قہر و غضب کی تصویر بن گیا تھا۔

''اس کا مطلب تم آسانی سے نہیں مانو گے، تو ٹھیک ہے، پھر اگلی ملاقات کورٹ میں ہوتی ہے، اگر تمہیں اپنے بڑوں کی عزت اچھالنے کا اتنا ہی شوق ہے تو.....'' اب کی بار انہوں نے معیز کو صاف دھمکی دی اور آخری بار تو خاص کر تایا جان کو مشتعل کرنے کو کی تھی۔

''آیت پتر تو کیوں خاموش ہے، اصل فیصلہ ہی تو نے کرنا ہے، خدا کی قسم اب اگر تو کہہ دے کہ تجھے بھی تمہاری ماں کا فیصلہ ہی قبول ہے تو میں اسی وقت معیز سے وہ سب کروا دوں گا، یہ سچ ہے کہ ہم عدالت نہیں جانا چاہتے، معیز کو اسی مقصد کے لئے لے کر آیا ہوں میں۔'' انہوں نے بالکل اچانک بہت بڑی بات کہہ دی تھی، ماحول میں سناٹا چھا گیا۔

''بولو آیت، بتاؤ انہیں کہ تم طلاق چاہتی ہو۔'' مام نے بہت جوش میں آتے اسے اکسایا، آیت کچھ دیر ہونٹ بھینچے بیٹھی رہی تھی پھر ایک دم سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی، مام کے چہرے کا رنگ اڑ گیا، تایا جان البتہ مطمئن نظر آنے لگے تھے، معیز الجھن کا شکار لگتا تھا۔

''ضد چھوڑ دیں بھابھی بیگم آپ بھی، آیت کیا چاہتی ہے آپ کو سمجھ جانا چاہیے۔'' تایا جان جیسے از سر نو جی اٹھے تھے، بہت خوشدلی سے بھاوج کو سمجھانا چاہا مگر وہ تو زخمی ناگن کی طرح بل کھا

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

رہی تھیں۔
''شٹ اپ بڈھے، اب تم یہاں سے فی الفور دفعان ہو جاؤ۔'' وہ مٹھیاں بھینچ کر چلائیں، معیز کا چہرا ضبط کی کوشش میں دہک کر انگارہ ہو گیا، تایا جان اس کا ہاتھ اپنے کانپتے سرد پڑتے ہاتھ میں دبوچے کھینچتے ہوئے وہ وہاں سے نکال لائے تھے۔

☆☆☆

عشق کے ساتھ جائی بھی لگی رہتی ہے
چاند کے ساتھ سمندر بھی سفر کرتا ہے
ہم تجھے چاہنے نکلے تو محبت کے سمندر بھی بہت دور تلک
ساتھ چلے
کائناتوں کا تعلق ہے بہت آپس میں
خواہش خاک پہ کرتی ہیں اثر
اور دعائیں بھی بہت دستکیں دیتی ہیں
ہواؤں کی طرح
ہم ہواؤں میں تجھے چھوتے ہیں
ہم فضاؤں میں تجھے چومتے ہیں
ہم خلاؤں میں تجھے دیکھتے ہیں
ہم تو خود اپنے بھی اندر کرتے ہیں تجھے بہت ہی محسوس
جب سے ہم دکھ کی ریاضت کے خطاوار ہوئے
یہ ریاضت بھی تو دیتی ہے جواب
ایک خلقت کہ ہمیں ڈھونڈتی ہے
اک اداسی کہ ہمیں پوجتی ہے
اور کوئی سکھ ہمیں چھوتے ہوئے ڈر جاتا ہے
رات کے ساتھ بیابان بھی چل پڑتے ہیں
دشت میں ہجر کے آسیب نکل پڑتے ہیں
وصل سے وصل کی مانند یہاں
ہجر سے ہجر جڑا رہتا ہے
منسلک ہے یہاں ہر شے ہر اک دوسری شے
ہم تجھے چاہنے نکلے تو محبت کے سمندر بھی
بہت دور تلک ساتھ چلے

رات کا دوسرا پہر شروع ہونے کو تھا اور اس کی آنکھوں سے نیند غائب تھی، سخت بے چینی کے عالم میں وہ بستر پہ کروٹیں بدلتا تھا اور کبھی اٹھ کر اندھیرے میں ہی سگریٹ سلگا کر کش لگانے لگتا، اسے اپنا آپ بھی اس سگریٹ جیسا لگ رہا تھا، بے معنی ایک کش سے چند ایک کش سے اپنا وجود کھو

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کر راکھ میں تبدیل ہو جانے والا، وہ سوچ رہا تھا، سلگ رہا تھا، وہ اتنا بودا اتنا کمزور کیوں کر ثابت ہوا یا وہ لڑکی ہی اتنی زور آور تھی کہ لمحوں میں اسے جھلسا کے رکھ گئی، اس کے لمس میں ایسی طاقت تھی کہ وہ جل کر خاکستر ہونے میں پل بھر نہیں لگا سکا۔

دادی نے حکم دیا تو اسے صندلین کو ڈرائیونگ سکھلانے میں کیا عار تھی بھلا، مگر اس عمل کے دوران وہ کیسے یکلخت اس کی قربتوں میں آ گئی تھی، اتنا نزدیک کہ اس کے حسن کی چکاچوند نے شیر خان کی آنکھیں چندھیا دیں، قیمتی پرفیومز اور باڈی سپرے میں مہکتی وہ لڑکی جو اسے ایک نوکر ایک ملازم سے بڑھ کر حیثیت نہیں دینا پسند کرتی تھی اس کا دل دھڑکانے لگی، اس کی آنکھوں کو ایسے سپنے بخش گئی جن کی کوئی تعبیر نہیں تھی، وہ لمس تھا کہ کوئی چنگاری جس کی آنچ براہ راست دل پہ اثر کرتی تھی اور وہ خاک میں تبدیل ہوتا چلا جا رہا تھا۔

اس کا وجود بے معنی ہو گیا ہر طرف صندلین چھا گئی، وہ اپنی حیثیت پہچانتا تھا جبھی سٹپٹا گیا، گھبرا گیا، بہتری جان چھڑاتا بہانے بناتا مگر صندلین پہ تو جیسے کوئی دھن سوار ہو گئی تھی ڈرائیونگ سیکھنے کی، شیر خان کو لگتا وہ جتنا اس کے قریب ہوتی جا رہی ہے شیر خان اس حد تک اس کی محبت میں غرق ہوتا جا رہا ہے۔

یہ محبت ایک ایسی مصیبت تھی جس سے وہ نکل نہیں پا رہا تھا، اس کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا، اسے قطعی سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کرے، ایسا کیا کرے کہ اس عذاب سے اس کی جان چھوٹ جائے اور سب کچھ پہلے جیسا نارمل ہو جائے، مگر اب شاید یہ ممکن تھا، جب اس نے خود کو بالکل لاچار پایا تو ایک حتمی نتیجے پہ پہنچ گیا۔

یہ طے تھا کہ اسے اس کٹھن کانٹوں بھرے رستے پہ مزید آگے نہیں چلنا تھا، اس کی زندگی برباد ہو جائے ایسا وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا، اپنے گھر کا وہ نہ صرف سربراہ تھا بلکہ واحد کفیل بھی تھا، بہت چپکے سے اس نے اپنا سامان باندھا تھا اور رات کے کسی پہر بنا کسی کو بتائے اس گھر اور نوکری کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا، نوکری اور مل سکتی تھی، اس مصیبت سے جان چھڑانے کا اس کے پاس اور کوئی حل نہیں تھا۔

گو کہ ایسا کرتے ہوئے اس کا دل بہت سسکا تھا، محبوب سے دائمی جدائی عقل کا فیصلہ تھی، دل کو تو اب عمر بھر یونہی سسکنا تھا، دل پہ دھیان دینے کے اس کے حالات نہیں تھے، اپنا سامان کاندھے پہ ڈال کر اپنی طرف سے بہت مطمئن ہو کر وہ نکلا تھا کہ اب گھر کی دونوں خواتین سو چکی ہوں گی مگر اس وقت اس کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی جب اسے لان کی سیڑھیاں اترنے سے قبل ہی کسی نے پیچھے سے اچانک بازو سے پکڑ لیا تھا۔

''ہوں..... تو چوری کر کے بھاگ رہے ہو، یہ ہے تمہاری اصلیت، بتاؤ مچاؤں شور؟ دکھا دوں تمہاری اصل شکل دادو کو؟'' وہ صندلین تھی جو جانے کیوں اب تک جاگ رہی تھی، شیر خان کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے یا اس کا، وہ ساکن کھڑا رہ گیا۔

''اب واپس چلو اندر، شاباش، میں تمہیں اپنے کمرے کی کھڑکی سے کب کی دیکھ رہی تھی، سامان ضرور چیک کروں گی تمہارا کہ کیا چرایا ہے تم نے۔'' وہ تھانداروں کے انداز میں بول رہی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

تھی۔

''یہ رہا تمہارا خزانہ بی بی صاحب، مجھے جانے دو۔'' اس کی بک بک سے عاجز آتے شیر خان نے گٹھڑی اٹھا کر پٹخی اور اپنا بازو اس سے چھڑوانا چاہا مگر صندلین تو اس کے بازو سے چپک کر رہ گئی، ایسے گویا ہرگز بھی اسے بھاگتے نہ دے گی، یہ دہری افتاد تھی جس میں شیر خان مبتلا ہوا، اسے لگا اس کا وجود اس جادوگرنی کے حسن کے سحر سے مائع بن کر پگھلتا اس کے قدموں میں ڈھیر ہوتا جا رہا ہے۔

''یہ خوب رہی، مگر مسٹر مجھے جاتے چور کی لنگوٹی نہیں چور چاہیے سمجھے۔'' وہ اسی طرح اس کے بازو کو سینے سے دبوچے غرائی، شیر خان جو جل رہا تھا جھلس رہا تھا ایک زوردار جھٹکا مار کر اپنا بازو چھڑوالیا۔

''ام کہیں نہیں بھاگا جا رہا، نہ ام چور اے، آپ سامان کی تلاشی لے لو۔'' وہ خشک انداز میں کہہ کر سگریٹ سلگانے لگا تو صندلین پہلے تو ہونق سی ہوئی پھر جیسے چمک کر بولی تھی۔

''کبھی چور نے بھی مانا کہ وہ چور ہے، میں ہرگز نہیں بخشنے والی، اٹھاؤ یہ گٹھڑی اور لگو آگے۔'' وہ بارعب انداز میں کہہ رہی تھی، شیر خان نے کچھ دیر کچھ سوچا پھر سامان اٹھا لیا اس کا رخ اپنے کمرے کی جانب تھا، صندلین پیچھے پیچھے تھی۔

''کھولو اسے، میں تمہارے باپ کی نوکر نہیں ہوں جو اسے کھولوں، نہ اتنی بے وقوف کہ تم مجھے اس کام میں مگن کر کے خود فرار ہونے کی کوشش کرو۔'' اسے گھورتے ہوئے وہ ایسے بولی گویا خود کو بہت عقل مند سمجھ رہی ہو، بڑا فخریہ انداز تھا، اس کا جانے کون سا کارنامہ انجام دے لیا ہو، شیر خان نے بغیر تردد کے گٹھڑی کھول دی، اس کا بستر اور کپڑے، صندلین کو خاصی زیادہ مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک کہ اس کے کپڑے اور بستر تک جھاڑ لیا مگر کچھ برآمد نہ ہو سکا۔

''اس کا مطلب مجھے گھر کا جائزہ لینا چاہیے، خاص کر زیورات اور نقدی کا۔'' اپنی خفت مٹانے کو وہ ایسے بولی کہ شیر خان کو اس پہ ہنسی آنے لگی۔

''اگر جائزہ لینا ضروری ہے اتنا تو بس یہ تسلی کر لیں کہ آپ موجود ہیں، امارا خیال ہے آپ سے بڑھ کر یہاں کچھ قیمتی نہیں کہ چرانے کا دل کرے۔'' اس کی زبان جانے کیسے پھسل گئی، صندلین کی عقل دانی اتنی نہیں تھی کہ یہ بات اس میں سما جاتی جبھی اسے گھورتے ہوئے غرائی تھی۔

''بک بک نہیں کرو، اگر تم کچھ چرا کے نہیں لے جا رہے تھے تو اس طرح بھاگنے کی وجہ؟'' شیر خان نے اس سوال کے جواب میں سرد آہ بھرتے سر جھکا لیا، بولا کچھ نہیں تو صندلین نے ایک دم اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

''میں تمہیں بخشوں گی نہیں، اگلوا کے دم لوں گی۔'' وہ خاصی چڑچڑی ہو رہی تھی، شیر خان عجیب مشکل میں گرفتار ہوا، نظر اٹھانے پہ وہ قیامت ڈھاتی قریب تھی نظر جھکانے پہ اس سے بچاؤ پھر بھی ممکن نہ تھا۔

''ام یہ نوکری نہیں کرنا چاہتا، بس اتنی بات ہے۔'' اس کا انداز چڑچڑا ہونے لگا، صندلین بھونچکی رہ گئی۔

''مگر کیوں؟'' اب شیر خان اسے کیا بتاتا کہ کیوں۔

''ام آپ کو پہلے بھی بتا چکا کہ ام تمہارا غلام نہیں ہے بی بی صاب اپنی مرضی کا مالک ہے، نہیں کرنا چاہتا تو بس نہیں کرنا چاہتا، آپ سوال جواب کرنے والا کون ہوتا ہے۔'' وہ اتنا غصیلا ہوا کہ اس سے گریبان چھڑوا کر اس کے گویا گلے پڑ گیا، صندلین کچھ خائف سی ہو گئی۔

''اب جاؤ اپنا کمرے میں، کسی نے آپ کو اتنا تمیز نہیں سکھلایا کہ جوان مرد چاہیے نوکر ہی ہو یوں اس کے پاس تنہائی میں یوں منہ اٹھا کر نہیں آ جاتا۔'' اس کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا، صندلین خائف سی ہو کر کچھ پیچھے ہوئی۔

''تمہارا دماغ تو درست ہے شیر خان، یہ تم کیسے بات کر رہے ہو مجھ سے؟'' صندلین کو بہت توہین محسوس ہوئی تھی، جلتی پیشانی سہلا کر بولی۔

''امارا دماغ خراب ہو گیا ہے، آپ جاؤ اپنا کمرے میں۔'' اب کے وہ چیخا، صندلین ایسی گھبرائی کہ الٹے قدموں پلٹ کر دروازے سے نکل گئی، شیر خان جلتی آنکھوں پہ ہاتھ رکھے وہیں نیچے بیٹھ گیا، اس کا دماغ ہی نہیں پورا وجود سلگ رہا تھا، اسے قطعی سمجھ نہیں آ رہی تھی ایسا کیا کرے کہ اس مشکل سے نکل جائے۔

☆☆☆

دل تیرے بعد مسلسل کسی وحشت میں رہا
ایسے جھنجھلایا ہوا جیسے کوئی آندھی ہو
راہ میں آئی ہر اک شے کو الٹ مارتا ٹھکراتا ہوا
کیا خبر تھی کہ طبیعت ہی بدل دیتے ہیں یہ ہجر و فراق
ہم مزاجی میں تضادات کے پہلو نکل آتے ہیں بڑی سرعت سے
وصل بارش ہے تو پھر دھوپ بھی ہے
ہجر صحرا ہے مگر ڈھونڈنے پڑتے ہیں شجر
چاندنی رات کوئی روز نہیں آ جاتی
تیرگی جاتی نہیں دن میں بھی
ریت پر پاؤں دھریں دشت اڑاتا ہے مذاق
شام کو ساتھ رکھیں پل میں الجھ پڑتی ہے
اور ہوا طنز میں ڈوبی ہوئی آلگتی ہے
گیت بے زاری بڑھا دیتے ہیں
رنگ بے کار کیے رکھتے ہیں
بارشیں کچھ بھی نہیں کہتی تو بڑھ جاتی ہیں
کچھ اور بھی ویرانی سی
ساعتیں تازہ خراشوں کی طرح
ذہن کا ننگا بدن تلخ کیے رکھتی ہیں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

انگلیاں مڑتی ہیں مفلوج مریضوں کی طرح
درد کو جیسے کسی درد کی دہشت سے رہائی نہ ملے
دل تیرے بعد مسلسل کسی وحشت میں رہا

اس کی آنکھیں سرخ تھیں، انگاروں کی طرح دہکتی ہوئیں، رات بھر بھی وہ سو نہیں سکی تھی، تایا جان کا بے بس مجبور چہرا تایا جان کا کب تھا، وہ تو پپا تھے، اس کے عزیز از جان پپا، وہ پپا کو دکھ کیسے دے دیتی، وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی، وہ انہیں دکھ نہیں دے سکتی تھی اور مما.....

مام کے سامنے وہ ایسی لاچار تو کبھی نہ ہوئی تھی جیسی اب نظر آنے لگی تھی، مام کیا سمجھتیں، اس کی مجبوری کو مام کیا سمجھتیں، اپنی مجبوری بس وہ خود جانتی تھی، اپنے کمرے میں آئے اسے ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی، جب مام دندناتی ہوئیں پھر اس کے سر پہ آ چڑھی تھیں۔

''تمہاری زبان سل گئی تھی؟ کیوں نہیں بکی تم کہ تمہیں، آیت میں کتنی پٹیاں پڑھا کے لے کر گئی تمہیں مگر تم نے۔'' انہوں نے دانت پیسے، ان کا بس نہیں چل رہا تھا گویا آیت کا گلا دبا دیں، وہ اب بھی کچھ نہیں بولی تھی، سر جھکائے بار بار آنکھوں میں آ جانے والے آنسو صاف کیے گئی۔

''تمہارے دل میں جو بھی ہے، تم مجھے ایک بار ہی بتا دو۔'' انہوں نے جیسے صبر کا گھونٹ بھرتے ہوئے تلخی و ترشی سے کہا، آیت ایک دم انہیں دیکھنے لگی، ان کا چہرا ضبط کی کوشش میں سرخ تھا، اس نے بے بسی سے ہونٹ کاٹے۔

''مام۔'' وہ ہچکچاتے ہوئے انگلیاں چٹخانے لگی۔

''ہاں بولو۔'' مام نے جیسے خون کا گھونٹ بھرا۔

''وہ.....'' اس نے زبان دبالی، یوں گویا ایک دم ارادہ بدل دیا ہو۔

''بولو۔'' مام چلائیں، آیت کا رویہ انہیں ہیجان میں مبتلا کر رہا تھا، آیت نے سر زور سے جھٹکا۔

''مم..... مجھے..... پلیز آپ تھوڑا ٹائم دے دیں۔'' پلکیں اٹھاتی گراتی وہ از حد مضطرب نظر آ رہی تھی، مام اسے گھورنے لگیں۔

''پھر..... پھر کیا ہوگا، تمہارا من پسند فیصلہ کہ تم اس اوباش کے ساتھ رخصت ہو جاؤ گی۔'' وہ دھاڑیں، آیت نے ایک دم ہونٹ بھینچ لئے۔

''آپ کی مرضی کا فیصلہ کروں گی مام، ٹرسٹ می۔'' اس کے انداز میں لجاجت تھی، مام اسے گھورے گئیں۔

''پلیز مام پلیز۔'' وہ اٹھ کر ان کے سامنے اس قدر عاجزی سے بولی تھی کہ انہوں نے گہرا سانس بھرتے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

''ٹھیک ہے، مگر یاد رہے میں تمہیں کسی صورت اس لفنگے کے ساتھ نہیں بھیجوں گی۔'' انہوں نے اسی سابقہ تنفر سمیت کہا، آیت نے یوں سکھ کا سانس بھرا تھا گویا عارضی سہی مگر سر سے بلا ٹلی تو تھی، ممی کو گئے ابھی چند لمحے ہوئے تھے کہ چہرے پہ پریشانی کے سب آثار لئے اسد اس کے پاس چلا آیا تھا۔

NAGAR AZEEM
www.paksociety.com

''مجھے پتا چلا ہے تاؤ جان اور معیز بھائی آئے تھے۔'' آیت نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا اور محض سر ہلا دیا تھا۔

''کس لئے؟''

''جس نے تمہیں یہ اہم اطلاع دی اس نے وجہ نہیں بتائی۔'' آیت کے لہجے میں ہلکی سی چبھن در آئی، اسد ٹھٹک کر اس کی شکل دھیان سے دیکھنے لگا، پھر متاسفانہ سانس کھینچتے ہوئے اس کے بالکل سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''مجھے ایک بات سچ بتاؤ آیت کیا تم ایشال کو ناپسند کرتی ہو؟'' وہ بہت دھیان سے اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھا، آیت نے کاندھے جھٹکے۔

''میری اس سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے، تمہیں پسند ہے یہ کافی ہے۔'' اسد اسے دیکھتا رہ گیا، پھر ہنکارا بھر کے اگلا اہم سوال اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

''اور معیز بھائی؟'' آیت کو اس سے شاید اس سوال کی توقع نہیں تھی، بے ساختہ نظریں چرا گئی۔

''نوبت یہاں تک پہنچ گئی آیت، کہ مام نے خلع کا کیس دائر کر دیا، تمہیں اندازہ ہے کہ اس نوٹس کے ملنے پہ حویلی میں کیسا طوفان آچکا ہے۔'' اسد کے انداز میں تاسف بھرا ہوا تھا، آیت ابھی بھی کچھ نہیں بولی، اس کی یہ خاموشی ایسا سربستہ راز تھی جس سے پردہ اٹھانا اسد کو لازم لگ رہا تھا۔

''کیا تم واقعی معیز بھائی سے شادی نہیں کرنا چاہتی ہو آیت، اگر نہیں تو یہ ضرور مجھے بتانا ان میں کمی کیا ہے، پڑھے لکھے ہیں، ویل آف ہیں، اچھی جاب ہے اور کیا چاہیے؟ میں تو ایشال میں اتنا انوالو ہوں کہ اسے چھوڑنے کا تصور بھی محال لگتا ہے، یہاں تک فیصلہ کر چکا ہوں کہ اگر مام نے زیادہ اڑی کی تو میں مام کو چھوڑ سکتا ہوں مگر ایشال کو نہیں، لیکن آیت، یہ تب ہی ممکن ہو سکے گا اگر تم اس رشتے کو بحال رکھو گی، یو نو واٹ، وٹہ سٹہ میں سب سے بڑا پرابلم ہی یہ ہوتا ہے، ایک رشتہ ختم ہوا تو دوسرے کو توڑنے کی ضرورت نہیں رہتی، وہ خود ہی ٹوٹ جاتا ہے۔'' اس کے لہجے میں دکھ بھرا ہوا تھا، آیت کو احساس ہوا وہ واقعی ایشال سے بہت محبت کرتا ہے، اسے عجیب سے احساس نے گھیر لیا، ایسی اپنائیت ولگاوٹ اور محبت کا مظاہرہ اس کے لئے کبھی معیز کی طرف سے نہیں ہوا تھا، حالانکہ ان کا تو نکاح بھی ہو چکا تھا۔

''تم کچھ بولتی کیوں نہیں ہو؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم ایسی تو نہیں تھیں، خاص کہ مام کے معاملے میں تم کبھی ایسی لاچار اور بے بس نہیں تھیں۔'' اسد جو اس کے جواب کا منتظر تھا، اس کی مہیب چپ سے عاجز ہو کر بولا تھا، آیت کی آنکھوں میں نمی پھیلتی چلی گئی، وہ اسے کیا کہتی ہونٹ کاٹتی رہی، اسد نے اس کے دونوں ہاتھ نرمی سے تھام لئے۔

''کیا دکھ ہے تمہیں آیت، مجھے لگ رہا ہے تم اندر ہی اندر گھلتی جا رہی ہو، میں بھائی ہوں تمہارا میرے سامنے اپنا دل ہلکا کر لو۔'' وہ اس کے برس پڑنے والے آنسوؤں کو محبت سے پونچھ رہا تھا، آیت نے سرد آہ بھری تھی۔

''تم ٹھیک سمجھے اسد، مام کے معاملے میں ایسی نہیں میں جیسی ہو گئی ہوں، دراصل محبت کی

جدائی نے مجھے حراساں کر ڈالا ہے، مجھے تو تمہارے مام اور پپا کے علاوہ کسی سے محبت ہی نہیں تھی، پپا اور مام کی لڑائی میں میں ہمیشہ پپا کا ساتھ دیتی تھی مگر اس روز جب معیز کی وجہ سے گھر میں جھگڑا شروع ہوا میں نے زندگی میں پہلی بار مام کی طرفداری کی اور تم گواہ ٹھہرے کہ میں نے پپا کو کھو دیا۔'' بات ادھوری چھوڑ کر وہ سسکتی رہی تھی، کتنی دیر بولنے کے قابل نہ ہو سکی۔

''میں معیز کے نام سے بھی واقف نہ تھی، اچانک اس کے ساتھ ایسے گہرے تعلق کی موجودگی نے مجھے دھچکا پہنچایا تھا، اور جو مام نے اس کا نقشہ کھینچا ظاہر ہے میں اسے پسند تو نہیں کر سکتی تھی مگر جب اسے دیکھا اچھی شکل کا ہونے کے باوجود مجھے بہت گھمنڈی محسوس ہوا، یہی وجہ تھی کہ میں اس کے لئے کبھی دل میں نرم گوشہ محسوس نہ کر سکی، تمہیں معلوم ہے جس روز پپا کی ڈیتھ ہوئی اس سے ایک شب قبل پپا میرے کمرے میں آئے تھے، مجھ سے بہت سی باتیں کیں اور پھر معیز کے حوالے سے اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ میں معیز کے ہمراہ ایک اچھی اور بہترین زندگی گزاروں گی، وہ مجھ سے وعدہ لے چکے ہیں اسد کے میں کبھی معیز سے علیحدگی اختیار نہیں کروں گی اور اب ممی ممی کے سامنے میں اسی لئے بے بس ہو چکی ہوں کہ پپا کو کھو کر میرے اندر مزید جدائی کا حوصلہ نہیں رہا، مجھے ڈر لگتا ہے کہیں پپا کی طرح مام بھی، اپنی بھی کچھ نہ ہو جائے، یا وہ خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا لیں اسد، میں نے کہا نا مجھ میں حوصلہ نہیں ہے۔''

وہ ایک دم اس کے شانے پہ سر رکھ کے زار و قطار روئے گئی تھی، اسد بالکل خاموش بیٹھا تھا۔

☆☆☆

(جاری ہے)

شگفتہ شگفتہ ـــــ رواں دواں

ابن انشاء

اچھی کتابیں

پڑھنے کی عادت ڈالیں

اردو کی آخری کتاب	خمار گندم	دنیا گول ہے
آوارہ گرد کی ڈائری	ابن بطوطہ کے تعاقب میں	چلتے ہو تو چین کو چلیے
نگری نگری پھرا مسافر	دخل در معقولات	بقلم خود

نسیم اکیڈمی چوک اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 37310797

تم سے جدا نہیں

ہما راؤ

عامر نے بمشکل اپنی خوشی سنبھالی۔

''او کے تو کل ملتے ہیں۔'' ماہا نے کہا۔

''ہاں ضرور۔'' عامر نے کہا ماہا نے دو پل اسے دیکھا۔

''تو اب آپ جائیں کل تفصیلی بات ہو گی۔'' ماہا نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''او کے میں جا رہا ہوں، گڈ نائیٹ۔''

''گڈ نائیٹ۔'' ماہا نے کہا اور عامر جیسے آیا تھا اسے ویسے ہی لوٹ ماہا عامر کو جاتے ہوئے دیکھا وہ خوشی سے جھومتا ہوا جا رہا تھا جیسے کسی نے اسے یہ کہہ دیا ہو کہ کل تمہیں چاند مل جائے گا، ماہا مسکرا دی اور کھڑکی بند کی۔

دراصل اس نے وہ کھڑکی بند کر دی تھی وہ کھڑکی جہاں سے وہ روشان کو دیکھا کرتی تھی اور گھنٹوں آس کھڑکی کے سامنے بیٹھی انتظار کیا کرتی تھی، کبھی کبھی انسان کو آگے بڑھنا ہی پڑا ہے ہم جب تک حرکت میں ہیں زندہ ہیں جمو موت ہے اور ماہا ابھی زندہ تھی، اب وہ جینے ک فیصلہ کر بیٹھی تھی شاید یہ ہی درست فیصلہ تھا۔

☆☆☆

صنم اور روشان ناشتے کے ٹیبل پر بیٹھے تھے آج آفس سے آف تھا اس لئے دونوں کا موڈ نارمل تھا۔

''کیا خیال ہے آج شاپنگ کرنے چلیں۔'' صنم نے پوچھا۔

''آپ پوچھا نہ کریں محترمہ حکم دیا کریں۔'' روشان نے پیار سے کہا۔

''تو چلتے ہیں۔'' صنم نے مسکرا کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' صنم نے کہا روشان نے اس کا ہاتھ پکڑا وہ مسکرا کر متوجہ ہوئی۔

''صنم اب ہمیں بچوں کے بارے میں سوچنا چاہیے، دیکھو کتنی خاموشی ہے گھر میں، جب

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

مکمل ناول

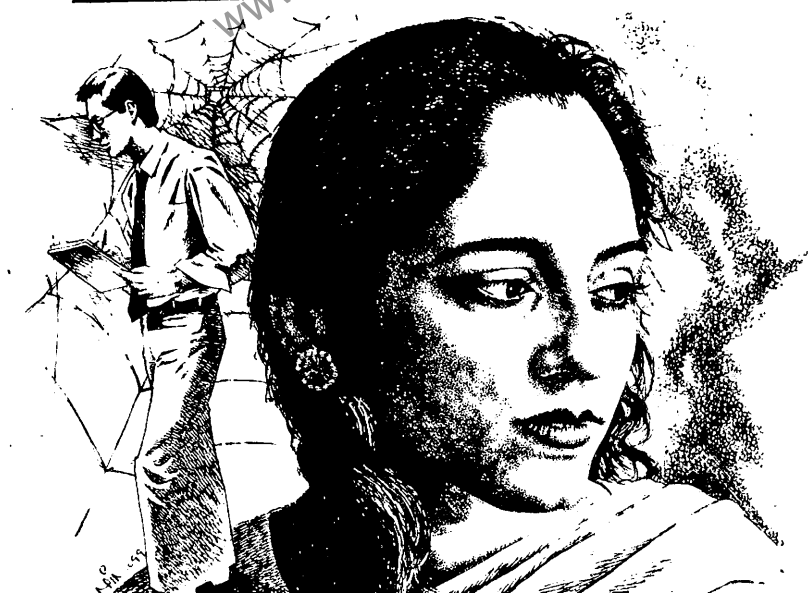

تم بھی نہیں ہوتی تو مجھے اس خاموشی سے وحشت ہونے لگتی ہے۔'' روشان نے اپنے دل کی بات کرتے ہوئے کہا۔

''بچے؟ روشان یہ خاموشی نہیں سکون ہے، ابھی اسے برباد نہیں کرتے ہم۔'' صنم نے نارمل انداز میں کہا اپنا ہاتھ روشان کے ہاتھ سے الگ کیا اور کپ میں چائے ڈالنے لگی۔

''برباد کرنے سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا تمہیں بچے نہیں پسند؟'' روشان نے فکرمند ہو کر پوچھا جیسے جواب کا اندازہ ہو گیا ہو۔

''سچ کہوں تو کچھ خاص نہیں اور چھوٹے بچے اُف، وہ روتے ہیں تنگ کرتے ہیں، سات آٹھ کے سال کے بچے پھر بھی ٹھیک ہیں کاش ایسا ہوتا کہ بچے پیدا ہوتے ہی جلدی سے بڑے ہو جاتے یا کوئی پال کر دے دیتا، تب بہت آسانی ہوتی میں تو ابھی اس سب کے لئے تیار نہیں ہوں۔'' صنم نے تو اس انداز سے جواب دیا جیسے کسی آفت کی بات کر رہی ہو، وہ اٹھی اور جانے لگی۔

''صنم؟'' روشان نے پکارا۔

''ہاں۔'' وہ پلٹی۔

''میں چاہتا ہوں اب ہماری اولاد ہو جائے۔'' روشان سنجیدہ تھا صنم نے اسے دو پل دیکھا۔

''صرف تمہارے چاہنے سے ایسا نہیں ہو گا۔'' صنم بھی سنجیدہ تھی۔

''تو تم ایسا کیوں نہیں چاہتی؟'' روشان غصے میں نہیں تھا حیران تھا ان کی شادی کو دو سال ہو گئے تھے کیا اب بھی ان کی اولاد آنے کے لئے یہ وقت ٹھیک نہیں تھا۔

''روشان یہ وقت میری لائف کا قیمتی ترین وقت ہے ابھی تو ہم سیٹل ہوئے ہیں، تمہیں سچ میں لگتا ہے کہ جو روٹین ہے ہماری اس میں ایک بچے کے لئے وقت نکل سکتا ہے ہم دونوں جاب پہ جاتے ہیں ایک ویک اینڈ ہی فری ہوتا ہے تم آن تم غور تو کرو اس بات پہ۔'' صنم کا انداز سمجھانے والا تھا۔

''تو تم ایک دو سال کے لئے نوکری چھوڑ دو we don,t have money problems میں اتنا تو کما ہی لیتا ہوں کہ ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔'' روشان نے کوئی غلط بات نہیں کی تھی اور نا ہی اس کا انداز غلط تھا، صنم کو اچانک سے بہت غصہ آ گیا۔

''تو یہ بات ہے۔'' وہ غصے سے بولی۔

''کون سی بات؟'' روشان اس کی بات سمجھا نہیں۔

''تم میرے قدموں میں زنجیر ڈالنا چاہتے ہو تم چاہتے ہو میں گھر بیٹھ کر تمہارا بچہ پالوں، نوکری چھوڑ دوں اپنے خواب چھوڑ دوں بلکہ جینا ہی چھوڑ دوں اور میری زندگی برباد ہو جائے۔'' صنم نے مستقبل کی پیشن گوئی نہایت ہی خطرناک انداز میں کی۔

''واٹ؟ پاؤں کی زنجیر، میرا بچہ..... کیا وہ بچہ صرف میرا ہو گا؟'' اب روشان بھی بدک گیا۔

''میں کچھ نہیں جانتی، مجھے بچہ نہیں چاہیے کم سے کم بھی پانچ سال تک۔'' صنم نے آخری فیصلہ سنا دیا۔

''پانچ سال؟'' روشان حیران رہ گیا۔

''ہاں..... اور اگر تمہیں اتنا ہی شوق ہے بچے پیدا کرنے کا تو تمہیں مجھ سے نہیں اپنی اس کزن سے شادی کرنی چاہیے تھی جو تمہاری محبت میں اتنی دیوانی تھی کہ ہر سال بچہ پیدا کر دیتی تمہیں، پر میں اس جیسی نہیں ہوں۔'' صنم نے غصے سے کہا۔

WAQAR ZEEM
www.pakistanipoint.com

''کیا تم مجھ سے محبت نہیں کرتی؟'' روشان نے ایسے پوچھا جیسے اگر صنم نے غلطی سے بھی نا کہہ دیا تو وہ مر جائے گا۔

''ہاں مجھے تم سے محبت ہے، پر کوئی جنونی یا طوفانی قسم کی محبت نہیں، میں تمہاری محبت میں خود کو نہیں بھول سکتی روشان میرا یہ وقت میرے لئے اہم ہے میں خود کو تو نہیں بھول سکتی ناں، اس سب کو میری نظر سے دیکھنے کی کوشش کرو۔''

''We are not ready for this'' صنم نے سمجھانے والے انداز میں قدرے پیار سے کہا تھا روشان چپ تھا، صنم نے دو پل اسے دیکھا۔

''Let,s get ready''

''باہر چلتے ہیں۔'' صنم نے نارمل انداز میں کہا اور تیار ہونے چلی گئی۔

روشان نے اسے جاتے ہوئے دیکھا اس کے دماغ میں صنم کی باتیں گردش کر رہی تھی روشان سمجھ گیا تھا کہ وہ صنم کو اس موضوع پر منا نہیں سکے گا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو صنم کا ردعمل مختلف ہوتا۔

روشان کی نظروں کے سامنے ایک پل کو ماہا کا چہرہ آیا اس نے سر جھٹک کر یاد کو جھٹکنے کی کوشش کی اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

عامر اور ماہا ایک اوپن ائیر ہوٹل میں بیٹھے تھے یہ ترکی کا مشہور ہوٹل تھا، جو ایک خوبصورت جھیل کے کنارے بنا ہوا تھا آس پاس زیادہ لوگ نہیں بیٹھے تھے، دونوں بہت خوبصورت لگ رہے تھے خاص کر ماہا کیونکہ آج اس کے چہرے پر ایک پرسکون سی مسکراہٹ تھی، وہ بہت مطمئن تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟'' ماہا نے پوچھا عامر تو ماہا کو دیکھتے ہوئے کہیں کھو ہی گیا تھا ماہا کی آواز پر چونک کر متوجہ ہوا۔

''یہ خواب ہے۔'' عامر نے پوچھا نہیں بتایا تھا، پر انداز پوچھنے والا تھا جیسے خود اسے یقین نا آ رہا ہو۔

''نہیں یہ سچ ہے۔'' ماہا نے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔

''شکریہ۔'' عامر نے مسکرا کر کہا۔

''کس لئے؟ میں نے ابھی ہاں تو نہیں کہا۔'' ماہا نے ایک طرف دیکھ کر شرارت سے کہا۔

''تو کہہ دیں۔'' عامر جانتا تھا ماہا کا یہاں تک آ جانا ہاں ہی تھا ورنہ وہ تو عامر کی بات کا جواب بھی سو بار سوچ کر دیتی تھی۔

''ایسے ہی کہہ دوں؟'' ماہا نے پوچھا۔

''اب یہ ایسے ہی نہیں رہا دو سال تک تڑپایا ہے آپ نے مجھے، اب کیا اور تڑپانا ہے؟''

''ویسے کیا لگتا ہے آپ کو کہ میں تیاری کر کے نہیں آیا۔'' عامر نے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک رنگ کی ڈبی نکالی جسے کھول کر اس کا رخ ماہا کی طرف کر کے ٹیبل پہ رکھا، یہاں تک تو ٹھیک تھا پر وہ اچانک کھڑا ہوا اور لوگوں کو متوجہ کرنے لگا۔

''عامر......؟'' ماہا نے اسے حیران ہو کر پکارا۔

وہ ترکش میں بول رہا تھا ماہا سمجھ چکی تھی کہ وہ کیا بول رہا ہوگا۔

''سب متوجہ ہوں آج میری زندگی کا سب سے خوبصورت دن ہے یہ میری دوست ہے اور اب ہم نے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، یہ بہت خوبصورت ہے پر ذرا غصے والی ہے دعا کریں کہیں اچانک سے مکر نہ جائے۔'' سب

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ہنس دیئے اور دعائیں دینے لگے۔
عامر نے ماہا کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کا ہاتھ تھام کر ٹیبل سے دور اور ہال کے درمیان میں لے کر آیا سب لوگ ان کی طرف متوجہ تھے ماہا نروس ہو رہی تھی۔
''عامر...... یہ سب۔'' ماہا نے کہا ہی تھا۔
''کم آن ماہا اپنے بچوں کو سنانے کے لئے ہمارے پاس کوئی دلچسپ کہانی تو ہونی ہی چاہیے، میرا ساتھ دیں۔'' عامر نے کہا اور ماہا کے سامنے گھٹنوں پر بیٹھا ماہا کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا یہ تو سچ میں اک خواب ہی لگ رہا تھا۔
''Maha the love of my life, will you merry me?'' عامر نے پیار سے پوچھا اور ماہا کا ہاتھ مانگا، ماہا نے گہری سانس لی۔
''Yes!'' ماہا نے کہا ہی تھا کہ سب نے ایک ساتھ تالیاں بجائی جیسا عامر نے کہا تھا اس نے اس لمحے کو خاص بنا دیا تھا، عامر نے ماہا کو اپنے نام کی انگوٹھی پہنا دی، ماہا نے نوٹ کیا کہ عامر کی آنکھوں میں خوشی کے آنسوؤں کی نمی تھی۔
''آپ ٹھیک ہیں؟'' ماہا نے فکر مند ہو کر پوچھا۔
''Thank you'' عامر نے ایسے کہا جیسے ماہا نے اسے مرنے سے بچا لیا ہو، اب ماہا نہیں بولی بس ماہا کے دل نے گواہی دے دی کہ اس کا فیصلہ غلط نہیں تھا۔
دنیا کی اس بھیڑ میں وہ درست انسان سے ٹکرائی ہے، قسمت نے پہلی بار اس پہ نگاہ کرم کر دی ہے، ماہا نے عامر کی حنا بی بی سے بات کروائی اس نے سوچا تھا کہ ابھی صرف تعارف کروا دے گی یہ عامر تو ایسا مگن ہوا باتوں میں جیسے وہ حنا بی بی کو سالوں سے جانتا ہے اور ان کو وہاں آنے کی دعوت بھی دے دی بلکہ کہہ دیا کہ وہ ٹکٹ بھیج رہا ہے اور وہ بس آنے کی تیاری کریں، حنا بی بی اس سے بات کر کے بہت خوش ہوتی، عامر اور ماہا کار میں تھے۔
''او کے اب کیا کرنا ہے لسٹ بنا لیں، آنٹی تو آ رہی ہیں اور کسی کو بلانا چاہو تو بتا دو کوئی دوست یا کوئی اور رشتے دار۔'' عامر تو انتہا کی جلدی میں تھا۔
''اور کوئی نہیں ہے میرا۔'' ماہا نے کہا ہی تھا کہ۔
''ارے اب ہم ہیں نا آپ کے اور کیا چاہیے؟'' عامر نے خوش ہو کر کہا۔
''میرا دوست کہاں گیا آپ تو ایک دم بدل گئے۔'' ماہا نے قدرے ناراض ہو کر کہا۔
''دوست یہاں ہی ہے ویسے دوست سمجھا تھا کیا؟'' عامر نے پوچھا۔
''ظاہر ہے کیوں آپ کو کیا لگا؟'' ماہا نے پوچھا اب وہ عامر سے کھل کر بات کر رہی تھی۔
''مجھے لگا تھا کہ تم مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتی اور تو اور اب تو کبھی یاد بھی نہیں کرو گی یہ میں بچپن سے بہت خوش قسمت ہوں اور آج مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے۔'' عامر نے خوشی سے کہا ماہا نہیں بولی کیونکہ اسے لگتا تھا کہ وہ خوش قسمت نہیں ہے۔
''Hey اب یہ سب نہیں چلے گا، پنگا لیا ہے نا تو نبھانا بھی پڑے گا۔'' عامر نے مسکرا کر کہا ماہا بھی مسکرا کر متوجہ ہوئی۔
''ٹھیک ہے۔'' ماہا نے کہا ہی تھا کہ۔
''مذاق کر رہا ہوں، تم جیسی ہو ویسی ہی رہو بس اس مسکراہٹ کو اپنے چہرے سے جدا نہ کرنا باقی میں ہوں نا میں سب سنبھال لوں گا۔'' عامر نے ماہا کا ہاتھ پکڑ کر کہا اور عامر حیران تب ہوا

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

جب ماہا نے بھی اس کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھا۔

''مجھے آپ پر یقین ہے۔'' ماہا نے دل سے کہا۔

''میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں ماہا اتنی کہ میں بتا بھی نہیں سکتا، پر تمہیں محسوس کروا سکتا ہوں، بس دیکھتی جاؤ۔'' عامر نے کہا اور دونوں ہنس دیئے۔

عامر اور ماہا کی شادی میں حنا بی بی شریک تھی ان کی شادی ترکی میں ہی بہت دھوم دھام سے ہوئی دونوں خوش تھے۔

عامر کی فیملی نے ماہا کو شہزادیوں کی طرح ٹریٹ کیا ساری رسمیں کی گئی، عامر نے اپنا ایک الگ فلیٹ پہلے سے ہی خرید رکھا تھا دونوں وہاں شفٹ ہو گئے اور حنا بی بی نے ماہا کو رخصت کر دیا۔

☆☆☆

ماہا اپنے کمرے میں دلہن کے روپ میں بیڈ پر بیٹھی تھی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی عامر ابھی وہاں نہیں آیا تھا۔

(قسمت نے میری راہ بدلوا دی ہے، یہ رستہ نیا ہے منزل بھی اور میرا ہمسفر بھی دیکھتے ہیں اب راہیں مجھے کہاں لے جاتیں ہیں) ماہا نے خود سے کہا اور آس پاس دیکھا۔

کمرہ بہت خوبصورت تھا ماہا کو پتہ چلا تھا کہ یہ ساری سجاوٹ عامر نے خود کی ہے مایا آس پاس دیکھ ہی رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی ماہا سمجھ گئی کہ عامر ہے پر دستک کیوں دے رہا تھا۔

ماہا سمجھ گئی کہ شاید ادب آداب میں آ کر اندر آنے سے پہلے دستک دی گئی ہے ماہا اپنا لہنگا ٹھیک کر کے متوجہ ہوئی اب دستک دے کر لوگ اندر آتے ہیں پر عامر نہیں آیا اور پھر سے دستک ہوئی۔

اب ماہا چونکی کہ کیا وہ کسی ٹیچر کی طرح ''کم آن'' کہے تب عامر اندر آئے گا، ایسا کہنا کتنا عجیب لگے گا، پر ابھی کوئی اور آپشن نہیں تھا، پر ماہا نے کم آن نہیں کہا۔

''آ جائیں۔'' ماہا نے کہا پر اب بھی کوئی اندر نہیں آیا یہ باہر عامر ہی تھا کہ کوئی اور تھا ماہا دروازے کی طرف متوجہ تھی کہ اسے عامر کی آواز سنائی دی۔

''ماہا؟'' عامر نے تو ایسے پکارا تھا جیسے عامر کسی پہاڑ سے نیچے لٹک رہا ہو اور اس نے مدد کے لئے پکارا ہو۔

ماہا فوراً اٹھی اور دروازے تک گئی دروازہ کھولا تو اسے عامر نہیں ایک بہت بڑا باکس نظر آیا وہ حیران ہوئی پر سمجھ گئی کہ اس باکس کو عامر نے ہی اٹھا رکھا تھا پر وہ باکس اتنا بڑا تھا کہ عامر کے سر سے بھی اونچا تھا۔

''سائیڈ پلیز۔'' عامر نے کہا آواز سے محسوس ہوا کہ وہ باکس شاید خاصہ بھاری تھا، ماہا سامنے سے ہٹ گئی اور دروازہ بند کیا، عامر نے باکس کو بیڈ پر رکھ کر سکھ کا سانس لیا۔

''مار ڈالا اس نے مجھے۔'' عامر نے تیکھے سے انداز میں کہا۔

''پر یہ ہے کیا؟'' ماہا آگے بڑھی۔

''بتاتا ہوں پہلے میں اپنی دلہن کو جی بھر کر دیکھ تو لوں، ادھر آؤ۔'' عامر نے ماہا کا ہاتھ پکڑا اور اسے پیاری بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

''ماشاء اللہ میں صدقے اپنے نصیبوں کے۔'' عامر نے خوشی سے کہا۔

''تمہیں پتہ ہے تم اس دنیا کی سب سے خوبصورت دلہن ہو اور میں سب سے خوش قسمت

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

انسان جس کو اس کی محبت مل گئی ہے، بس تمہیں دیکھتا رہوں اور ساری زندگی گزر جائے۔'' عامر بولتا جارہا تھا اور ماہا چپ چاپ سن رہی تھی۔

''جانتا ہوں تم کچھ نہیں بولو گی، شرما جو رہی ہو۔''

''رائٹ؟'' عامر نے پوچھا ماہا نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلا دیا۔

وہ شرما نہیں رہی تھی وہ حیران تھی یہ ہی سارے لفظ یہ ہی باتیں تو وہ سننا چاہتی تھی یہ رات یہ وقت یہ لمحے اس نے جس خواب جیسی کہانی میں جینے کی تمنا کی تھی وہ اس میں ہی تھی فرق صرف اتنا تھا کہ کہانی کا مرکزی کردار بدل چکا تھا۔

''ویسے یہ آپ کیا اٹھا لائے؟'' ماہا نے بات کی تھی پر دراصل اس نے بات بدلی تھی۔

''یہ.....؟ یہ تو تمہارا منہ دکھائی کا تحفہ ہے۔'' عامر نے نارمل انداز میں کہا۔

''کیا؟'' ماہا حیران تھی تحفہ ہے تک تو ٹھیک تھا تحفہ تو عامر کو اسے دینا ہی چاہیے تھا پر اتنا بڑا تحفہ۔

''اور اس میں کیا ہے؟'' ماہا نے ایسے پوچھا جیسے عامر کہہ دے گا کہ اس میں تمہارے خواب ہیں۔

''یہ پوچھو اس میں کیا نہیں ہے اس میں بہت کچھ ہے، وہ ساری چیزیں جن سے تمہیں خود کو میرے لئے سجانا ہے کپڑے، زیور، سب کچھ۔''

''پر اتنی ساری چیزیں۔'' ماہا حیران ہوئی عامر ماہا کا ہاتھ تھامے بیٹھا اور دو پل اسے دیکھا۔

''میرا بس چلتا نا تو میں تمہیں یہ سب نہیں بلکہ چاند لا دیتا ستارے، رنگ، خوشبو، خواب اور خوشیاں جمع کر کے تمہارے دامن میں ڈال دیتا۔'' عامر نے پیار سے کہا۔

''مجھے نہیں پتہ تھا آپ کا ایکسٹرا سبق شاعری کا تھا۔'' ماہا نے کہا۔

''محبت شاعری سکھا دیتی ہے ماہا محبت تو جینا سکھا دیتی ہے اور میں جانتا ہوں تمہیں ابھی نہیں ہے محبت مجھ سے، پر بہت جلد ہو جائے گی۔'' عامر نے یقین سے کہا ماہا نے جواب نہیں دیا۔

عامر نے اس کے چہرے کو تھوڑی سے پکڑ کر دھیرے سے اوپر کیا اور ماہا کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

''ہے نا؟'' عامر نے امید سے سوال کیا۔

''ہاں۔'' ماہا نے ہاں میں سر ہلا کر یقین تو دلا دیا پر وہ جانتی تھی کہ شاید ایسا نہیں ہوگا وہ عامر سے محبت نہیں کر پائے گی یہ اس نے رشتہ نبھانے کی قسم کھائی تھی۔

وہ اس رشتے کو اس کا حق دینے کو تیار تھی، عامر بہت اچھا انسان تھا وہ اسے کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی تھی۔

☆☆☆

دو سال بعد۔

صبح کے نو بج رہے تھے یہ ایک خوبصورت گھر تھا عامر نے فلیٹ بیچ کر ایک خوبصورت گھر خرید لیا تھا، جسے ماہا اور عامر نے مل کر سجایا تھا جہاں وہ دونوں بہت خوش تھے۔

ماہا نے کروٹ لی تو اسے گلاب کے پھولوں کی خوشبو نے اپنی طرف کھینچا، آج ماہا کی سالگرہ نہیں تھی نہ ہی ان کی شادی کی سالگرہ تھی، یہ تو عامر کی محبت تھی جو اسے روز صبح ان گلابوں کی شکل میں اپنے سائیڈ ٹیبل پر پڑی ملتی تھی، ماہا نے ہاتھ بڑھا کر پھول اٹھا لئے اور ان کو گلے سے لگا لیا۔

ان دو سالوں میں عامر نے ماہا کو اتنی محبت دی تھی کہ ماہا نے ہر دن خود کو خوش قسمت کہا تھا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

عامر جتنا اچھا انسان تھا اس سے زیادہ اچھا شوہر ثابت ہوا تھا ماہا پر غصہ کرنا یا ناراض ہونا تو بہت دور کی بات تھی وہ تو ماہا سے اتنی محبت کرتا تھا کہ زندگی کا ہر دن کسی خوبصورت خواب کی طرح گزر رہا تھا۔

محبت ایسی ہی ہوتی ہے جہاں محبت ہو وہاں خوشیاں ہوتی ہیں ہم جس سے محبت کرتے ہیں اسے دکھ نہیں دے سکتے۔

ماہا فریش ہو کر باہر آئی تو عامر ٹیبل پر بیٹھا علی کو ناشتہ کروا رہا تھا علی اب دس ماہ کا ہو گیا تھا۔

''گڈ مارننگ۔'' عامر نے مسکرا کر کہا ماہا نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا وہ دونوں ہی تو اس کی کل کائنات تھے۔

''ہیلو مس کہاں کھو گئی آپ؟'' عامر نے پکارا ماہا چونک کر مسکرائی اور آگے بڑھی عامر کے سامنے بیٹھی اور علی کو پیار کیا۔

''یہ دیکھو آج اس نے ایک نئی بات سیکھی ہے۔'' عامر نے کہا اور دونوں علی کی طرف متوجہ ہوئے۔

''علی بیٹا کہو ماما۔'' عامر نے کہا اور اگلے ہی پل علی بولا۔

''پاپا۔''

''پاپا نہیں ماما۔''

''ماما۔'' عامر نے کہا۔

''پاپا۔'' وہ اپنی معصوم آواز میں بولا۔

''دیکھو اسے کب سے ماما کہنا سکھا رہا ہوں اور یہ موصوف پاپا پر ہی اٹک گئے ہیں۔'' عامر کی اس بات پر ماہا مسکرا دی۔

''ماما۔'' عامر حیران ہوا اور دونوں ہنس دیئے۔

''ابھی سے شرارتیں کرتے ہو ہمارے ساتھ بالکل اپنی ماما پر گئے ہو۔'' عامر نے علی کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

''ارے میں کب شرارتیں کرتی ہوں۔'' ماہا نے فوراً عامر کو ٹوکا۔

''یہ ہی تو بات ہے آپ شرارتیں کرتی ہی نہیں، اب تو کر لیں۔'' عامر کا لہجہ معنی خیز تھا ماہا کی آنکھیں پھیلی اور اس نے نظریں پھیر لیں۔

''میں تو خود سے شرارتیں کر کر کے تھک گیا ہوں اب تم بھی.....'' عامر بول رہا تھا کہ۔

''بس بھی کرو بچہ سن رہا ہے۔'' ماہا نے عامر کی بات کاٹی۔

''بچہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔'' عامر نے یاد دلانے والے انداز میں کہا۔

''پر ہے تو بہت سمجھ دار کیا پتہ سب سمجھتا ہو آپ پر جو گیا ہے۔'' ماہا نے کہا۔

''ہاں پوائنٹ تو ہے اس نیلی آنکھوں والے بھالو کو ہلکا نہیں لینا۔'' عامر نے علی کو دیکھ کر کہا اس کی آنکھیں عامر جیسی تھیں علی نے بھی ایسا تاثر دیا جیسے وہ جناب سب سمجھتے ہیں۔

''چلو تیار ہو جاؤ ماہا آج سنڈے ہے شاپنگ کرنے چلتے ہیں۔'' عامر نے علی کو اٹھا کر کہا۔

''اوکے۔'' ماہا نے کہا، ان دونوں کی زندگی میں سب ٹھیک تھا، وہ بہت خوش تھے۔

☆☆☆

حنا بی بی نے اچانک کمرے کی کھڑکیوں پر سے پردے ہٹائے تو روشان چونک کر جاگا۔

''امی پردے گرا دیں پلیز۔'' روشان نے آنکھوں پہ بازو رکھ کر کہا۔

''دوپہر کے دو بج رہے ہیں کب تک سوتے رہو گے؟'' حنا بی بی نے یاد دلایا۔

''جاگ کر کرنا بھی کیا ہے؟'' روشان نے کہا آج اسے پاکستان آئے چھ ماہ ہو گئے تھے وہ

WAQAR ZEEM
www.pakistanipoint.com

جاب پر بھی چار ماہ پہلے ہی جانا شروع ہوا تھا، ورنہ بس سارا دن اپنے کمرے میں پڑا رہتا یا سویا رہتا، حنا بی بی بیٹھی اور روشان کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

''بیٹا کب تک اس کی غلطی کی سزا خود کو دیتے رہو گے؟'' حنا بی بی نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

روشان نے آنکھیں کھولی اور اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھوم گیا جب اس نے صنم کو اپنے پاس کے ساتھ اس کی کار میں بیٹھ کر کہیں جاتے دیکھا تھا۔

(روشان کی حالت غیر ہو چکی تھی وجود کانپ رہا تھا اور شاید بی پی ہائی ہو چکا تھا رات کے گیارہ بج رہے تھے باہر طوفانی بارش ہو رہی تھی اور شاید طوفان آ چکا تھا۔

جب سے اس نے صنم کو اپنے بوس آرتھر کے ساتھ جاتے دیکھا تھا صنم کا فون بند تھا اور وہ اب تک گھر نہیں آئی تھی۔

صنم کا خودسری بھرا رویہ، بچے پیدا کرنے سے انکار بار بار کی بحث اور طعنے کہ روشان اس پر حکومت چاہتا ہے روشان یہ سب برداشت کرتا آیا تھا شاید مزید بھی برداشت کر سکتا تھا، پر اسے ڈر تھا کہ صنم کچھ ایسا نہ کر بیٹھی ہو جو وہ برداشت ہی نہ کر سکے سب جانتے تھے کہ آرتھر کس قسم اور نیت کا انسان تھا۔

اس کے ساتھ کسی لڑکی کا ہونا صرف ایک بات کی طرف اشارہ کرتا تھا، صنم کا بند نمبر اور اب تک گھر نہ آنا روشان کو اس بات کے بارے میں سوچنے پر ہی مجبور کر رہا تھا۔

وہ اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا کہ دروازے میں ہلچل ہوئی صنم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور سامنے روشان کو کھڑا دیکھ کر کسی مجرم کی طرح چونکی۔

''تم ابھی تک سوئے نہیں؟'' اس کا لہجہ بھی کانپ رہا تھا روشان نے اسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا، صنم کی حالت کچھ بکھری ہوئی لگ رہی تھی۔

''کہاں تھی تم؟'' روشان نے دو ٹوک سوال کیا۔

''آفس اور کہاں ہونا تھا مجھے۔'' صنم کہتی ہوئی آگے بڑھی اور پرس ایک طرف رکھا۔

''یہاں تک کس کے ساتھ آئی ہو؟'' روشان نے پوچھا۔

''آف کورس کیپ میں آئی ہوں موسم اتنا خراب ہے اس لئے تو لیٹ ہو گئی۔'' صنم روشان سے منہ موڑے کھڑی تھی وہ اس کے پاس گیا اور اچانک اسے کاندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

''یہ کیا کر رہے ہو روشان؟'' صنم چونکی۔

''تم کہاں تھی؟'' روشان نے پھر سے سوال کیا۔

''روشان چھوڑو مجھے، مجھے درد ہو رہا ہے۔'' روشان کی گرفت بہت سخت تھی۔

''پہلے میرے سوال کا جواب دو تم آرتھر کے ساتھ کہاں گئی تھی؟'' روشان نے جیسے ہی کہا صنم چونکی اور اس کے گناہ کے سائے اس کی آنکھوں میں نظر آنے لگے۔

''بولو۔'' روشان اچانک پوری شدت سے چلایا۔

''چھوڑو مجھے روشان..... اور چھوڑ دو مجھے۔'' صنم نے جیسے ہی کہا روشان نے اچانک اسے چھوڑ دیا وہ سب سمجھ گیا تھا۔

''ہاں..... مجھے آزاد کر دو۔'' صنم نے کہا اسے کوئی ندامت نہیں تھی وہ کیسے کھڑی تھی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

روشان کے سامنے جیسے کچھ بھی نا ہوا ہو۔

''مجھے تم سے طلاق چاہیے۔'' صنم کی آواز بجلی گرجنے کی آواز کے ساتھ مل کر روشان کے اعصاب پر حملہ آور ہوئی تھی، وہ گناہ کر چکی تھی اب آزاد ہونا چاہتی تھی اور روشان نے اسے آزاد کر دیا۔

وہ کچھ عرصہ وہاں اس شہر میں ہی رہتا رہا، حنا بی بی کو یہ کہتا رہا کہ سب ٹھیک ہے جیسے خود کو تسلی دی جاتی ہے، لاش کے سامنے بیٹھ کر اس سے بولنے کی امید کی جاتی ہے۔

روشان بھی یہ ہی کرتا رہا اور پھر لوٹ آیا، اب چھ ماہ سے وہ اپنی بے وفا محبت کا ماتم منا رہا تھا، روشان اٹھ کر بیٹھا حنا بی بی نے اسے دیکھا کیا حالت بنالی تھی اس نے اپنی۔

''خود کو سنبھال لو روشان جو ہونا تھا ہو چکا۔'' حنا بی بی نے سمجھایا، ان کے لئے روشان کو ایسے اداس دیکھنا بہت مشکل تھا، روشان نے جواب نہیں دیا۔

''میں کھانا لا رہی ہوں تم فریش ہو جاؤ۔'' حنا بی بی روم سے باہر چلی گئی اور روشان بس سامنے کسی نقطے کو گھورتا رہ گیا۔

☆☆☆

رات کا وقت تھا لاؤنج میں ٹی وی آن تھا پر اس کی آواز میوٹ کی گئی تھی، کیونکہ علی عامر کی گود میں سو گیا تھا عامر اسے سلانے چلا گیا اور ماہا کچن میں آ کر ڈنر کے برتن دھونے لگی۔

کچھ دیر بعد اسے اچانک ایک انگلش گانے کی آواز سنائی دی کسی نے چینل بدلہ تھا ماہا نے پلٹ کر دیکھا تو عامر کچن کے دروازے میں کھڑا تھا، ماہا نے دو پل اسے دیکھا اور جیسے وہ سمجھ گئی کہ عامر کیا کہنے والا ہے۔

''آج نہیں۔'' ماہا نے کہا اور پھر سے برتن دھونے لگی کہ عامر آگے بڑھا۔

''چھوڑو یہ سب صرف دو ماہ رہ گئے ہیں حسن کی شادی میں تمہیں وانہ (کپل ڈانس) سکھاتے سکھاتے میں خود بھول جاؤں گا، چلو میرے ساتھ پریکٹس کرو۔'' عامر نے کہا اور ماہا کو ہال میں لے کر آیا۔

عامر کے فرسٹ کزن کی شادی کے بعد ایک بڑی ڈانس پارٹی تھی جس کے لئے عامر ماہا کو وانہ سکھانا چاہ رہا تھا پر ماہا کو اس ڈانس کی سائنس سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔

''عامر..... وہ دیکھے اس معصوم کا کیا قصور ہے۔'' ماہا نے عامر کے پاؤں کی طرف اشارہ کر کے کہا جس پر پریکٹس کرتے ہوئے ماہا دوبارہ غلطی سے پاؤں رکھ بیٹھی تھی۔

''مجھ معصوم کا کیا قصور ہے، میں تمہارے ساتھ وہ ڈانس کرنا چاہتا ہوں۔'' عامر نے مسکین سی شکل بنائی۔

''عامر کل سیکھ لوں گی ابھی دو ماہ ہیں۔'' ماہا نے ایسے کہا جیسے دو ماہ بہت لمبا عرصہ ہے۔

''جو تمہارا حال ہے نا، دو ماہ کیا دو سال بھی کم ہیں، چلو اچھے بچوں کی طرح میری بات مانو۔''

''یہ ہاتھ یہاں رکھو۔'' عامر نے ماہا کا ہاتھ پکڑا کہ اپنے کاندھے پر رکھوایا اور اپنا بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کیا۔

''اب دیکھو یہ ایک یہ دو ایسے۔'' عامر نے ماہا کو پاؤں کی حرکت سمجھائی اور دونوں پریکٹس کرنے لگے۔

ماہا اپنے قدموں کی طرف دیکھتے ہوئے ابھی تک تو ٹھیک ہی کر رہی تھی۔

''ماہا نیچے نہیں میری طرف دیکھو میری آنکھوں میں۔'' عامر نے کہا۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

''تمہاری طرف دیکھوں گی تو دھیان بٹ جائے گا عامر۔'' ماہا نے اسے اپنی مشکل سے آگاہ کیا۔

''تو کیا ایسے ڈانس کرو گی ایسا لگ رہا کچھ کھو گیا ہے جیسے تم زمین پر تلاش کر رہی ہو۔'' عامر کو جو جیسا لگ رہا تھا اس نے کہہ دیا ماہا رکی۔

''مجھ سے نہیں ہو گا۔'' ماہا نے ہار ماننے والے انداز میں کہا۔

''ہو گا میری ماہا کچھ بھی کر سکتی ہے۔'' عامر نے ہمت بڑھانے والے انداز میں کہا۔

''اچھا جی؟'' ماہا مسکرائی اور اب ڈانس کرتے ہوئے عامر کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش بھی کرنے لگی۔

''ہاں تم سب کر سکتی ہو بس مجھ سے محبت نہیں کرتی۔'' عامر سنجیدہ ہوا۔

''کیا؟'' ماہا چونکی جیسے سنا نہ ہو۔

''مذاق کر رہا ہوں۔'' عامر ہنس دیا۔

''ایک تو یہ مذاق۔'' ماہا نے کہا اور غلطی سے اس کا پاؤں پھر سے عامر کے پاؤں پر آ گیا۔

''مار ڈالا مجھے۔'' عامر چونکا اور دور ہٹ گیا۔

''سوری سوری زیادہ تو نہیں لگی۔'' ماہا شرمندہ ہوئی۔

''نہیں ٹھیک ہوں میں۔'' عامر نے کہا دونوں صوفے پر بیٹھے۔

''نکمی ہوں میں۔'' ماہا نے خود کو کوسا۔

''نہیں ماہا تم نکمی نہیں ہو مسئلہ یہ ہے تم اس طرف دھیان نہیں دے رہی۔''

''میں دھیان دے تو رہی ہوں۔'' ماہا نے کہا وہ فوکس کر رہی تھی۔

''نہیں ایسے نہیں کرنا، تمہیں میری آنکھوں میں دیکھنا ہے اور میوزک کے ساتھ میری بانہوں میں ایسے کھو جانا ہے جیسے ساری دنیا ہماری محبت کا جشن منا رہی ہے اور ہم صرف ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے ہیں۔'' عامر نے کہا شاید وہ ماہا کو صرف ڈانس نہیں یہ کرنا سکھانا چاہ رہا تھا، پر محبت کرنا سکھایا نہیں جا سکتا اور عامر یہ بات جانتا تھا۔

''کوشش کروں گی۔'' ماہا نے اتنا کہہ کر بات ختم کر دی کیونکہ وہ بھی بات سمجھ گئی تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' عامر نے مسکرا کر کہا۔

''پاؤں ٹھیک ہے؟'' ماہا نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

''نہیں۔'' عامر نے کہا۔

''کیا؟'' ماہا چونکی۔

''ہاں تم زرہ اپنا وزن کم کرو۔'' عامر نے سنجیدہ ہو کر کہا اور ماہا نے حیران ہو کر منہ کھولا ہی تھا کہ عامر بھاگ اٹھا اور ماہا pillows اٹھائے اس کے پیچھے بھاگی گھر ان کی مسکراہٹوں سے گونجنے لگا۔

☆☆☆

حنابی بی نے کھانا لگا دیا تھا روشان کو بلانے آئی تو روشان اپنے کمرے میں نہیں تھا جبکہ انہوں نے خود اسے اپنے کمرے میں جاتے دیکھا تھا آفس سے آتے ہی وہ اپنے کمرے میں چلا جاتا اور پھر صبح ہی باہر آتا تھا حنابی بی بہت پریشان بھی تھی پر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

حنابی بی کی آہٹ پر چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

''تم یہاں ہو، میں کب سے تمہیں تلاش کر رہی ہوں۔''

''میں بھی کسی کو تلاش کر رہا ہوں۔'' روشان نے جیسے خود سے کہا۔

''کیا مطلب؟'' حنابی بی اس کی بات سمجھ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

نہیں۔

"کچھ نہیں۔" روشان اب کچھ نارمل لگا۔

"آ جاؤ۔" حنا بی بی نے کہا۔

"جی چلیں۔" دونوں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے جب روشان نے کہا۔

"ماہا کی شادی میں گئیں تھیں آپ؟" حنا بی بی کو روشان کا ماہا کا اچانک سے پوچھنا عجیب لگا وہ تو جیسے اسے بھول ہی گیا تھا۔

"ہاں گئی تھی میں۔" حنا بی بی نے سیدھے سوال کا سیدھا جواب دے دیا۔

"کیسی تھی وہ؟ خوش تھی۔"

"خوش تو نہیں ہو گی بے چاری۔" روشان نے سوال کرتے ہی خود ہی جواب بھی دے دیا، حنا بی بی نے اسے حیران ہو کر دیکھا روشان کا انداز خود کو تسلیاں دینے والا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، وہ بہت خوش تھی اور اب بھی بہت خوش ہے ماشاءاللہ ایک بیٹا ہے اس کا اور عامر ایک بہت محبت کرنے والا انسان ہے۔"

"اس کی زندگی میں سب ٹھیک ہے خدا کا بہت کرم ہے۔" حنا بی بی نے آرام سے بات کی۔

"آپ مجھ سے ناراض تھی ناں امی، جب میں نے صنم سے شادی کی آپ نے مجھے دل سے دعائیں نہیں دی تھیں میں نے آپ کا دل دکھایا تھا۔" روشان شرمندہ تھا، اس نے سر جھکا لیا حنا بی بی نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

"ماں کبھی اپنے بچوں سے ناراض نہیں ہوتی، تمہاری خوشی چننے کا حق تھا تمہیں پر تمہاری خوشی ماہا کا غم بن گئی اور میں اسے کبھی بھی اس حال میں دیکھنا نہیں چاہتی تھی، وہ کتنا روئی تڑپی، اس کے وہ آنسو وہ سوال، خیر جو ہونا تھا سو ہو گیا تم پرانی باتوں کو یاد کر کے خود کو دکھ نہ دو۔" حنا بی بی نے پیار سے سمجھایا۔

"اس کو دکھ دینے کی ہی سزا ملی ہے مجھے، جو دکھ میں نے اسے دیا اس سے بھیانک دکھ ملا ہے مجھے میری محبت بھی ناکام ہو گئی، اس نے بددعا نہ بھی دی ہو پر اس کے آنسو اور آہیں لگ گئیں مجھے۔" روشان جیسے خود سے باتیں کر رہا تھا وہ بے حد شرمندہ تھا اس کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

"یہ میں نے کیا کیا، کسی کے محبت بھرے دل کو توڑ دینا گناہ ہے اس کی ہی سزا ملی ہے مجھے۔" روشان نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"روشان سنبھالو خود کو، جو قسمت میں لکھا تھا وہ ہی ہوا تم دونوں ایک دوسرے کا نصیب تھے ہی نہیں اب یہ سب بھول جاؤ اور سنبھالو خود کو۔" حنا بی بی نے تسلی دی۔

اور روشان نے ہاں میں سر ہلایا کہ وہ ٹھیک ہے پر وہ ٹھیک نہیں تھا اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے کیا کھو دیا اور شاید اسے ماہا کے ٹوٹے دل سے نکلی آہ لگ گئی تھی۔

☆☆☆

ماہا کچن میں کھڑی کھانا بنا رہی تھی، اب اس نے عامر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا جو کب سے اس کے سامنے کھڑا اسے کہیں کھو جانے والے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے عامر؟ ایسے کیوں دیکھ رہے ہو مجھے؟" ماہا نے پوچھا۔

"سوچ رہا ہوں کہ تم میری کس نیکی کا صلہ ہو، کون سے والے خواب کی تعبیر ہو، کس دعا کی آمین ہو۔" عامر نے نہایت ہی خوبصورتی سے کہا تھا۔

"جناب تو شاعر ہو گئے ہیں۔" ماہا عامر کے پاس سے گزری کہ عامر نے اس کا ہاتھ پکڑا اور

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

اسے کھینچ کر اپنے قریب کر لیا۔
''کیا اب بھی نہیں ہوتا؟'' عامر نے ماہا کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا، ماہا جواباً کچھ نہیں بولی۔
دو پل گزرے۔
''سارے رومانس کا بیڑ غرق کر دیتی ہو تم، اب تم بھی کچھ بولو۔'' عامر نے کہا۔
''کیا بولوں؟'' ماہا نے پوچھا جیسے اسے کوئی لفظ یاد ہی نا ہو۔
''یہ بھی میں بتاؤں؟'' عامر نے تیکھے سے انداز میں کہا۔
''بتا دیں گے تو کیا ہو جائے گا۔'' ماہا نے کہا اور عامر سے الگ ہو کر اپنے کام کی طرف پلٹی، عامر نے دو پل ماہا کو دیکھا۔
(پتہ نہیں یہ تمہاری عادت ہے یا بے زاری، وقت گزر رہا ہے پر تم بدل نہیں رہی، آخر کیوں تم میرے رنگ میں رنگ نہیں جاتی ماہا اظہار سے ڈرتی ہو یا اظہار کرنے کو کچھ ہے ہی نہیں) عامر نے دل میں کہا، وہ ماہا کی آواز پر چونکا۔
''پھر کھو گئے؟'' ماہا نے مسکرا کر کہا۔
''ہاں۔'' عامر نے کہا اور ماہا مسکرا دی۔
(جانے کیسی محبت ہے تمہاری عامر، ایک ایسے سمندر جیسی جس کے کنارے نہیں ہیں، یہ ختم ہوتی ہے نا کم، کیوں کرتے ہو تم مجھ سے اتنی محبت اور میں کیوں نہیں کرتی تم سے تم جیسی محبت) ماہا نے دل ہی دل میں کہا، دونوں علی کے رونے کی آواز پر چونکے ماہا جانے لگی کہ۔
''میں دیکھتا ہوں۔'' عامر نے کہا اور وہاں سے چلا گیا، عامر نے علی کو سنبھالنے میں ہمیشہ ماہا کا ساتھ دیا تھا بلکہ اپنے فرض سے زیادہ ہی کیا تھا وہ ایک بہت اچھا انسان، شوہر اور باپ تھا ماہا خوش تھی۔

☆☆☆

رات کے دو بجے کا وقت تھا۔
روشان کی آنکھوں سے نیند غائب تھی وہ بستر پر چت لیٹے چھت پر کسی نقطے کو غور رہا تھا اور اس کے دل و دماغ میں ماضی کی یادیں گردش کر رہی تھی۔
(نہیں سنبھال پا رہی ہوں میں خود کو، تم سنبھالو لو نا مجھے، کچھ نہیں مانگوں کی تم سے بس مجھے چھوڑ کر مت جاؤ، میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں روشان اتنی کہ میں تمہارے لئے جان بھی دے سکتی ہوں۔) ماہا کی آواز۔
''یہ پاگل ہو چکی ہے آپ ہی سنبھالیں اس کو۔'' روشان کی آواز۔
''ہاں تو اب کون سی دیر ہو گئی ہے وہ تو تمہارے عشق میں جوگن تھی مجھے یقین ہے اب بھی تمہارے نام پر بیٹھی ہو گی جاؤ جا کر کر لو اس سے شادی پر مجھے آزاد کر دو، اس کے حال پر بھی رحم کرو اور مجھے بھی بخش دو۔''
''مجھے کبھی تم سے محبت تھی ہی نہیں میں نے تو بس یہ سوچ کر تم سے شادی کر لی تھی کہ زندگی اچھی گزر جائے گی کیونکہ میں تمہیں اور تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو، مگر اب نہیں رہنا ہے مجھے تمہارے ساتھ۔'' صنم کی آواز۔
روشان اچانک اٹھ بیٹھا، اس کا گلہ خشک ہونے لگا، اچانک ماہا کی مسکراہٹ کی آواز اس کے آس پاس گونج گئی، روشان نے حیران ہو کر آس پاس دیکھا۔
''ماہا؟'' روشان نے اسے پکارا۔
اور اچانک وہ اسے کمرے کے ایک کونے میں کھڑی نظر آئی۔
''ماہا تم؟'' روشان آگے بڑھنے لگا کہ۔
''قریب مت آنا خواب ہوں ٹوٹ جاؤں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

گی۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا، وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

''مجھے معاف کردو۔'' روشان شرمندہ تھا۔

''اتنی آسانی سے؟ تم جانتے تھے، تم جانتے تھے نا کہ صنم تم سے محبت نہیں کرتی ہے پھر بھی تم نے اس کو ترجیح دی اور انجام تمہارے سامنے ہے۔'' ماہا نے کہا۔

''ہاں یہ ہی کیا تھا میں نے میں جانتا تھا کہ صنم مجھ سے محبت نہیں کرتی اور تم، تمہیں تو عشق ہے مجھ سے یہ میں خود غرض ہو گیا اور میں نے تمہاری نہیں اپنی محبت کو چن لیا۔'' روشان نے اقبال جرم کرنے والے انداز میں کہا، وہ ماہا ہنس دی اس کی آواز گونج رہی تھی۔

''اور اس نے کیا کیا، وہ تمہیں چھوڑ کر چلی گئی، اب کیا کرو گے؟ اس کی بے وفائی کا ماتم مناؤ گے یا میری ناقدری کرنے کا افسوس؟''

''کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟'' روشان نے بہت امید سے پوچھا۔

''نہیں۔'' ماہا نے صاف لہجے میں کہا اور ہنس دی جانے کیوں اچانک اس کے ہنسنے کی آواز بہت اونچی ہونے لگی اتنی کہ روشان کو اپنے کانوں پر ہاتھ رکھنا پڑا اور اچانک وہ چونک کر جاگا، اس نے دیکھا کمرے میں اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا، روشان نے اپنا سر پکڑ لیا، یہ پچھتاوے اس نے خود کمائے تھے، اب اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتا تھا؟

☆☆☆

ماہا کو بخار تھا اب موسم بدل رہا تھا اور ماہا نے موسم کے مطابق خود کو گرم کپڑوں سے کور نہیں کیا جس کے نتیجے میں اسے بخار ہو گیا۔

عامر علی کو نور بی بی کے پاس چھوڑ آیا تھا علی وہاں بہت خوش رہتا تھا۔

عامر سوپ کا پیالہ پکڑے روم میں داخل ہوا، ماہا جو کہ سامنے بیڈ پر نیم دراز تھی سوپ کو دیکھتے ہی بدک گئی۔

''نہیں میں نہیں پیوں گی۔'' ماہا کو سوپ سے نفرت تھی اور بخار کی حالت میں تو اس کا دل کچھ بھی کھانے کو نہیں کر رہا تھا۔

''ایسے کیسے نہیں پیو گی، چلو تیار ہو جاؤ۔'' عامر آگے بڑھا اور ماہا کے سامنے کرسی پر بیٹھا۔

''چلو..... کرو آ۔'' عامر نے ماہا کو بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے ہوئے کہا۔

''عامر نہیں پلیز۔'' ماہا نے التجاء کی۔

''ماہا تمہیں ٹھنڈ لگی ہے اور اس کا علاج صرف سوپ ہی ہے ورنہ تم جانتی ہو تمہارا بخار تمہاری طرح ڈھیٹ ہے 102 کراس کر گیا تو پھر نیچے مشکل سے ہی آتا ہے کم آن ضد نہیں کرو۔'' عامر نے پیار سے سمجھایا۔

''نہیں عامر۔'' ماہا پھر بھی نہیں مانی۔

''تم کیا چاہتی ہو ایسی حالت میں میں تم پر غصہ کروں پھر مانو گی۔'' عامر نے سنجیدہ ہو کر کہا ہی تھا کہ ماہا اچانک ہنس دی۔

''کیا ہی ہی ہی؟ میں نے مذاق کیا ہے کیا؟'' عامر اب بھی سنجیدہ تھا۔

''ہاں تو مذاق ہی تو کیا ہے، کہ غصہ کروں گا۔''

''آپ اور غصہ ہو ہی نہیں سکتا۔'' ماہا نے یقین سے کہا عامر مسکرا دیا۔

''ہاں ہے تو یہ سچ کہ میں چاہ کر بھی تم پر غصہ نہیں کر سکتا۔'' عامر نے ماننے والے انداز میں کہا اور ماہا کو سوپ پلانے لگا۔

''اور ایسا کیوں؟'' ماہا نے دلچسپی سے پوچھا۔

''i love you۔'' عامر نے نارمل انداز

MAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

میں کہا۔

''تو اس کا مطلب کبھی غصہ نہیں کرو گے مطلب کبھی غصہ آ بھی تو سکتا ہے، میں کوئی غلطی بھی تو کر سکتی ہوں، کیا تب بھی غصہ نہیں کرو گے؟'' ماہا نے اسے سوال کیا جیسے اگر اب بھی عامر نے کہا ہاں تو یہ بہت ہی عجیب سی بات ہو گی۔

''تم غلطی کر کے دیکھ لو، آزماؤ میری محبت کو، مجھ سے دور جا کر تو دیکھو، مرنا گیا تو بات کر.....'' عامر بول رہا تھا کہ۔

''ایسی باتیں نا کیا کرو عامر۔'' ماہا نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

''ہائے آج تو دل جیت لیا تم نے۔'' عامر کو ماہا کا اسے ایسے ٹوک دینا بہت اچھا لگا ماہا مسکرا دی۔

''اف آپ جناب کی یہ محبت۔'' ماہا نے اپنا سر پکڑا۔

''محبت ایسی ہی ہوتی ہے میری جان، خیر چلو اب یہ دوائی کھاؤ اور آرام کرو۔'' عامر نے ماہا کو دوائی کھلائی اور اس پہ کمبل ڈال کر جانے لگا کہ ماہا نے اس کا ہاتھ پکڑا وہ ماہا کی طرف پلٹا۔

''Thank you۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا۔

''کس لئے؟ For what۔'' عامر نے حیران ہو کر پوچھا۔

''مجھے اتنی محبت کرنے کے لئے۔'' ماہا نے کہا اس کے لہجے میں تشکر تھا۔

''اوہ.....اچھا.....کبھی ہمیں بھی شکریہ کہنے کا موقعہ دیں محترمہ۔'' عامر نے کہا ماہا جانتی تھی وہ مذاق کر رہا ہے، دونوں ہنس دیئے۔

''سو جاؤ۔'' عامر نے ماہا کی پیشانی پر بوسہ دیا اور لائٹ آف کر کے چلا گیا۔

☆☆☆

صبح کا وقت تھا ماہا نے آنکھیں کھولی اور ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے پھول اٹھا لئے۔

اب اس کی طبیعت ٹھیک تھی اس نے پلٹ کر دیکھا اور وہ سمجھ گئی کہ عامر اپنی جگہ پر نہیں سویا بلکہ رات بھر جاگ کر اس کا خیال رکھتا رہا وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتا تھا۔

ماہا فریش ہو کر باہر آئی تو عامر جو کہ اس کا ناشتہ لے کر روم میں آ رہا تھا اسے دیکھ کر رک گیا ٹرے ایک طرف رکھ کر آگے بڑھا۔

''اب کیسی ہے میری جان؟'' عامر نے ماہا کی پیشانی پر ہاتھ لگا کر پوچھا کہ ماہا عامر کے گلے لگ گئی، عامر حیران تھا۔

''کیا ہوا، بخار دماغ پر سوار تو نہیں ہو گیا کہیں۔'' عامر نے حیران ہو کر کہا ماہا نے دو پل عامر کی دھڑکنیں سننے کے بعد عامر کی آنکھوں میں دیکھا۔

''تھینک یو، میرا خیال رکھنے کے لئے مجھ سے اتنی محبت کرنے کے لئے۔'' ماہا نے دل سے کہا تھا۔

''اور پھر انہوں نے ہمیں غیر کر ڈالا۔'' عامر نے آہ بھر کر کہا۔

''کیا مطلب؟'' ماہا حیران ہو کر متوجہ ہوئی، عامر نے ماہا کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھاما۔

''کیوں بار بار اس محبت کا شکریہ ادا کرتی ہو ماہا جو صرف تمہاری ہے، میں تمہارا ہوں، میرا سب کچھ تمہارا ہے، میری محبت، فکر یہ سب حق ہے تمہارا، اسے شکریہ نہ کہا کرو بلکہ چھین کر لیا کرو یہ حق، جس پل تمہیں لگے کہ میں بدل رہا ہوں میرا گریبان پکڑ کر شکوہ کرنا مجھ سے کہنا کہ میں تمہاری محبت کے ساتھ خود غرض نہیں بن سکتا۔'' عامر نے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا ماہا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی اور کچھ بولنے لگی کہ فون

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

بجا اور دونوں چونک کر متوجہ ہوئے۔

"کسی ظالم کا فون ہے قسم سے۔" عامر نے کہا اور ماہا مسکرا دی۔

☆☆☆

حنا بی بی نے چائے کا کپ روشان کی طرف بڑھایا تو وہ چونکا۔

"کہاں کھو گئے تھے؟" حنا بی بی نے پوچھا۔

"امی میں کچھ سوچ رہا تھا۔" روشان نے محتاط انداز میں بات شروع کی۔

"ہاں بولو۔" حنا بی بی متوجہ تھی۔

"میں ماہا سے ملنا چاہتا ہوں۔" روشان نے فیصلہ سنانے والے انداز میں کہا۔

"کیا؟ پر کیوں؟ ماہا سے مل کر کیا کرو گے۔" حنا بی بی نے حیران ہو کر پوچھا ان کا انداز غیر معمولی تھا۔

"کیوں سے کیا مطلب ہے امی وہ میری کزن ہے، دوست ہے، کتنے سالوں سے دیکھا تک نہیں ہے میں نے اسے۔" روشان نے وضاحت دی۔

"ہاں تم نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دے دیا کہ وہ تمہاری کزن ہے دوست ہے تم نے کئی سالوں سے اسے دیکھا نہیں ہے اور باقی کی بات میں کہہ دیتی ہوں کہ تم نے کبھی اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں نہ پوچھا، پھر اچانک تمہیں اس کی یاد کیسے آ گئی؟" حنا بی بی کا لہجہ طنز بھرا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، شرمندہ تھا میں، کیا بات کرتا اس سے۔" روشان نے نظریں جھکا کر کہا۔

"اب کیا بات کرو گے اس سے؟" حنا بی بی نے پوچھا۔

"معافی مانگنا چاہتا ہوں اس سے۔"

"کیا؟" حنا بی بی چونکی۔

"ہاں میں ایک بار اس سے مل کر معافی مانگنا چاہتا ہوں، اب اس کی زبان سے یہ سننے کے بعد ہی مجھے سکون آئے گا کہ اس نے مجھے معاف کر دیا ہے۔" روشان بول رہا تھا کہ حنا بی بی اس کی بات کاٹ کر کچھ بولنے لگی۔

"امی انکار نہ کیجئے گا، میں جانتا ہوں میں نے آپ دونوں کو بہت دکھ دیئے ہیں، اب میں معافی مانگنا چاہتا ہوں، خدارا میرے ساتھ چلیں، بس ایک بار، چلیں ماہا سے ملنے چلتے ہیں۔" روشان نے بہت امید سے کہا اور حنا بی بی کے ہاتھ تھامے حنا بی بی نے دو پل سوچا اور ہاں میں سر ہلا دیا، ان کو اچانک سے روشان کی آنکھوں میں سکون ابھرتا نظر آیا۔

☆☆☆

آج عامر آفس نہیں گیا تھا۔

وہ دونوں گھر کے ہال میں رکھے صوفے پر بیٹھے تھے اور علی کی شرارتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"ماہا میں کچھ سوچ رہا ہوں۔" عامر نے کہا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" ماہا علی کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی عامر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھے دونوں کو اپنی آغوش میں لئے بیٹھا تھا۔

"یہی کہ کہیں سیر کرنے چلتے ہیں۔" عامر نے ماہا کو اپنے خیال سے آگاہ کیا۔

"ہوں خیال تو اچھا ہے پر کہاں؟" ماہا نے کہا کہ اگلے ہی پل ماہا کا موبائل بجا ماہا نے دیکھا لکھا تھا خالہ۔

"خالہ کی کال ہے۔" ماہا نے کہا اور کال ریسیو کی۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

سلام دعا اور حال چال دریافت کرنے کے بعد حنابی بی نے بات شروع کی۔

''آپ لوگ اور یہاں آئیں گے؟ سچ میں؟ دیکھ لیں خالہ کہیں مذاق تو نہیں کر رہیں آپ؟'' ماہا نے خوشی سے کہا عامر کو وہ دل سے مسکراتی ہوئی بہت اچھی لگی۔

''ہاں ماہا ہم ملنے کے لئے آ رہے ہیں۔'' حنابی بی تصدیق کی۔

''ویل کم موسٹ ویل کم۔'' ماہا نے خوشی سے کہا اور عامر نے ماہا کے ہاتھ سے فون پکڑا سلام دعا کی۔

عامر کا بھی یہ ہی کہنا تھا کہ وہ آ جائیں بلکہ عامر نے آفر کی کہ وہ ٹکٹ بھیج دے پر حنابی بی نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور وہ اسی ہفتے آ رہے ہیں۔

''واؤ..... خالہ..... روشان..... صنم وہ لوگ ہم سے ملنے آ رہے ہیں۔'' ماہا نے خوشی سے کہا اس نے حنابی بی سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ کون آ رہا ہے پر جب حنابی بی نے ہم کہا تو وہ یہ ہی سمجھی کہ روشان اور صنم بھی آ رہے ہیں۔

''ہاں یہ بہت اچھی خبر ہے تم تیاریاں کرو، روم صاف کروا دو اور سامان کی لسٹ بنا دو۔'' عامر بھی خوش تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' ماہا خوش ہوگئی۔

کچھ دیر بعد عامر علی کو اس کے روم میں سلا آیا اور واپس آیا تو دیکھا ماہا کچن میں کچھ کام کر رہی تھی۔

جب عامر نے اسے پکارا تب وہ اچانک چونک کر متوجہ ہوئی۔

''کیا ہوا کہاں کھو گئی تھی؟'' عامر نے پوچھا وہ بھی کام کرنے میں مدد کروانے لگا ماہا برتن دھو رہی تھی اور عامر ان کو خشک کر کے ریک میں لگانے لگا۔

''بس ایسے ہی کچھ یاد آ گیا تھا۔'' ماہا نے کہا۔

''کیا؟'' عامر نے پوچھا۔

''عامر میں نے کبھی خود کو یہ کہا تھا کہ میں اس دنیا کی سب سے بدقسمت انسان ہوں، پر قسمت اور اللہ نے مجھے غلط ثابت کر دیا۔'' ماہا کو یہ سب روشان کے ذکر سے یاد آیا تھا اسے وہ پل یاد آئے جب اس نے خدا سے شکوے کیے تھے پر اب وہ کتنی خوش تھی۔

''اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا جیسے ہی تم میری زندگی میں آئے سب بدل گیا، میں بہت خوش ہوں۔'' ماہا حد درجہ مطمئن تھی اور اسے مطمئن دیکھ کر عامر خوش تھا۔

''میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے، جب سے تم مجھے ملی ہو مجھے جینا آ گیا ہے۔'' عامر نے دل سے کہا اور ماہا کی پیشانی پر بوسہ دیا، دونوں مسکرا دیے۔

☆☆☆

ماہا صبح سے تیاریوں میں لگی ہوئی تھی آج عامر بھی آفس نہیں گیا اور اس نے ماہا کی اچھی خاصی مدد کروائی کبھی علی کو سنبھالتا رہا تو کبھی کھانا پکانے میں بھی مدد کروائی۔

سارے کام وقت پر ہو گئے اور وہ لوگ حنا بی بی اور روشان کو پک کرنے کے لئے ائیر پورٹ پہنچے۔

روشان ماہا کو دیکھنے کے لئے بے تاب تھا، وہ لوگ کیو میں کھڑے ویٹ کر رہے تھے جب باہر آتے ہوئے روشان کی نظروں نے ماہا کو دیکھا، ابھی ماہا کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی روشان نے دیکھا وہ اب بھی پہلے جیسی ہی لگ رہی تھی بلکہ اب وہ خوش لگ رہی تھی۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

روشان ماہا کو دیکھتے ہوئے کہیں کھو سا گیا آخر ماہا نے بھی ان کو دیکھ لیا اور وہ آگے بڑھی، حنا بی بی سے ملی حنابی بی نے ماہا کو گلے سے لگایا عامر کے سر پر ہاتھ رکھا اور علی کی طرف بڑھی۔

''ہیلو؟'' ماہا نے روشان سے کہا روشان جواباً نہیں بولا۔

''عامر یہ روشان ہے میرے کزن اور یہ ہیں عامر میرے Husbnd۔'' ماہا نے مسکرا کر تعارف کروایا، روشان نارمل ہوا اور عامر سے ملا۔

''ویل کم۔'' عامر نے گرم جوشی سے کہا۔

''آئیں۔'' عامر نے کہا ماہا نے پیچھے دیکھا۔

''صنم نہیں آئی؟'' ماہا نے پوچھا۔

''نہیں وہ ہمارے ساتھ نہیں آئی۔'' روشان نے اتنا کہہ کر بات ختم کردی اور سب کار کی طرف بڑھے۔

گھر پہنچے اور ماہا نے فٹافٹ کھانا لگا دیا، اب سب کھانے کے ٹیبل پر بیٹھے تھے، ماہا نے علی کو اٹھا رکھا تھا۔

''عامر یہ پاس کردو۔'' ماہا نے ایک ڈونگا عامر کی طرف بڑھایا جو عامر نے روشان کی طرف بڑھایا۔

''لیجئے جناب یہ کوئی خاص ڈش ہے جو ماہا نے آج پہلی بار بنائی ہے۔'' عامر نے کہا روشان نے دیکھا یہ تو وہ ہی حلوہ تھا جو روشان کو بہت پسند تھا۔

''ارے واؤ ماہا تمہیں اب تک یاد ہے۔'' حنابی بی نے کہا۔

''یہ کوئی بھولنے والی بات ہے۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا روشان سنجیدہ تھا۔

''ویسے میں بتا دوں کہ مجھے یہ پسند نہیں آیا۔'' عامر نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

''سب کی پسند ایک جیسی ہوتی بھی نہیں آپ کو پسند نہیں آیا تو کوئی بات نہیں۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا۔

''ارے واہ خالہ دیکھ رہی ہیں آپ یہ کتنی کٹھور بن رہی ہے جبکہ مجھے یاد ہے ابھی پرسوں میں نے اس کے بنائے کھانے کی بدتعریفی کی تھی اور محترمہ نے ڈونگا اٹھا کر میرے سر پر دے مارا۔'' عامر سنجیدہ لگا۔

''کیا؟'' حنابی بی چونکی۔

''یہ مذاق ہے خالہ آپ کو تو پتہ ہے نا عامر کی عادت کا۔'' ماہا نے بتایا اور سوائے روشان کے سب ہنس دیئے، عامر اور روشان بزنس کے حوالے سے بھی باتیں کرتے رہے، ماہا نے سب کے لئے گرین ٹی بنائی اب سب ہال میں بیٹھے تھے روشان جب سے آیا تھا زیادہ باتیں نہیں کر رہا تھا اور عامر بھی یہ ہی سمجھنے لگا کہ شاید روشان کی نیچر ہی ایسی ہے، رات سب باتیں کرنے کے بعد سو گئے۔

روشان کو نیند نہیں آرہی تھی اس نے جب سے ماہا کو دیکھا تھا اس کے دل پر اک عجیب سا بوجھ پڑ گیا تھا، اسے بہت دکھ ہو رہا تھا شاید اب اسے اپنے کیے غلط فیصلے کا اندازہ ہو رہا تھا۔

آج وہ اکیلا تھا دکھی تھی اور وہ لڑکی جو اس کے لئے کچھ بھی کر سکتی تھی، اس کے لئے غیر ہو چکی تھی، روشان کو پچھتاوے نے گھیر لیا تھا وہ نارمل ہونے کی کوشش کرنا چاہ رہا تھا پر وہ نارمل نہیں تھا، اسے اپنے ضمیر پر اک بوجھ محسوس ہو رہا تھا، روشان نے سوچ لیا کہ اسے جلد از جلد ماہا سے معافی مانگ لینی چاہیے۔

صبح عامر کو آفس جانا پڑا پر اس نے کہا کہ وہ جلدی آجائے گا حنابی بی بھی جلدی جاگ گئی ماہا نے ان کو ناشتہ بنا کر دیا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

جب روشان جاگا اور فریش ہو کر باہر آیا تو اس نے دیکھا ماہا ہال میں بیٹھی علی کو ناشتہ کروا رہی تھی۔

''مارننگ۔'' روشان وہاں آیا۔

''گڈ مارننگ، میں ناشتہ بناتی ہوں۔'' ماہا اٹھ کر جانے لگی کہ۔

''نہیں تم پہلے اسے کھلا لو، ماشاءاللہ یہ بہت پیارا ہے۔'' روشان نے مسکرا کر کہا اور علی نے بھی مسکرا کر روشان کو دیکھا۔

''کیا میں اسے......؟'' روشان بول رہا تھا کہ اس کے ہاتھ بے ساختہ علی کی طرف بڑھے۔

''ہاں ضرور۔'' ماہا نے علی کو اٹھا کر روشان کی طرف بڑھا دیا، ماہا نوٹ کر رہی تھی روشان نے علی کو ایسے پکڑا جیسے وہ علی سے ملنے کے لئے ترس رہا تھا۔

''یہ بالکل تم جیسا ہے۔'' روشان نے کہا۔

''اچھا سب کہتے ہیں یہ عامر پر گیا ہے۔'' ماہا نے کہا اور سامان اٹھا کر اوپن کچن کی طرف بڑھی روشان بھی علی کو اٹھائے اس کے پیچھے گیا۔

''عامر...... کہاں ملی تم اس سے؟'' روشان کا انداز نارمل تھا ماہا ساتھ ساتھ ناشتہ بنانے لگی۔

''یونیورسٹی میں ہم ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے۔'' ماہا نے بتایا۔

''یعنی لو میرج؟'' اب روشان کا انداز مختلف تھا پر ماہا چونکی، کام کی طرف مصروف تھی اس لئے اس نے روشان کے تاثرات پر غور نہیں کیا۔

''عامر کی طرف سے تو سو فیصد'' ماہا نے مسکرا کر کہا۔

''تم خوش ہو ماہا؟'' یہ سوال ایسے کیا گیا تھا جیسے سوال کرنے والا یہ سننا چاہتا ہے کہ اس سوال کا جواب ناں ہی ہو۔

''ہاں خدا کا بہت کرم ہے۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا تھا اس کے لہجے میں تشکر تھا دو پل خاموشی کی نظر ہوئے روشان ماہا کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

''صنم آپ کے ساتھ کیوں نہیں آئی؟'' ماہا نے بات شروع کی۔

''میں نے اسے طلاق دے دی ہے۔'' روشان نے کہا، ماہا چونک کر اس کی طرف پلٹی۔

''کیا؟'' ماہا کو یہ سننے کی امید بالکل بھی نہیں تھی۔

''ہاں ایسے ہی ہوا ہے۔'' ماہا کے یہ پوچھنے سے پہلے ہی روشان نے تصدیق کر دی کہ یہ مذاق تو نہیں، پر کوئی بھی ایسا مذاق کیوں کرے گا ماہا پہلا جملہ سن کر پوری داستان سے واقف ہوگئی کہ اگر ایسا ہوا تو ضرور کوئی ٹھوس وجہ رہی ہوگی کیونکہ وہ صنم سے بہت محبت کرتا تھا۔

''یہ......کب؟'' ماہا اتنا ہی بول پائی۔

''سات ماہ پہلے، اس نے بے وفائی کی اور معافی کی جگہ طلاق مانگ لی اگر معافی مانگتی تو خدا کی قسم معاف کر دیتا اسے پر وہ شرمندہ نہیں تھی۔'' روشان نے زخمی لہجے سے کہا وہ خود پر ہنسا تھا۔

''آف میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ یہ سب ہو چکا ہوگا، بہت افسوس ہوا مجھے بہت زیادہ۔'' ماہا حیران بھی تھی اور دکھی بھی۔

''شاید اتنا ہی ساتھ لکھا تھا ہمارا۔'' روشان نے گویا خود کو تسلی دی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' ماہا کے اس سوال پر روشان نے اسے نظریں اٹھا کر دیکھا اور دو پل دیکھتا رہا۔

''کوشش کر رہا ہوں۔'' روشان نے خود کو سنبھال کر کہا۔

''آئی ایم سوسوری روشان۔'' ماہا نے بڑھ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کر روشان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور تسلی دینے کی کوشش کی۔

''آئی ایم سوری۔'' ماہا کے سوری کا مطلب یہ تھا کہ اسے افسوس ہوا پر روشان نے معافی مانگی تھی علی نے ماہا کی سمت ہاتھ بڑھائے ماہا نے علی کو اٹھالیا اور اسے اس کے واکر میں بیٹھانے لگی۔

''کس لئے سوری روشان؟'' وہ سوال کرتی ہوئی روشان کی طرف متوجہ ہوئی۔

''میں نے تمہارا دل دکھایا تھا میری وجہ سے کتنی تڑپی تھی تم شاید اس کی ہی سزا مل رہی ہے مجھے۔'' روشان شرمندہ تھا۔

''ارے نہیں، پلیز ایسا مت سوچو۔'' ماہا نے فوراً کہا۔

''تم خوش ہو نا ماہا؟'' روشان نے پھر سے پوچھا۔

''ہاں میں بہت خوش ہوں عامر بہت اچھا انسان ہے اس نے مجھے بہت خوش رکھا ہوا ہے۔'' جانے کیوں روشان کو یہ سب سن کر تسلی نہیں ملی۔

''اچھی بات ہے، تم نے میری بات مانی اور تم آگے بڑھ گئی اب خوش ہو اور تمہاری زندگی میں سب ٹھیک ہے۔'' روشان سنجیدہ تھا۔

''ہاں خدا کا کرم ہے۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا روشان کچھ بولنے لگا کہ حنا بی بی وہاں آ گئیں ماہا نے ناشتہ بنایا، حنا بی بی اور روشان گیسٹ روم میں بیٹھے تھے ماہا علی کو سلانے گئی تھی۔

''ماشاء اللہ ماہا کا گھر کتنا خوبصورت ہے علی بھی بہت پیارا ہے اور عامر بھی بہت اچھا انسان ہے۔'' حنا بی بی نے مسکرا کر کہا۔

''جی۔'' روشان سنجیدہ تھا۔

''تم نے معافی مانگ لی ماہا سے؟''

''جی۔''

''اس نے معاف کر دیا۔''

''جی آپ تو جانتی ہیں اسے وہ کتنی اچھی ہے نفرت کرنا تو آتا ہی نہیں اسے۔'' روشان نے ایسے کہا جیسے وہ اب جا کر ماہا کو سمجھا ہو اور اس بات کا اسے افسوس ہو۔

''ہاں بہت صبر والی بچی ہے ماہا تب ہی تو خدا نے اس کے نصیب اتنے خوبصورت لکھے ہیں خدا اسے ایسے ہی خوش و خرم اور آباد رکھے۔''

''آمین۔'' حنا بی بی نے دل سے دعا دی۔

''ثم آمین۔'' روشان نے کہا حنا بی بی مسکرا دی۔

''اب تم بھی سب بھول جاؤ اور اپنی زندگی کی ایک نئی شروعات کرو، خدا کے پاس ہم سب کے لئے ایک پلان ہوتا ہے اور اس کے بنائے سارے پلان بے حد مناسب اور خوبصورت ہیں۔''

''ایک دن ہم سب کو ہماری خوشی مل جاتی ہے۔'' حنا بی بی نے پیار سے سمجھایا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔'' روشان بلآخر مسکرایا اور حنا بی بی کو تسلی ہو گئی کہ۔

اس نے اپنے دل کا بوجھ ماہا سے معافی مانگ کر ہلکا کر لیا ہے، عامر شام کو جلدی آ گیا اور سب نے باہر جا کر ڈنر کرنے کا پروگرام بنایا اور اب سب ایک خوبصورت ہوٹل میں بیٹھے تھے۔

عامر اور ماہا ساتھ اور حنا بی بی اور روشان ان کے سامنے بیٹھے تھے۔

''یہ ترکی کا سب سے خوبصورت ہوٹل ہے ہم ہر ویک اینڈ پر یہاں آتے ہیں۔'' عامر نے بتایا۔

''واقعی بہت خوبصورت جگہ ہے۔'' روشان نے کہا اب وہ نارمل لگ رہا تھا۔

عامر نے اپنے بائیں ہاتھ سے ماہا کا ہاتھ پکڑا ماہا اچانک چونکی اور روشان نے اسے نوٹ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کیا۔

ان کے ہاتھ نظر نہیں آ رہے تھے ماہا عامر کی شرارتوں سے واقف تھی، اسے سکون کہاں آتا تھا یہ سب اس کی معصوم سی شرارتیں تھیں۔

ماہا نے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی پر عامر نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا وہ زیرلب مسکراتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے بہت مزے سے سوپ پی رہا تھا۔

ماہا نے عامر کی طرف دیکھا کہ وہ بھی اسے دیکھے تو وہ آنکھ سے اشارہ کر دے کہ ایسا نہیں کرو پر عامر کو ماہا کو ستا کر بہت مزہ آتا تھا۔

''ماہا تم کچھ نہیں کھا رہی؟'' حنا بی بی نے کہا ماہا چونک کر متوجہ ہوئی۔

''کھا رہی ہوں خالہ بس یونہی۔'' ماہا نے بات سنبھالی اور ہار مان لی عامر مسکرا دیا اور روشان سمجھ گیا کہ کیا ہو رہا تھا اب ماہا بھی مسکرا دی، روشان دونوں کے چہرے کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا جبکہ روشان کی اپنی حالت اس وقت ایسی تھی جیسے ماہا اس کی بیوی ہے اور عامر کوئی غیر، کھانا کھانے کے بعد سب جھیل کے کنارے آ گئے۔

ماہا اور حنا بی بی کچھ آگے گئیں تھیں، روشان عامر کے ساتھ کھڑا تھا۔

''یہ جگہ میرے لئے بہت خاص ہے روشان۔'' عامر نے گہری سانس لے کر کہا۔

''کوئی خاص وجہ؟'' روشان سنجیدہ تھا۔

''ماہا اس نے اسی جگہ میری محبت قبول کر کے مجھے اس دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان بنا دیا تھا، میں اس دن بے حد خوش تھا۔'' عامر کے لہجے میں تشکر تھا یہ اس کی زندگی کی سب سے خوبصورت یاد تھی جسے وہ کبھی بھلا نہیں سکتا تھا۔

''اور ماہا؟ کیا وہ اس دن خوش تھی۔''

روشان نے پوچھا تو ایسے تھا جیسے کوئی نارمل بات کی ہو جبکہ اس نے اسے محسوس ایسے کیا تھا جیسے یہ اس کی زندگی کا سب سے اہم سوال ہے۔

''ہاں وہ تو شاید مجھ سے بھی زیادہ خوش تھی۔'' عامر نے مسکرا کر کہا، روشان کو یقین نہیں آیا وہ جواباً کچھ نہیں بولا۔

وہ لوگ کچھ دیر بعد وہاں سے گھر کے لئے روانہ ہو گئے روشان کار میں پیچھے بیٹھا عامر اور ماہا کو دیکھ رہا تھا۔

ماہا آگے بیٹھی تھی علی کو ماہا نے اٹھا رکھا تھا، عامر نے مسکرا کر ماہا کو دیکھا اور ماہا نے بھی جواباً اسے مسکراہٹ دی، جبکہ روشان حد سے زیادہ سنجیدہ تھا۔

وہ لوگ گھر آئے اور اب سب اپنے کمروں میں جا چکے تھے سب سو رہے تھے پر روشان کو نیند نہیں آ رہی تھی وہ بار بار کروٹ بدلتا پر نیند اس پر مہربان نہیں ہو رہی تھی روشان اچانک اٹھ بیٹھا۔

''ماہا عامر کے ساتھ بہت خوش ہے وہ اچھا انسان ہے۔''

''مجھے یہ سب برا کیوں لگ رہا ہے، کیوں مجھے عامر اپنا رقیب لگ رہا ہے جبکہ ماہا میری محبوبہ نہیں ہے وہ دوست ہے میری اور ایک دوست ہونے کے ناطے مجھے اس کی خوشی سے خوش ہونا چاہیے پر کیوں کیوں بار بار مجھے غصہ آ رہا ہے ماہا پر، اس کے اس آشیانے پر اس بات پر کہ اس نے اپنی الگ دنیا بسا لی، اگر وہ یہ نا کرتی اور کیا کرتی؟'' روشان نے اپنا سر پکڑ کر خود سے سوال کیے ہی تھے کہ۔

''تمہارا انتظار کرتی اور کیا۔'' روشان کسی کی آواز پر چونکا اس نے دیکھا وہ اپنے سامنے خود ہی کھڑا تھا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''کیا مطلب؟'' روشان نے الجھ کر پوچھا۔

''ہاں محبت کی دعوے دار وہ تھی تو انتظار بھی تو اسے ہی کرنا چاہیے تھا، دو چار سال تک انتظار کرنا محبت کے لئے کیا بڑی بات ہے۔''

''نہیں، اس نے جو کیا ٹھیک کیا میں اسے یہ کہہ کر نہیں گیا تھا کہ میں لوٹ کر آؤں گا، بلکہ میں نے ہی اسے کہا تھا کہ وہ آگے بڑھ جائے۔'' روشان نے خود کو تسلی دی۔

''تو پھر مسئلہ کیا ہے جو اس نے کیا ٹھیک کیا جو تم نے کیا وہ بھی ٹھیک تھا، جب سب ٹھیک ہے تو پریشان کیوں ہو روشان آفندی؟ کیوں تم اس کی خوشی سے خوش نہیں ہو، کیوں اس کے وجود میں اس ماہا کو تلاش کر رہے ہو جسے تم چھوڑ کر گئے تھے، وہ ماہا جو کہتی تھی کہ اسے تم سے محبت ہے وہ تمہارے بنا مر جائے گی جسے صرف تمہاری محبت چاہیے تھی؟''

''پاگل ہو گیا ہوں میں، جانے کیوں یہ سب سوچ رہا ہوں۔''

''کیونکہ تمہیں ماہا سے محبت ہو گئی ہے۔'' روشان کے عکس نے اچانک کہا روشان حیران رہ گیا۔

''ہاں تمہیں ماہا سے محبت ہو گئی ہے، ویسی محبت جیسی اسے تم سے تھی اور یہ محبت اب کی نہیں ہے تمہیں اس دن ہی ماہا سے محبت ہو گئی تھی جب تم اس کی تکلیف کی وجہ بنے تھے پر یہ الگ بات ہے کہ اس محبت کا احساس تمہیں اب ہوا ہے۔''

''اور اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے تم اچھی طرح جانتے ہو محبت کبھی ختم نہیں ہوتی مر نہیں سکتی مر بھی جائے تو پھر سے زندہ ہو سکتی ہے، تمہیں محبت اور قسمت نے دوسرا موقعہ دیا ہے اب اسے ضائع نہ کرنا۔'' روشان بہت غور سے یہ سب باتیں سن رہا تھا اور مزید کوئی باتیں سنتا رہا یہ اس کا ضمیر نہیں نفس تھا اور اب روشان اپنے نفس کے جال میں پھنس چکا تھا، اس کے نفس نے اسے کہانیاں سنائی، طریقے سمجھائے اور حل بتا دیئے روشان سب سنتا رہا اور ایک فیصلہ کر بیٹھا۔

اف یہ نفس کے ہاتھوں کرائے گئے فیصلے برباد کر کے چھوڑتے ہیں انسان کو، روشان سو گیا تھا اب اس کا نفس جاگ رہا تھا۔

☆☆☆

آج روشان کی آنکھ جلدی کھل گئی وہ باہر آ رہا تھا پر سامنے کا منظر دیکھ کر رک گیا اور دیوار کی آڑ لے کر وہ منظر دیکھنے لگا۔

ماہا نے عامر کے قریب آ کر اس کی ٹائی ٹھیک کی اور عامر نے اپنا بازو اس کی کمر میں حمائل کرتے ہوئے اسے مزید قریب کر لیا۔

''میری پیاری بیوی مجھ سے ناراض تو نہیں؟'' عامر نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

''وہ کیوں، کیا مجھے ناراض ہونا تھا۔'' ماہا نے عامر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''ظاہر ہے تمہارے میکے والے آئے ہوئے ہیں اور میں ان کو وقت دینے کے بجائے آفس کے کاموں میں الجھا ہوں قسم سے اچانک سے کام بڑھ گیا ہے لگتا ہے آفس والے ہمارا جھگڑا کروا کر ہی دم لیں گے۔'' عامر فکر مند لگا۔

''میں نے کوئی شکایت کی ہے کیا؟'' ماہا نے نارمل انداز میں کہا۔

''ہائے میں تو ترس ہی گیا ہوں کہ کسی دن تم بھی مجھ سے جھگڑا کرو، میرے سر کے بال نوچ لو مجھے دو کڑوی باتیں سناؤ۔'' عامر نے تو ایسے حسرت سے کہا جیسے وہ چاہتا ہے کہ ماہا یہ سب کرے۔

''کیوں عامر کریم صاحب آپ کو عزت

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

راس نہیں آ رہی؟'' ماہا نے مسکرا کر پوچھا۔

''بہت ہوگئی عزت اب میں چاہتا ہوں کہ تم عزت نہیں بلکہ......'' ماہا نے عامر کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''کوئی سن لے گا۔'' ماہا نے فوراً کہا، عامر نے ماہا کا ہاتھ پکڑا۔

''اچھا آج رات جھگڑنا ہے تم نے مجھ سے سوچ لو کہ کیا کیا طعنے دینے ہیں کبھی لائف میں تھوڑا ڈرامہ بھی ہونا چاہیے۔''

ماہا عامر کی باتوں پہ ہنس دی روشان پر یہ منظر قیامت بن کر ٹوٹ رہے تھے وہ اب سمجھ گیا تھا کہ اس نے کیا کھویا تھا آج اس منظر میں اسے ہونا تھا۔

یہ سارے لمحے یہ خوشیاں اس نے محسوس کرنی تھی اور وہ ہیرے کو ٹھکرا کر پتھر کے پیچھے گیا، عامر نے جانے سے پہلے ماہا کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

''خدا حافظ۔'' ماہا نے پیار سے کہا اور عامر کو دروازے تک چھوڑنے چلی گئی، روشان وہاں سے پلٹ گیا یہ اپنے ارادے پر وہ اب بھی قائم تھا۔

حنا بی بی علی کے ساتھ باہر لان میں بیٹھی تھی ماہا اپنے روم میں کسی کام سے آئی تھی جب اچانک کسی کی آہٹ پر چونک کر پلٹی، وہ روشان تھا۔

''تم یہاں؟'' ماہا چونک گئی تھی۔

''سوری کیا تم ڈر گئی؟'' روشان نے نارمل انداز میں پوچھا۔

''نہیں۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا، روشان دو پل نہیں بولا۔

''کوئی کام تھا؟'' ماہا نے پوچھا وہ متوجہ تھی۔

''کام تو نہیں پر مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی مجھے لگا کہ تم بھی مجھ سے بات کرنا چاہ رہی ہو پر ہم دونوں کو ہی وقت نہیں مل رہا سو میں یہاں چلا آیا اگر تم برا نا مانو تو ہم یہاں بیٹھ کر بات کر لیں۔'' روشان نے سلیقے سے بات شروع کی۔

''ہاں آپ کہیے ویسے مجھے تو کوئی بات نہیں کرنی ہے۔'' ماہا نے نارمل انداز میں کہا، روشان کو ماہا کی یہ بات اچھی نہیں لگی پر اس نے ظاہر نہیں کیا۔

''ماہا تمہیں پتہ ہے میں نے تم کو بہت یاد کیا۔'' روشان نارمل لگا۔

''میں نے بھی۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا۔

''ہر دن، ہر پل تم میرے خیالوں سے جاتی ہی نہیں تھی پھر خوابوں میں بھی آنے لگی۔''

روشان بول رہا تھا ماہا کو اس کا انداز کچھ عجیب لگا پر ابھی ماہا کی سوچ بھی اس طرف نہیں بھٹک رہی تھی جہاں روشان پہنچ چکا تھا۔

''ماہا مجھے میری غلطی کا احساس ہو گیا ہے، وہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی جب میں نے تمہیں چھوڑ کر صنم کو چنا تھا جانے میرے سر پر کون سا فتور سوار ہو چکا تھا، شاید میں ان دنوں اپنے ہوش میں نہیں تھا۔'' روشان نے خود کو کوسنے والے انداز میں بات کی۔

''جو ہونا تھا ہو گیا، اب اس بارے میں سوچ کر خود کو ہلکان مت کرو۔'' ماہا نے بات ختم کرنے والے انداز میں کہا پھر ابھی تو بات شروع ہوئی تھی اور اب یہ بات اور بہت سی باتوں کو ختم کر کے ہی ختم ہونے والی تھی۔

''مجھے نہیں لگا تھا کہ تم کسی سے شادی کر لو گی۔'' روشان سنجیدہ ہوا اس کی یہ بات شکوہ لگی۔

''مجھے بھی ایسا ہی لگا تھا دو سال تک پر پھر

میں نے عامر کی محبت قبول کر لی۔" ماہا نے مسکرا کر کہا۔

"وہ کیسا ہے؟" روشان نے پوچھا۔

"بہت اچھا ہے۔" اب ماہا حیران ہو رہی تھی روشان اس سے بار بار یہ کیوں پوچھتا تھا کہ عامر کیسا ہے یا وہ اس کے ساتھ خوش ہے یا نہیں پر وہاں کھڑے کھڑے ہی ماہا نے خود کو یہ جواز دے دیا کہ یہ روشان کی فکر ہے۔

"تم چاہتی ہو اسے؟" اب تو روشان نارمل نہیں لگا۔

"ظاہر ہے، شوہر ہے وہ میرا۔" ماہا بھی سنجیدہ ہوئی۔

"مجھ سے زیادہ؟" روشان نے قیامت برپا کرنے والا سوال کر ڈالا۔

"کیا مطلب؟" اب ماہا کھٹک گئی تھی اسے روشان کا رویہ پہلے پل سے عجیب لگ رہا تھا۔

"Do you still love me maha? (کیا تم اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہو ماہا؟)"

"روشان تم یہ......؟" ماہا بول رہی تھی کہ روشان بول اٹھا۔

"جواب دو۔"

"مگر......؟" ماہا پھر سے بولی کہ۔

"کہہ دو کہ نہیں ہے محبت اتنا سوچ کیوں رہی ہو۔" روشان اپنی اصلیت پر آ چکا تھا اور ماہا حیران تھی اسے روشان کی زبان سے یہ سب سننے کی امید نہیں تھی۔

"نہیں کہو گی، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم آج بھی صرف مجھ سے محبت کرتی ہو، یہ محبت ایسی ہی ہوتی ہے اب میں اسے سمجھ گیا ہوں محسوس کر سکتا ہوں کہ تم کس تکلیف میں تھی کیسے سہا ہوگا تم نے وہ درد جواب مجھے دن رات مار رہا ہے میں بہت تکلیف میں ہوں ماہا، میری مدد کرو۔" روشان نے التجاء کی۔

"کیسے؟" ماہا نے ایسے سوال کیا جیسے وہ جواب جانتی ہے پر دل ہی دل میں یہ امید کر رہی ہے کہ وہ جواب غلط ہو، روشان نے دو پل ماہا کو دیکھا اور دو قدم آگے بڑھا۔

"میرے پاس لوٹ آؤ Just come back to me۔" روشان نے التجاء کی تھی۔

"What?" ماہا حیران رہ گئی۔

"ہاں ماہا، میرا ہاتھ تھام لو چلو وہیں سے سفر دوبارہ شروع کرتے ہیں؟" روشان نے کتنی آسانی سے کہہ دیا تھا جبکہ یہ شروعات نہیں انجام تھا۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو روشان؟" ماہا کو تو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ روشان کیا کہہ رہا ہے وہ روشان سے دو قدم دور ہٹ گئی۔

"کیوں؟ کیا غلط کہا میں نے کیا تم اب بھی مجھ سے محبت نہیں کرتی؟" روشان نے چار قدم قریب آ کر پوچھا ماہا دور بھاگ رہی تھی اور وہ قریب آ رہا تھا۔

"میں کسی کی بیوی ہوں۔" ماہا نے یاد دلانے والے انداز میں کہا۔

"پر تم اس سے محبت نہیں کرتی۔" روشان کا انداز بھی یاد دلانے والا ہی تھا۔

"تم اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" ماہا نے بتانے والے انداز میں کہا۔

"اب ہی تو ہوش آیا ہے، مجھے سب سمجھ چکا ہوں میں، احساس ہو گیا ہے، میری طرف دیکھو ماہا یاد کرو میں کون ہوں، کیا تم بھول گئی ہو؟" روشان اب آگے بڑھا تو ماہا تیزی سے وہاں سے ہٹی اور دروازے کے پاس آ گئی روشان حیران ہوا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''تم مجھ سے ڈر رہی ہو ماہا اس انسان سے جس سے تم محبت کرتی ہو جو تم سے محبت کرتا ہے۔'' روشان نے حیران ہو کر کہا ماہا نے آس پاس دیکھا کہ کہیں کوئی سن نہ لے۔

''ہاں مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے روشان تمہاری اس محبت سے ڈر لگ رہا ہے جو اچانک جاگ اٹھی ہے۔'' ماہا مدھم آواز میں بولی۔

''چلو تم نے یہ تو مانا کہ یہ محبت ہے۔'' روشان نے قدرے پرسکون ہو کر کہا، اس کے برعکس ماہا کا تمام تر سکون برباد ہو گیا تھا اسے اب تک سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب ہو کیا رہا تھا۔

وہ کبھی یہ سب محسوس کرنے کے لئے تڑپی تھی یہ ہی تو اس کے خواب کی تعبیر تھی پر قسمت نے اس کے خواب کو اب ایک برا خواب بنا دیا تھا اور اب ماہا اس کی تعبیر سے ڈر رہی تھی۔

''آخر تم چاہتے کیا ہو؟'' ماہا نے بالآخر پوچھ ہی لیا۔

''چھوڑ دو اسے اور میرے ساتھ چلو۔'' روشان نے ماہا کے سامنے اپنی وہ خواہش رکھ دی جو کبھی ماہا کی سب سے بڑی خواہش تھی۔

قسمت کو چالیں چلنے کی عادت ہے یہ ہمیں اپنے اشاروں پہ نچاتی ہے ماہا کے ساتھ بھی یہ ہی ہو رہا تھا۔

''کیا؟'' ماہا بس اتنا ہی بول پائی۔

''ہاں، یہاں یہ سب ہوتا ہے اس بات سے کسی کو زیادہ فرق نہیں پڑتا، چھوڑ دو اسے، میرے ساتھ چلو مجھے تم سے محبت ہے اور علی سے بھی، بچوں سے بہت محبت ہے مجھے ضنم سے میرا جھگڑا بھی اس لئے ہی شروع ہوا تھا کیونکہ وہ اولاد پیدا کرنا نہیں چاہتی تھی میں علی کو اپنا نام دوں گا اور تمہیں اتنی محبت کہ تم.....'' روشان یہ کہتا ہوا کہیں کھو جانے والے انداز میں آگے بڑھ رہا تھا کہ۔

''بس.....!'' ماہا نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا، ماہا کی آنکھوں میں آنسو تھے یہ قسمت کی مہربانی نہیں تھی قسمت نے ماہا کے چہرے پر طمانچہ مارا تھا۔

''چلے جاؤ یہاں سے روشان۔'' ماہا نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''ماہا.....؟'' روشان حیران ہوا۔

''Just leave۔'' ماہا نے رو کر التجاء کی اور ہاتھ جوڑ دیئے اور وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔

''او کے ریلیکس میں جا رہا ہوں پر تم اس بارے میں سوچنا ضرور۔'' روشان اتنا کہہ کر روم سے چلا گیا اور ماہا گرنے کے سے انداز میں بیڈ پر بیٹھی۔

یہ سب کیا تھا اب قسمت اسے کس طرف دھکیل رہی تھی روشان نے اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کہہ دی کیوں، کیسے؟ ماہا نے بمشکل خود کو سنبھالا اور آنسو صاف کرنے لگی۔

☆☆☆

رات کا وقت تھا ماہا کے دماغ میں روشان کی باتیں گردش کر رہی تھیں، نیند آنا تو دور اس کا تمام تر سکون ایک ہی پل میں برباد ہو گیا تھا، وہ بستر سے اٹھ کر ولڈ تک آئی پلٹ کر دیکھا عامر سکون سے سو رہا تھا، ماہا کھڑکی سے باہر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔

دل و دماغ سے اس ساری بات کو یہ سوچ کر جھٹک دیا کہ شاید روشان ماضی پر شرمندہ ہو اس نے نا چاہتے ہوئے یہ سب کہہ دیا ہو کیونکہ آج کل وہ پریشان ہے۔

انسان یہ ہی تو کر سکتا ہے خود کو تسلیاں اور جواز دینے میں زمانے سے زیادہ اچھا ہوتا ہے جب جان جائے کہ کچھ نہیں کر سکتا تو کسی نہ کسی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

طرح خود کو بہلا ہی لیتا ہے، ماہا بھی یہ ہی کرنے لگی اور خود کو سنبھال کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

صبح کا وقت تھا سب ناشتے کے ٹیبل پر موجود تھے عامر، روشان اور حنابی بی بھی ماہا کچن سے ناشتے کے کچھ لوازمات لے کر آئی اور ٹیبل پر رکھنے لگی کہ اس کی نظر روشان پر پڑی اور اسے روشان کی وہ ساری باتیں یاد آگئیں، ماہا کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹ گئی، سب چونکے۔

''ماہا چوٹ تو نہیں لگی تمہیں؟'' عامر فوراً متوجہ ہوا روشان بھی، حنابی بی بھی آگے بڑھی۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔'' ماہا نے سب کو تسلی دی۔

''تم ٹھیک نہیں لگ رہی، طبیعت ٹھیک ہے؟'' عامر نے فکر مند ہو کر پوچھا، ماہا نے عامر کی آنکھوں میں بس فکر دیکھی اور پھر ایک نظر روشان کو دیکھا۔

''دیکھ لیں، یہ کبھی مجھے کچھ بتاتی ہی نہیں بھی میں اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں بھی آنکھیں، اب تو اتنی مشق ہوگئی ہے میری روشان کہ بزنس چھوڑ کر نجومی بن جاؤں تب بھی اچھے خاصے پیسے کما لوں۔'' عامر نے روشان کو بھی اپنی بات میں شامل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور سب ہنس دیئے۔

روشان اور ماہا دونوں کی مسکراہٹ مصنوعی تھی، کچھ دیر بعد ماہا عامر کو گیٹ تک چھوڑنے آئی۔

''کیا بات ہے کچھ پریشان لگ رہی ہو؟'' اب عامر سنجیدہ تھا، اس نے پیار سے پوچھا۔

''کچھ نہیں، میں ٹھیک ہوں۔'' ماہا نے یقین دلانے کی کوشش کی۔

''چلیں اب وہ کہہ رہے ہیں تو ہم مان لیتے ہیں۔'' عامر نے پیار سے کہا اور وہاں سے جانے لگا، کہ ماہا نے اسے پکارا۔

''عامر؟''

''ہاں۔'' وہ پلٹ کر متوجہ ہوا۔

''جلدی آنا۔'' ماہا کہنا تو کچھ اور چاہتی تھی پر بول نہیں سکی۔

''جو حکم میری جان کا۔'' عامر نے ہر بار کی طرح محبت سے کہا اور مسکرا کر وہاں سے چلا گیا۔

ماہا کچھ پل وہاں ہی کسی بت کی طرح کھڑی رہی کہ حنابی بی کی آواز پر چونکی وہ علی کو لے کر باہر لان کی طرف جا رہی تھیں ماہا بھی اس طرف گئی۔

''آؤ بیٹھو ماہا، ہم تو باہر چلے آئے موسم اچھا ہے دھوپ بھی تیز ہے سوچا آج علی کی خدمت ہو جائے، اسے تیل کی مالش کروں اس کے لاڈ اٹھاؤں آخر اس کا بھی حق ہے۔'' حنابی بی نے علی کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

''جی بالکل آپ بیٹھیں میں کچھ کام دیکھ لوں پھر آتی ہوں۔'' ماہا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' حنابی بی نے کہا ماہا اندر کی سمت بڑھی۔

''تم ٹھیک ہو ماہا۔'' روشان نے کہا جو کہ دروازے کے قریب ہی کھڑا تھا، ماہا بری طرح چونک گئی کیونکہ وہ پہلے ہی ڈری ہوئی تھی ایک ڈرے ہوئے انسان کی حالت ایسی ہی ہو جاتی ہے وہ تو بات بات پر ڈر سا جاتا ہے۔

''خیریت تو ہے؟ اتنا کیوں ڈر گئی تم؟'' روشان کو ماہا کی غیر حاضر دماغی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''نہیں کچھ نہیں بس ایسے ہی۔'' ماہا نے کہا ہی تھا کہ۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

''گڈ، آؤ میرے ساتھ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' روشان نے بس اپنی سنائی اور ماہا کا ہاتھ تھامے اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

''کیا سوچا تم نے؟'' روشان نے ماہا کی طرف متوجہ ہوتے ہی سوال کر ڈالا۔

''کس بارے میں؟'' ماہا انجان بنی۔

''کیا تم نہیں جانتی ہماری کل کیا بات ہوئی تھی، بھول گئی ہو کیا؟'' روشان نے کہا۔

''میں جانتا ہوں تم میری بات سے پریشان ہو ڈر گئی ہو، سوچ رہی ہو کہ یہ سب کیسے ہو گیا، میں سمجھ سکتا ہوں اور جو میں نے پہلے تمہارے ساتھ کیا اس کے لئے تم مجھے جو سزا دو میں حاضر ابھی میری بات مان لو کیونکہ اب میں بھی اس مقام پر کھڑا ہوں جہاں تم کھڑی ہو۔'' ماہا تو بت بنے بیٹھی تھی۔

''اور ہاں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، تم بس ہاں کرو باقی سب میں سنبھال لوں گا وہ تمہیں تمہاری مرضی کے بنا اپنے ساتھ تو رکھ نہیں سکتا اور یہ ترکی ہے یہاں فیصلے بہت جلدی ہوتے ہیں میں سب سنبھال لوں گا۔''

''اور علی وہ تو تمہارا عکس ہے، بہت پیار ہے مجھے اس سے۔'' روشان نے مسکرا کر کہا وہ تو اپنے سنہرے مستقبل کے خواب سجا رہا تھا بہت خوش لگا رہا تھا، روشان نے ماہا کے دونوں ہاتھ تھامے۔

''اب تم بھی کچھ بول دو؟'' روشان نے پوچھا ماہا نے گہری سانس لی۔

''روشان!''

''بولو میں سن رہا ہوں۔'' روشان تو ایسے متوجہ تھا کہ جیسے ماہا محبت کا اظہار کرنے لگی ہے اور وہ اس خوبصورت لمحے کو اپنی آنکھوں میں قید کرنا چاہتا ہے۔

یہ سارے لمحے تو ماہا نے بھی سوچے تھے وہ بھی ان کو جینا چاہتی تھی پر ایسے نہیں یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

''روشان، میں عامر کو چھوڑ نہیں سکتی جو تم کہہ رہے ہو وہ سب غلط۔'' روشان نے ماہا کے ہاتھ ایک جھٹکے سے چھوڑ دیئے روشان اچانک سے غصے میں آ گیا تھا، ماہا حیران ہوئی۔

''کہاں گئی وہ محبت، بولو کہاں گئی وہ عظیم محبت؟ وہ بڑی بڑی باتیں، وہ دعوے، تو سب جھوٹ تھا وہ سب جھوٹ تھا نا؟''

''You were not in love not even cloesd!'' روشان کی سانس پھول سی گئی وہ ایک ہی سانس میں بولا۔

''وہ سب جھوٹ نہیں تھا لیکن اب۔'' ماہا کچھ الجھ سی گئی۔

''اب کیا ماہا؟ محبت یا تو ہوتی ہے یا پھر نہیں ہوتی اس میں پر، اگر مگر نہیں ہوتے، میں نہیں کرتا تھا تم سے محبت تو تمہاری محبت کا طوفان بھی میرے دل کو اپنا نہیں سکا تھا پر اب مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے اور میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ اب میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتا Can,t you see i, m in love with you !'' روشان اس وقت بے بس اور اپنے ارادے کا پکا لگ رہا تھا۔

ماہا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب ہو کیا رہا تھا، وہ کیا کرے کیا کہے، اس کی سوئی ہوئی قسمت چلا کر جاگ اٹھی تھی یا دراصل اب اس کے نصیب سونے کی تیاری کر رہے تھے۔

''تم تو کہتی تھی میرے لئے جان بھی دے دو گی، جان نہیں مانگ رہا ہوں تمہاری تمہیں تم سے مانگ رہا ہوں ماہا، تم سے اس ماہا کو مانگ رہا ہوں، جو مجھے سچی محبت کرتی تھی وہ ماہا جو اپنی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

محبت کے چھن جانے سے موت کے قریب پہنچ گئی تھی، جو اپنی اس یکطرفہ محبت کے لئے روئی تھی جواب تکمیل مانگ رہی ہے، میں جانتا ہوں عامر ایک اچھا انسان ہے، تم اس سے بات کرو وہ بھی سمجھ جائے گا Just come with me! (بس میرے ساتھ چلو......!)۔'' روشان نے التجاء کی اور آگے بڑھ کر ماہا کو تھاما۔

ماہا کو اچانک ہوش آ گیا وہ روشان کی گرفت سے نکلی اور اسے دو قدم دور ہٹ گئی روشان حیران ہوا۔

''چلے جاؤ۔'' ماہا نے خود کو مضبوط کر کے کہا۔

''کیا؟'' روشان کو یقین نہیں آیا۔

''میں نے کہا چلے جاؤ۔''

''میری زندگی سے، اس گھر سے چلے جاؤ۔'' ماہا نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا روشان بس چپ چاپ اسے دیکھنے لگا۔

''تمہیں مجھ سے محبت نہیں تھی وہ سب جھوٹ تھا ایک جذباتی لڑکی کی جذباتی باتیں تھیں، تم نے محبت کو بدنام کیا ہے ماہا، محبت کا مذاق بنایا ہے، اب تم اسے چھوڑنا نہیں چاہتی کیوں؟ کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے، امیر ہے؟'' روشان چلایا ماہا کا دل بیٹھا۔

''تم جو چاہو وہ سمجھ سکتے ہو مجھے پرواہ نہیں ہے۔'' ماہا نے بمشکل کہا۔

''مجھے افسوس ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے، تم سے جو محبت کے معنی بھی نہیں جانتی، محبت قربانیاں مانگتی ہے یہ بہادر لوگوں کا جذبہ ہے اس میں بغاوت کرنی پڑتی ہے، میں یہ سب کرنے کو تیار ہوں کیونکہ اب مجھے تم سے محبت ہے، پر افسوس کہ میری یہ محبت یکطرفہ ہے کیونکہ جو تم نے کی تھی وہ محبت نہیں تھی۔'' روشان نے نم آنکھوں سے ماہا پر الزام لگاتے ہوئے بمشکل کہا، ماہا نے اچانک اسے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

''اور اب میں تم سے نفرت نہیں کر سکوں گا۔'' روشان نے کہا اور وہاں سے چلا گیا ماہا نے گہری سانس لی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

قسمت نے مذاق ہی تو کیا تھا ایک بھیانک مذاق، وہ لمحے وہ سارے لمحے جو ماہا نے قسمت سے مانگے تھے اب قسمت وہ سارے لمحے اس کے منہ پر طمانچوں کی طرح مار رہی تھی۔

یہ محبت، یہ اظہار، یہ سب ہی تو چاہتی تھی وہ پر ایسے نہیں، ماہا نے اوپر دیکھا، وہ رو رہی تھی اور کوئی ہنس رہا تھا، وہ قسمت تھی۔

☆☆☆

روشان نے حنا بی بی کے سامنے بہانہ بنایا کہ اسے اپنے آفس سے کال آئی ہے اور اسے جلد از جلد پاکستان پہنچنا ہے، ابھی محبت سے ہار جانے کے بعد اب وہ بھی وہاں ایک پل بھی رہنا نہیں چاہتا تھا، اس نے شام تک ٹکٹ بک کروا دیئے اور صبح پہلے ٹائم کی ان کی فلائیٹ تھی۔

حنا بی بی اور عامر نے اس بات پر زیادہ دھیان نہیں دیا کہ روشان اچانک واپس جانے کی ضد کیوں کرنے لگا۔

کیونکہ ان کے پاس جواز تھا کہ آفس کا کام ہے اور کام سے ضروری تو کچھ ہو نہیں سکتا، عامر اور ماہا حنا بی بی اور روشان کو ائیر پورٹ تک چھوڑنے آئے ہوئے تھے، روشان عامر سے ملا اور ماہا کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا، ماہا حنا بی بی کے گلے لگی اور اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''ماہا میری جان کیا ہوا؟'' حنا بی بی نے پیار سے کہا۔

''کچھ نہیں خالہ بس آپ جا رہی ہیں تو دل بھر آیا۔'' ماہا نے اپنے آنسو صاف کیے۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''اب تم لوگ آنا بیٹا اور کوئی کتنا بھی دور ہو دل قریب ہونے چاہیے، اب رونا نہیں ورنہ میرا بھی دل بھر آئے گا۔'' صبح کے پانچ بج رہے تھے جب۔

عامر اور ماہا اب واپس اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے تھے علی ماہا کی گود میں سو رہا تھا اور ماہا باہر راستوں کو دیکھتی ہوئی یہ سوچ رہی تھی کہ اب وہ اس سب کے بارے میں کبھی نہیں سوچے گی، اس نے جو کیا ٹھیک کیا اور بس۔

روشان اور حنا بی بی کو واپس گئے ہوئے دو دن ہو گئے تھے اور ماہا اب تک یہ ہی سوچ رہی تھی کہ آخر اب اس سب کا مطلب کیا تھا۔

کبھی وہ سوچتی کہ یہ محض روشان کا پچھتاوا تھا جس کے دباؤ میں آ کر وہ ایسی باتیں کر بیٹھا تھا پھر اگلے ہی پل وہ سوچنے لگی کہ جو بات روشان نے کی کوئی چھوٹی بات نہیں تھی۔

عامر نے دیکھا ماہا اپنے ہی خیالوں میں گم لاؤنج میں بیٹھی تھی دور سے دیکھنے پر کسی مصور کی اداس تخلیق لگ رہی تھی، عامر دبے پاؤں آگے بڑھا اور اچانک سے ماہا کے کاندھوں پر ہاتھ رکھا وہ بری طرح چونک گئی، عامر ہنسنے لگا۔

''یہ کیا طریقہ ہے عامر آپ نے تو جان ہی نکال دی تھی میری۔'' ماہا نے غصے سے کہا، وہ بری طرح ڈر گئی تھی۔

''اوہو، سوری مجھے نہیں لگا تھا تم ایسے ڈر جاؤ گی۔'' عامر آگے بڑھا اور ماہا کا ہاتھ تھاما اس نے عامر کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''ہر وقت مذاق کا نہیں ہوتا، کبھی انسان کسی موڈ میں ہوتا تو کبھی کسی اور۔'' ماہا نے ڈانٹنے والے انداز میں کہا عامر ماہا کو ایسے دیکھنے لگا جیسے ماہا پیار بھری باتیں کر رہی ہو۔

''دوبارہ ایسا نا کرنا۔'' ماہا کا غصہ کم ہونے لگا اسے بھی احساس ہوا کہ وہ اوور ریکٹ کر رہی ہے، عامر اب بھی نہیں بولا۔

''اب بولو کچھ، ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟'' ماہا نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

''میری غلطی ہے تم نکال لو غصہ، آخر مجھ پر ہی غصہ کرو گی نا۔'' عامر نے مسکرا کر کہا ماہا نے دو پل اسے دیکھا۔

وہ حیران رہ گئی تھی آخر وہ کس قسم کا انسان تھا کیسی محبت تھی اس کی کیا محبت ایسی ہی ہوتی ہے؟ ماہا کے اندر یہ سوال گونجا۔

''سوری۔'' ماہا نے اچانک کہا۔

''نو میری جان آئی ایم سوری، اچھا یہ سب چھوڑو یہاں بیٹھو۔'' عامر نے ماہا کو اپنے سامنے بٹھایا۔

''اب بتاؤ کیا بات ہے پریشان ہو؟'' عامر نے ماہا کے چہرے سے بالوں کی چند لٹیں ہٹا کر اس کے کان کے پیچھے کی۔

''نہیں بس ایسے ہی، تھک گئی ہوں۔'' ماہا نے اصل بات نہیں بتائی، بتاتی بھی تو کیا۔

''اوہ تو اب کیا کیا جائے جو آپ کا موڈ فریش ہو جائے کہیں باہر چلیں یا کوئی مووی دیکھیں۔'' عامر نے ہر بار کی طرح فوراً ہی ماہا کا موڈ فریش کرنے کے طریقے سوچنے شروع کر دیئے۔

''نہیں کچھ نہیں بس آپ۔'' ماہا رکی۔

''بس کیا؟'' عامر نے اس کے الفاظ دہرائے۔

''میرے پاس بیٹھیں۔'' ماہا کی آواز مدھم ہوئی۔

''یہ کام تو میں تمام عمر کر سکتا ہوں۔'' عامر نے خوش ہو کر کہا۔

''میں جانتی ہوں۔'' ماہا نے کہا اسے یقین

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

تھا عامر نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ماہا نے عامر کے کاندھے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں عامر نے بھی اسے اپنی آغوش میں چھپا لیا تھا۔

''ماہا..... ماہا اٹھو..... ہیلو..... ماہا؟''

ماہا نے اچانک چونک کر آنکھیں کھولیں تو وہ حیران رہ گئی، اس کے سامنے وہ ماہا کھڑی تھی جو روشان کی مہندی والے رات اپنی محبت پہ روئی تھی اس پیلے ڈریس میں ملبوس جو اس نے اپنی مہندی کے لئے بنایا تھا وہ ہی سرخ آنکھیں، بکھری حالت اور مسخ شدہ مہندی بکھرے بال۔

''تم.....؟'' ماہا نے حیران ہو کر بس اتنا ہی کہا۔

''ہاں میں تم مجھے بھول گئی ماہا؟'' اس نے روتی ہوئی آواز میں سوال کیا وہ ماہا کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

''یہ دیکھو میری مہندی، میرے آنسو، تم سب بھول گئی؟''

''نہیں۔'' ماہا نے انکار میں سر ہلایا۔

''یاد ہے وہ رات، وہ درد، وہ آنسو، اس دن تمہارے دل نے کیا چاہا تھا ماہا یاد ہے تمہیں، تمہاری ہر سانس سے کیا آہ نکلی تھی کہ تمہیں تمہاری محبت مل جائے کوئی معجزہ ہو جائے وہ دل تمہاری محبت سے بھر جائے، مگر حالات نے تمہاری پکار نہیں سنی تھی قسمت نے تمہاری آہوں پر لبیک نہیں کہا تھا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ اس وقت یہ سب ہونا نہیں لکھا تھا لیکن اب ہو گیا، دیکھی ہیں ناں تم نے روشان کی آنکھیں وہ ہی درد تھا ان میں وہ ہی پکار اور ویسی ہی آہیں، تمہاری سن لی گئی ماہا، اب تم کس بات کا انتظار کر رہی ہو؟ نہیں، اب یہ سب کسی کام کا نہیں ہے، دیر سے آنے والی خوش نصیبی بھی دراصل بدنصیبی ہی ہوا کرتی ہے، میرے ساتھ بھی تو یہ ہی ہوا ہے اب بہت دیر ہو گئی ہے۔'' ماہا نے افسردہ ہوتے ہوئے کہا اب یہ ہی کر سکتی تھی وہ۔

''اب کیا کہا تم نے اب، ماہا محبت میں کبھی دیر نہیں ہوتی اور اس سب کی ذمے دار بھی تو تم خود ہی ہو۔'' اس نے اچانک سے الزام لگاتے ہوئے کہا۔

''کیا میں؟'' ماہا چونکی۔

''یہ انسان بڑا عجیب ہے خدا سے دعا مانگ کر خود ہی اپنی دعا بھول جاتا ہے، خبردار جواب خدا کو قسمت کو یا وقت کو طعنہ دیا، اب خود کو کوسنا۔'' وہ غصے سے بولی۔

''تو کیا چاہتی ہو تم، یہ سب چھوڑ دوں یہ گھر، میرا ہم سفر اولاد؟'' ماہا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

''نہیں ماہا اگر یہ سب چھوڑنا نہیں چاہتی تو نا چھوڑو ایک طرف ہو جاؤ، اپنے گھر میں اپنے ہم سفر کی بانہوں میں کسی اور کا غم لئے اداس بیٹھی ہو، واہ تم کیا کہتی ہو اسے نہیں جانتی میں پر یہ منافقت ہی ہے، بے وفائی ہے تمہارے ہم سفر کے ساتھ۔'' اس نے لفظ تمہارے ہم سفر پر طنزیہ زور دیا۔

ماہا کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا اور سچ کہا تھا اس نے۔

''انکار کر چکی ہو نا روشان کو وہ ہی درد تم نے اس کے منہ پر دے مارا جو اس نے تمہیں انجانے میں دیا تھا تو بس پھر اسے یاد کیوں کر رہی ہو اس کے بارے میں سوچ کیوں رہی ہو، مٹی ڈالو بات ختم کرو، ایسے بھول جاؤ اسے جیسے وہ تھا ہی نہیں، عامر سے کہو کہ تم صرف اس کی ہو، پھر یہ کیا کہ محبت کہیں اور اور وفائیں کہیں اور واہ۔'' اس نے طنز کیا۔

''اپنی بکواس بند کرو۔'' ماہا نے غصے سے چلا کر کہا۔

WAQAR ZEEM
www.pakistanipoint.com

''میرا منہ تم بند نہیں کروا سکتی، روشان کی محبت بھلا کر عامر سے شادی کر لی اور اب نہ پوری طرح اس کی ہو اور نا اس کی ہونا چاہتی ہو، جانتی ہو تم جیسی عورت کو کیا کہتے ہیں تم ایک......!'' ماہا نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا اور ماہا جو کہ سو گئی تھی اچانک چونک کر جا گی۔

''ssssh...... سب ٹھیک ہے۔'' عامر نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا وہ جاگ رہا تھا، ماہا اس کی گرفت سے نکلی۔

(نہیں عامر سب ٹھیک نہیں ہے) ماہا نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔

''Hey کیا ہوا؟'' عامر نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی، ماہا چونکی، اب عامر کو اس کی فکر ہو رہی تھی۔

''میں سونے جا رہی ہوں۔'' ماہا نے اتنا کہا اور بنا عامر کی بات سنے وہاں سے چلی گئی۔

''ماہا کو ہوا کیا ہے؟'' عامر نے خود سے کہا اور کچھ پلان کرنے لگا۔

ماہا نے اپنے بستر پر جا کر گر گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس کے ضمیر کی ساری باتیں سچ ہی تو تھیں، کیا ماہا نے محبت سے دھوکا کیا تھا جیسا روشان نے کہا جو ماہا نے کی وہ محبت نہیں تھی، اب کیا کرنا چاہیے تھا اسے؟ ماہا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، خود کو سنبھالتے سمجھاتے چار ماہ گزر گئے تھے۔

☆☆☆

صبح کا وقت تھا ماہا جاگی اور ہاتھ بڑھایا سائیڈ ٹیبل سے پھول اٹھانے کے لئے پھول تو اسے مل گئے ساتھ کچھ گرنے کی آواز آئی، ماہا نے دیکھا وہ ایک چھوٹا سا گفٹ تھا۔

ماہا جانتی تھی یہ عامر کی حرکت ہے ماہا کو ایک پل کے لئے بھی اداس نہیں دیکھ سکتا تھا وہ اور پھر ماہا کو خوش کرنے کی خاطر وہ کچھ بھی کر جاتا تھا۔

ماہا نے گفٹ کھولا تو اس میں ڈارک بلو رنگ کے خوبصورت آویزے تھے، ماہا حیران ہوئی ہر بار کی طرح اسے لگا تھا کوئی رنگ ہو گی وہ اسے بہت پسند آئے وہ فریش ہو کر باہر آئی تو ٹیبل پر ناشتہ لگا ہوا تھا، ملازمہ اور علی شاید باہر لان میں تھے، ان کے کھیلنے کی آوازیں آ رہی تھیں ماہا نے دیکھا ناشتے کے ٹیبل پر ایک کاغذ پڑا تھا، ماہا نے اسے کھولا اور پڑھنے لگی لکھا تھا۔

''میری جان میری زندگی میری ماہا، پہلا گفٹ تو تمہیں مل ہی گیا ہو گا، اب ایک کام کرو، اپنی آنکھیں بند کرو اور اندازے سے ڈرائنگ روم میں چلی جاؤ، مذاق کر رہا ہوں یہ میرا پلان تھا جو کہ آفس سے کال آنے کی وجہ سے برباد ہو گیا قسم سے کام بہت ضروری تھا ورنہ میں کبھی نہیں جاتا، خیر تم ڈرائنگ روم میں جاؤ۔'' ماہا مسکرا دی اور ڈرائنگ روم کی طرف گئی تو سامنے کا منظر دیکھ کر حیران رہ گئی وہاں کمرے کے بیچ و بیچ ایک ڈارک بلو رنگ کا ڈریس اسٹینڈ پر لگا ہوا تھا۔

وہ کوئی عام ڈریس نہیں بلکہ شہزادیوں جیسا ایک خوبصورت فراک تھا، وہ آویزے بھی اس کی مناسبت سے خریدے گئے ماہا آگے بڑھی اور ابھی حیران ہو کر اسے دیکھ ہی رہی تھی کہ اس کی نظر اس اٹیچ کاغذ پر پڑی ماہا اسے پڑھنے لگی۔

''میں جانتا ہوں تمہارے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی ہو گی جسے دیکھنے کے لئے مجھے وہاں ہونا چاہیے تھا آف یہ محبت کا دشمن سماج ہمارا لمحہ خراب کر ڈالا خیر، شام تک تیار رہنا، ہم ڈنر پر چلیں گے آئی لو یو۔'' ماہا نے ایک پڑھ لیا اور ایک نظر اس ڈریس کو دیکھا پھر آس پاس اور چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی جہاں سے اسے علی نظر آ رہا تھا ماہا نے گہری سانس لی۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

اب وہ فیصلہ کر چکی تھی آخر یہ ہی تو اس کی دنیا تھی اب اسے ماضی کے سارے ملال دل سے مٹا دینے تھے۔

اس نے ارادہ کر لیا کہ آج وہ بھی عامر کو یہ بتا دے گی کہ عامر اس کے لئے کتنا اہم ہے۔

ماہا نے عامر کی پسند کا کھانا بنایا سب کام ہو چکے تھے اب بس ماہا کو خود تیار ہونا تھا اور علی کو تیار کرنا، علی ابھی سو رہا تھا ماہا تیار ہونے چلی گئی وہ اس ڈریس میں واقعی ہی شہزادی لگ رہی تھی ایک بار تو اپنے عکس کو دیکھ کر وہ خود حیران رہ گئی، اس نے خود کو سنگھار کے ہتھیاروں سے لیس کر لیا اور اب وہ علی کو تیار کر رہی تھی۔

''ماما کی جان تو بہت پیارا لگ رہا ہے ماشاءاللہ۔'' ماہا نے علی کی بلائیں لیں اور اچانک بیل کی آواز پر چونکی ماہا نے دیکھا ابھی تو شام کے پانچ بجے تھے اور عامر سات بجے سے پہلے نہیں آتا تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ عامر ایسے معاملوں میں بہت جلد باز تھا اس لئے جلدی آ گیا ہوگا۔

''علی کے پاپا آ گئے، چلو پاپا کو حیران کرتے ہیں۔'' ماہا نے علی کو اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھی۔

اس نے دروازہ کھولا تو سامنے کا منظر دیکھ کر حیران رہ گئی، ماہا کی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔

''تم......؟'' حیرانگی کے عالم میں ماہا کی زبان سے بس یہ ہی الفاظ برآمد ہوئے سامنے روشان کھڑا تھا جو ماہا کو دیکھ کر حیران تھا۔

''کیسی ہو ماہا؟'' روشان نے پوچھا وہ سنجیدہ تھا۔

''ٹھیک ہوں...... تم یہاں ایسے؟'' ماہا حیران تھی۔

''اندر آنے کا نہیں کہو گی؟'' روشان نے پوچھا ماہا کو شرمندگی ہوئی وہ روشان کو اچانک وہاں دیکھ کر اتنی حیران ہو گئی تھی کہ یہ کہنا ہی بھول گئی۔

''سوری اندر آؤ۔'' ماہا نے سامنے سے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا اور دروازہ بند کر دیا۔

''سب ٹھیک ہے، تم اچانک یہاں؟'' ماہا نے پوچھا۔

''ہاں سب ٹھیک ہے، بزنس کے سلسلے میں یہاں آیا تھا سوچا تم سب سے ملتا جاؤں۔'' روشان نے وضاحت دی۔

''اچھا کیا، بیٹھو میں کافی بناتی ہوں۔'' ماہا نے کہا ہی تھا۔

''نہیں تکلیف نہ کرو بس ایک گلاس پانی پیلا دو۔'' روشان نے کہا۔

''ابھی لاتی ہوں۔'' ماہا جانے لگی کہ۔

''ماہا؟'' روشان نے اسے پکارا وہ پلٹ کر متوجہ ہوئی۔

''اسے مجھے دیتی جاؤ۔'' روشان نے علی کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

''کیوں نہیں۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا اور علی کو روشان کی سمت بڑھا دیا، ماہا کچن میں گئی وہ یہ ہی سوچ رہی تھی کہ روشان کا اچانک وہاں آ جانا شاید اتفاق ہی تھا۔

وہ پانی اور علی کا واکر لے کر ہال تک واپس آئی پانی کا گلاس ٹیبل پر رکھا اور علی کو روشان سے لے کر واکر میں بٹھا دیا، خود سامنے بیٹھی۔

''ویسے تم کیا کسی سلطنت کو فتح کرنے جا رہی ہو، اس ڈریس میں بالکل شہزادی لگ رہی ہو۔'' روشان کا انداز نارمل تھا، ماہا بھی مسکرا دی۔

''یہ عامر کی پسند ہے، میں جانتی ہوں کچھ زیادہ ہی غیر رسمی ہے لیکن۔'' ماہا بول رہی تھی کہ روشان نے اس کی بات کاٹی۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

"نہیں نہیں میں تو مذاق کر رہا تھا، عامر کی پسند بہت اچھی ہے، اور تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" روشان کا انداز اب بھی نارمل تھا۔

"شکریہ، خالہ کیسی ہیں؟" ماہا نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہیں، خالہ وقت حالات۔" روشان نے بتایا۔

"بہت اچھی بات ہے۔" ماہا نے کہا اب اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے کچھ پل خاموشی کی نظر ہوئے، جس بیچ روشان ماہا کو ہی دیکھ رہا تھا اور ماہا نے یہ محسوس بھی کیا پر ظاہر نہیں کیا۔

"اوہ یاد آیا میں تمہارے لئے کچھ لایا ہوں۔" روشان نے کہا اور اپنے بیگ میں سے کچھ نکالنے لگا ماہا متوجہ تھی۔

"کیا ضرورت تھی تکلف کرنے کی۔" ماہا نے کہا۔

"ارے تکلف کیسا، اب بھی دوست ہیں ہم اور اتنا حق تو ہے میرا۔" روشان نے کہا اور ایک کتاب ماہا کی طرف بڑھائی وہ شاید شاعری کی کتاب تھی کتاب پر لکھا تھا۔

"دردفراق۔" ماہا نے کتاب پکڑی۔

"شکریہ۔" ماہا نے کہا۔

"کیا ہوا اتنا ڈھیلا ساری ایکشن، پہلے تو تم شاعری کی کتابوں کے لئے جان بھی دینے کو تیار ہو جاتی تھی۔" روشان نے یاد دلانے والے انداز میں کہا تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے اس وقت یہ سب پڑھنا اچھا لگتا تھا "دردفراق" اب میں ایسی درد بھری شاعری نہیں پڑھتی۔" ماہا کا انداز نارمل تھا۔

"ہوں جانتا ہوں انسان اپنے حالات اور جذبات کے مطابق چلنا پسند کرتا ہے کہانیاں، شاعری سب میں اپنے حالات اور جذبات کی ترجمانی تلاش کرتا پھرتا ہے، جیسے پہلے تم مجھ سے اپنی یکطرفہ محبت کا غم منایا کرتی تھی، میرا انتظار کرتی تھی تو ایسی کتابیں پڑھتی تھی۔" روشان کا انداز کچھ عجیب سا تھا اب ماہا چونک سی گئی۔

"اور اب تمہاری زندگی میں سب ٹھیک ہے تو تمہیں ایسی کتابیں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، ایک خوبصورت اور امیر ہم سفر، اولاد، حسن، خوشیاں کیا ہے جو نہیں ہے تمہارے پاس ویسے اب تو مجھے تمہیں کوئی ایسی کتاب گفٹ کرنی چاہیے تھی جس کا عنوان کچھ یوں ہوتا کہ۔"

"کسی کا دل توڑ کر خوش ہوں میں۔"

"محبت ٹھکرادی میں نے۔"

"یا یہ کہ، میں اور میری خود پرست محبت۔"

روشان اچانک پڑی سے اتر گیا ماہا کھڑی ہوئی روشان نے دو پل ماہا کو دیکھا وہ اسے حیران ہو کر دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا، پھر سے مجھے اپنے گھر سے نکال دو گی، جب دل سے نکال دیا تو گھر سے نکالنا کیا بڑی بات ہے، اور میں اپنی ساری انا مار کر پھر سے چلا آیا جانتی ہو کیوں کیونکہ میں تمہیں ایک بار دیکھنے کے لئے تڑپ رہا تھا ماہا، تم مجھے میرے آس پاس نظر آ رہی تھی، تمہاری آواز میرے اندر گونج ...... یہ ٹھیک کہا تھا تم نے اب بہت دیر ہو چکی ہے۔" روشان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا وہ کھڑا ہوا اور دو قدم آگے بڑھا کہ ماہا دو قدم پیچھے ہٹ گئی، اسے روشان نارمل نہیں لگ رہا تھا۔

"ڈرو نہیں محبت کرتا ہوں تم سے۔" روشان نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا ماہا بس حیران ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ میرا مکافات عمل ہے، جانتا ہوں اب تم میری نہیں ہونا بنو گی، بس ایک وعدہ لینے آیا تھا تم

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سے۔'' روشان کا لہجہ کانپ رہا تھا آنکھیں نم تھیں، ماہا نے روشان کو اس حالت میں کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ خود پر بمشکل قابو پائے کھڑی تھی۔

''کیسا وعدہ؟'' ماہا نے پوچھا۔

''جب تم دکھی تھی تو تم نے مجھ سے التجاء کی تھی کہ میں تمہارا خواب پورا کردوں، تمہیں میری دلہن بننا تھا، کیا تم ایک کام کروگی میرا؟'' روشان نے زخمی لہجے میں کہا۔

''کون سا کام؟'' ماہا نے کہا اب اس کی آواز بھی کانپی۔

''تم خدا سے دعا کرنا کہ آخرت میں تم صرف میری ہو اور وہاں ہم ایک دوسرے کے۔'' ماہا کا دل بیٹھ سا گیا۔

''یہاں جو ہوا جو ہو رہا ہے، قسمت ہے پر میں پہلے بتا رہا ہوں وہاں پر تم صرف میری ہوگی، ایسے ہی شہزادیوں کی طرح سجی ہوئی صرف میرے لئے۔'' روشان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اب ماہا کے لئے بھی ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا، آسمان پر بادل چھانے لگے کالے بادل، ہوائیں سرد ہونے لگی۔

''یہ سب کیوں ہوا ماہا، پہلے تمہارا دل ٹوٹا اور اب میرا، آخر ہمارا قصور کیا تھا، کیا ہم دونوں ہی اپنی محبت میں سچے نہیں تھے۔'' روشان نے گویا قسمت سے سوال کیا تھا۔

''تمہاری ایک ہاں، پر میں جانتا ہوں تم مجبور ہو، میری کوئی بات بری لگی ہو تو مجھے معاف کر دینا میں خود نہیں جانتا مجھے ہو کیا گیا ہے۔'' روشان بہت بے چین لگ رہا تھا۔

''سنبھالو خود کو۔'' ماہا نے تسلی دینے کی کوشش کی، روشان نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں تھا۔

ماہا نے دو پل روشان کو دیکھا وہ اسے تسلی دینے کی خاطر اس کی طرف ہاتھ بڑھانے لگی کہ جیسے روشان کو اچانک سے ہوش آ گیا۔

''خدا حافظ۔'' روشان کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے وہ پلٹ گیا اور مرکزی دروازے کی طرف بڑھا اچانک سے وقت رک سا گیا ماہا نے دو پل روشان کو دیکھا جو واپس جا رہا تھا، اچانک ماہا کو کسی نے پکارا۔

''ssssh.....؟ ماہا.....؟ ادھر.....!'' ماہا آواز کی طرف متوجہ ہوئی، تو اس نے دیکھا وہ ہی بدحال ماہا کمرے کے دروازے کے پیچھے کھڑی تھی اور ماہا کو آواز دے رہی تھی۔

''روک لو اسے، تمہاری محبت تو ایک طرفہ تھی، پر اب تو ایسا نہیں ہے، اپنی طرح اسے تو بدقسمت نا بناؤ ماہا، قسمت پر دروازے بند نہیں کرتے، جاؤ اور روک لو اسے، وہ ہی تمہاری محبت ہے، تمہارے خواب کی تعبیر ہے، کیا تم نے اس سے محبت نہیں کی تھی؟'' اس نے چلا کر کہا۔

ماہا کو اچانک ہوش آیا وقت پھر سے اپنی رفتار سے چلنے لگا تھا روشان مرکزی دروازے تک پہنچ گیا تھا اس نے دروازہ کھولنے کی خاطر ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ۔

''روشان؟'' ماہا نے اسے پکارا روشان نے ماہا کو پلٹ کر دیکھا دونوں نے دو پل ایک دوسرے کو دیکھا اور ماہا کے قدم روشان کی طرف بڑھے۔

روشان حیران ہوا وہ بھاگتی ہوئی روشان کی سمت آئی اور اس کے گلے لگ گئی، روشان نے بھی اسے اپنی بانہوں میں تھام لیا اور ایسے سانس لی جیسے اسے آج ہی کھل کر سانس آئی ہو، آسمان پر بجلی چمکی طوفان آ چکا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

محبت فاتح عالم

فرح طاہر

www.pakistanipoint.com

ایگزام ڈیوٹی کے بعد بریک کے نام پر اب ان کے پاس بیس منٹ تھے، حدود و قیود میں رہ کر ان بیس منٹ میں وہ اپنی مرضی کا ریلیکس کر سکتی تھیں، مگر اس کی بریک کے پانچ منٹ سٹوڈنٹس سے پیپر کلیکٹ کرنے کی نذر ہو چکے تھے، اس کے پاس اپنی بریک کے پندرہ منٹ باقی تھے، اس لئے اس نے جلدی جلدی تمام پیپرز، پنسلز اور ایکسٹرا شیٹس سمیٹی اور تیز تیز قدم اٹھاتی آفس کی طرف بڑھ گئی، تمام چیزیں میم کے ہینڈ اوور کرنے کے بعد وہ بریک لینے کا کہہ کر سٹاف روم میں چلی آئی، جو آل ریڈی باقی کے سٹاف کی موجودگی کی بدولت کچا کچ بھرا دکھائی دے رہا تھا، سال بھر میں بس یہی وہ خاص دن ہوا کرتے تھے جب سب آپس میں مل بیٹھ کر گپ شپ لگا لیا کرتی تھیں، ورنہ پورا سال ٹف ٹائم مسلسل ڈیوٹی کی نذر کر کے آخر میں چھٹی ہوتے ہی سب کو گھر جانے کی جلدی ہوا کرتی تھی، اس لئے اب جو فرصت کے لمحات میسر آئے تو وہ آپس میں سر جوڑے اپنی اپنی خوش گپیوں میں مصروف تھیں، اس نے سٹاف روم کے دروازے میں کھڑے ہو کر ایک طائرانہ نظر ان سب کی نذر کی اور مسکرا کر اندر قدم رکھ دیا، جہاں اس پر سب سے پہلی نظر دانیا کی پڑی تو انہوں نے سٹاف روم کے آخری کونے کی نشست سے قدرے اونچی متوجہ کرتی آواز میں کہا۔

''لو بھئی اپنی مس سمارٹوں بھی آ گئی۔'' ان کی پکار پر وہاں موجود سبھی نے نظر اٹھا کر توجہ کا رخ اس کی طرف مبذول کیا تو بیک وقت اتنی نظروں کو محسوس کر کے وہ قدرے جھینپ کر مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور ان کے قریب چلی آئی، جہاں اس کی دوست حمیم نے اس کو دیئے جانے والے ''مس سمارٹوں'' کے لقب کی وجہ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

مکمل ناول

بتاتے ہوئے کہا۔

''یہ آج یہاں مس دانیا ماڈلز کی سمارٹنس کا ذکر چھیڑ کر بیٹھی ہوئی ہیں۔'' اس نے حمیم کی بات سنی تو منہ بنا کر کہا۔

''ان ماڈلز کو سمارٹ بول کر سمارٹنس کی انسلٹ مت کریں مس دانیا۔'' وہ چلتی پھرتی تپ دق کی مریضیں سراسر ہڈیوں کا ایسا ڈھانچہ ہوتی ہیں جن کی ہر ہڈی اپنے جوڑ سے لٹک کر باقاعدہ ہلتی ہوئی صاف دکھائی دے رہی ہوتی ہیں، سمارٹنس کی توہین پر اس کا احتجاج سن کر مس دانیا نے مدبرانہ انداز میں کہا۔

''بے وقوف لڑکی، کم از کم ہڈیوں کا ڈھانچہ مت کہو ان کو، ان کی اس سمارٹنس پر ہزاروں لڑکے فدا رہتے ہیں، ان جیسی فیگر کی مالک لڑکیاں ہی لڑکوں کی اولین پسند ہوتی ہے۔'' مس دانیا خیر سے شادی شدہ تھیں اور دو جوان بچوں کی ماں تھیں، اس لئے ذومعنی انداز میں بات کرتے ہوئے آخر میں انہوں نے آنکھ دبائی تو رحاب نے ہاتھ لہرا کر گویا فضا میں اڑتی ان دیکھی مکھی کو اڑاتے ہوئے بہت تپے ہوئے انداز میں کہا۔

''ان کو پسند کرنے والے لڑکے انہی کے جیسے نمونے ہوتے ہونگے اور ویسے بھی لڑکوں کی بات تو آپ کریں ہی مت، سٹوپڈ خود چاہے جتنے مرضی بے ڈھنگے ہوں، مگر ان کی بیوی کی صورت میں مادھوری ڈکشت اور سنی لیون جیسی لچکیلی لڑکیاں ہی چاہیے ہوتی ہیں، میرا بس چلے تو میں ایسی سوچ رکھنے والے ہر لڑکے کا سر توڑ دوں، ایک انہی کی اس سوچ کی وجہ سے آج گھروں میں شریف زادیاں، قبول صورت کا ٹیگ لگوا کر رشتوں کے انتظار میں بوڑھی ہو رہی ہیں۔'' جذبات میں آ کر اس نے اچھی خاصی جوشیلی تقریر کر دی جسے سن کر وہاں موجود سب نے محفقانہ انداز میں سر ہلایا تھا، مگر مس رینا نے ذرا مزاحیہ انداز میں رحاب کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

''کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو رحاب، مگر ذرا یہ بتا دو تمہارے ان لفظوں کے پیچھے کون سا دکھ بول رہا ہے کوئی ذاتی تجربہ۔''

گو کہ ان کا انداز ہمیشہ کی طرح مزاحیہ ہی تھا مگر رحاب کو یوں سب کے بیچ ان کے الفاظ بہت برے سے محسوس ہوئے تھے جس کی وجہ سے وہ ان کے جواب میں سنجیدگی سے بولی تھی۔

''میں نے نہ تو کوئی ذاتی دکھ بیان کیا ہے نہ ہی اپنا کوئی تجربہ پیش کیا ہے، جو کچھ میں نے بولا یہ سراسر میرا تجزیہ تھا جو میں نے آپ سب کے سامنے پیش کر دیا، اب یہ آپ کی سوچ پر منحصر ہے کہ آپ میرے اس تجزیہ کو کس زمرے میں لیتی ہیں۔''

ماحول میں ذرا سی خفگی گھلتی محسوس ہونے لگی تو خفگی کے اس تاثر کو زائل کرنے کی نیت سے مس دانیا نے رحاب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہنس کر کہا۔

''ہاں بھئی رینا، کم از کم اپنی رحاب کے لئے تم ایسے کسی ذاتی دکھ یا تجربے کی بات مت کرو، ماشاء اللہ سے چاند کا ٹکڑا ہے یہ، اوپر سے اس کی خطرناک حد تک سمارٹنس اس کے لئے اس قدر پلس پوائنٹ ہے کہ کوئی بھی دل بہت لگن سے اس کی چاہ میں پاگل ہو سکتا ہے۔''

وہ ایسی ہی تھیں ہمیشہ سے اتنا ہی کھلم کھلا بولنے کی عادی، ان کی اس طرح کھل ڈھل باتیں سن کر اکثر سامنے والا شرمانے کے لئے جگہ ڈھونڈنے کی کوشش میں لگ جایا کرتا تھا، اب یہاں سدا کی شرمیلی رحاب نے یوں ان کے انداز میں اپنے لئے ایسی بات سنی تو اس نے شرما

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کرا اپنا لال ملال ہوتا چہرہ جھکا لیا، پھر لب دبا کر قدرے شرماتے ہوئے انداز میں کہا۔

''بس بھی کریں ناں مس دانیا، آپ بھی نہ بس کچھ بھی بول دیتی ہیں۔''

''ہاں تو، کیا میں غلط بول رہی ہوں۔'' انہوں نے ذرا سا پلٹ کر باقی سٹاف کی طرف ایسے دیکھا جیسے اپنی ذات کے لئے ان سب کی تصدیق چاہتی ہوں، پھر سب کے تاثرات میں اپنی بات کے لئے اتفاق محسوس کیا تو مسکرا کر پلٹتی ہوئی بولی۔

''تمہارے لئے تو مین نے جو بھی بولا ہے سچ بولا ہے، ہاں اگر اپنے لئے بات کروں تو میں یہی کہوں گی کہ اصل مسئلہ تو ہم جیسے پہاڑ کے گوشت جیسوں کے لئے ہوتا ہے جو شوہر والی ہو کر بھی ہر وقت شوہر کے طعنے سن سن کر پاگل ہو رہی ہوتی ہیں، خود میں اسی چکر میں کتنے مہینوں سے ہر طرح کے جتن کر کے دیکھ چکی ہوں مگر مجال ہے جو گوشت کا ایک آدھ ٹکڑا بھی اپنی جگہ سے ہلا ہو۔'' گو کہ وہ بہت ہنس کر بول رہی تھیں، مگر اس بات کا دکھ ان آنکھوں میں صاف دکھائی دے رہا تھا، رحاب نے محسوس کیا تو ہلکے سے انداز میں بولی۔

''توبہ ہے مس دانیا، اس عمر میں جوان بچوں کی ماں کے لئے آپ کے شوہر کو سمارٹنس کا شوق کیوں چڑھ آیا ہے۔''

''شوق ہوا نہیں ہے لڑکی، یہ تو شوق تو ہمیشہ سے ہوتے ہیں ہمیشہ ہی رہتے ہیں اس لئے میں نے کہا ہے بات لڑکے کی ہو یا پختہ عمر کے مرد کی ان کی اولین پسند سمارٹ لڑکی ہی ہوگی۔'' انہوں نے پوائنٹ کو کلیئر کرتے ہوئے اپنی بات کی وضاحت کی تو دانیا نے کہا۔

''تو آپ کو تو اس پسند کا مسئلہ بھی نہیں ہونا چاہیے ناں، سر خلیق نے تو آپ کے ساتھ پسند کی ہی شادی کی تھی ناں، اب آپ جیسی بھی ہو جائیں رہیں گی تو ان کی پسند ہی ناں۔''

''اب کہاں کی پسند رہ گئی پاگل، گزرتے وقت کے ساتھ پسند بھی بدل جایا کرتی ہے، جب انہوں نے مجھے پسند کیا تھا میں تمہاری ہی طرح سمارٹ ہوا کرتی تھی، اب دیکھ لو وقت نے کمر کو کمرہ کر دیا ہے تو میاں جی گھر کی پسند کیسے وہی رہ سکتی ہے؟'' انہوں نے اپنے گزرے وقت کی یادیں تازہ کرتے ہوئے اپنی زندگی سے جڑے تجربے کو بیان کیا تو رحاب پھر سے شدید اختلاف کرتی ہوئی بولی۔

''آج کے جن لڑکوں کی پسند کی بات آپ کر رہی ہیں وہ اور ہے اور سر خلیق کی آپ کے لئے پسند کی بات جو میں کر رہی ہوں وہ الگ بات ہے، آپ کی بات سے اتفاق کرتی ہوں لڑکے پسند کر لیتے ہونگے وقت کے گزارنے کے ساتھ ان کی پسند بدل بھی جاتی ہوگی، مگر سر خلیق نے آپ کے ساتھ پسند سے زیادہ محبت کی شادی کی تھی اور میرے خیال میں جب ہم محبت کے درجے پر فائز ہو کر کسی کو محبوب بناتے ہیں تو پھر وہ ہمیں ہر صورت پسند ہوتا ہے۔'' اس نے بڑے یقین انداز میں محبت کی وکالت کی تھی، جسے سن کر مس دانیا نے بڑے مدبرانہ انداز میں کہا۔

''ابھی تم ناسمجھ ہو، زندگی کی باریکیوں کو پوری طرح نہیں سمجھتی ہو، اس لئے محبت سے فسینیٹ ہو کر اس طرح کی باتیں کر رہی ہو، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جس محبت کا تم راگ الاپ رہی ہو وہ محبت زندگی گزارنے کے لئے کافی نہیں ہوتی ہے، پریکٹیکل لائف میں قدم رکھتے ہی زندگی کی ترجیحات بدل جاتی ہیں۔''

موضوع رخ بدل کر محبت پر آن رکا تھا اور

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

رحاب کو محبت کے لئے بولنا ہمیشہ سے ہی اچھا لگا کرتا تھا، چنانچہ من پسند موضوع دیکھ کر وہ جوش سے میدان میں اتر کر محبت کی حمایت میں بولنے لگی۔

''ارے مس دانیا، زندگی گزارنے کے لئے ایک محبت ہی تو کافی ہوا کرتی ہے۔''

محبت کا تجربہ نہیں تھا اس کو مگر محبت کے متاثرین میں شامل تھی، عقیدت کی نظر سے محبت کو دیکھتی تھی، اس لئے آنکھوں میں جگنو بھر کر میٹھے انداز میں محبت کی طرف داری میں بولی تو محبت کی برت چکی مس دانیا نے بہت ٹھنڈے انداز میں کہا۔

''ابھی تم ایسا کہہ سکتی ہو، کیونکہ دور کے ڈھول سہانے لگا کرتے ہیں ناں، اسی لئے تم کو محبت اٹریکٹیو لگتی ہے، ورنہ میں پھر بھی کہوں گی کہ پریکٹیکل لائف میں قدم رکھتے ہی محبت کا بھوت پہلے ہر مرحلے پر سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ جاتا ہے، تب سب سے پہلی ترجیحی پیٹ کی بھوک ہوا کرتی ہے، ایسی بھوک جس کو مٹانے کے لئے محبت کافی نہیں ہوتی ہے اور پیٹ کی یہ بھوک محبت سے بھرتی بھی نہیں ہے، اس بھوک کو مٹانے کے لئے روٹی ہی چاہیے ہوتی ہے، اس لئے جب کھانے کو روٹی نہ ہو تو محبوب شوہر بن کہ واضح لفظوں میں کہہ دیتا ہے۔''

''پڑھی لکھی باشعور عورت ہو، گھر بیٹھ کر بوجھ بننے کی بجائے میرے ساتھ گاڑی کا برابر پہیہ بن کر چلو، تاکہ زندگی بیلنس میں گزر سکے اور تب آپ کو بھی محبت کو سائیڈ پر پھینک کر شوہر کے ساتھ کمانے کے لئے نکلنا پڑتا ہے۔''

مس دانیا کے کہے ہر لفظ میں ان کے حالات کی تلخی نمایاں تھی جسے محسوس کرتے ہوئے مس رینا نے ان کی باتوں سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

''رحاب، مس دانیا ٹھیک کہہ رہی ہیں، یہ محبت کے چونچلے فراغت کے لمحات کا شغل میلا ہوا کرتا ہے بس، ورنہ نہ تو محبت روٹی بن کر پیٹ بھرتی ہے اور نہ ہی کپڑا بن کہ تن کو ڈھانپتی ہے، اس لئے جب روٹی اور کپڑے کی ترجیحات منہ پھاڑ کر نکلنے لگتی ہے تب محبت کہیں پیچھے ہی رہ جاتی ہے، بالکل دیوانے کے اس خواب کی مانند جو آنکھ کھلنے پر خیال بن کر سوچ میں تحلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔'' رحاب بہت غور سے اس کو سن رہی تھی جب وہ کہہ چکی تو رحاب ان دونوں سے معذرت کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''معافی چاہتی ہوں، مگر مجھے آپ دونوں کی باتوں سے بالکل بھی متفق نہیں ہوا اور یہ جس طرح آپ لوگ محبت کے مقابل روٹی اور کپڑے کو لا رہی ہیں تو اس کے لئے میں بس اتنا ہی کہوں گی کہ اگر کوئی آپ سے سچی محبت کرتا ہے تو وہ نہ تو آپ کے پیٹ کو بھوکا رکھے گا اور نہ ہی آپ کے تن کو ننگا رکھے گا، اگر محبوب حقیقی محبوبت رکھتا ہوگا تو وہ خود کو پس پشت ڈال کر جیسے بھی ممکن ہو سکے گا آپ کو کھانے کو بھی دے گا اور آپ کے پہننے کے لئے کپڑا بھی مہیا کرے گا، ہاں یہ ضرور ہے کہ زندگی میں اتار چڑھاؤ تو زندگی کا حصہ بن کہ آتے جاتے ہی رہتے ہیں، اس لئے ان اتار چڑھاؤ کو محبت کے بھروسے بیلنس میں رکھ کر زندگی کو آسان بنانے کی کوشش کی جا سکتی ہے، ناں کہ محبت ہی کو اٹھا کر سائیڈ کر دیا جائے، محبت کو ایسے سائیڈ کر دینے والے شخص کو میں محبوب تسلیم ہی نہیں کرتی اور نہ ہی ایسی محبت کو میں محبت کہتی جو وقت کو رنگین کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔'' اس نے قطعی انداز میں اپنی بات کی وضاحت میں مزید کہا۔

WAQAS AZEEM
www.pakistanipoint.com

''چلیں میں ابھی محبوب کو چھوڑ کر، سچی محبت کی وضاحت کر دیتی ہوں اس کے بعد محبوب کی وضاحت خود ہی ہو جائے گی کسی اور کی مثال شاید آپ میں سے کسی کی طرف سے اعتراض کا سبب بن جائے اسی لئے میں ایک باپ کی مثال دیتی ہوں، ایک باپ اپنی اولاد سے بالکل سچی محبت کرتا ہے ناں؟ کسی بھی شک و شبے سے بالاتر محبت، تو کیا کبھی کسی محبت کرنے والے باپ نے اپنی اولاد کو بھوکا رکھا ہے۔''

اپنی بات کی وضاحت میں وہ باقاعدہ دلائل پر اتر آئی تھی، مگر اس کی اس دلیل پر مس دانیا نے فوراً اعتراض کرتے کہا تھا۔

''وہ باپ ہوتا ہے اور اس کی محبت کسی بھی قسم کی غرض سے پاک ہوتی ہے۔''

''ڈیٹس دا پوائنٹ مس دانیا، یہی میں کہنا چاہ رہی ہوں کہ جو حقیقی محبت ہوتا ہے اس کی محبت بھی ہر غرض سے پاک ہوتی ہے، اگر محبوب کی محبت سچی ہوگی تو کسی کو روٹی کے لئے رشتوں پر انگلی اٹھانی نہیں پڑے گی۔'' اپنی طرف نے اس نے اپنے نقطہ نظر کو بہت وضاحت سے واضح کر دیا تھا مگر اس کے باوجود مس دانیا نے انکار بھرے افسوس میں سر دائیں بائیں گھماتے ہوئے کہا۔

''تم نہیں سمجھو گی رحاب۔''

''سمجھنا تو آپ نہیں چاہتی مس دانیا۔'' وہ دوبدو جواباً بول رہی تھی تب حمیم نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''بریک کا سارا ٹائم آپ لوگوں نے اسی بحث میں گزار دیا ہے اس کے باوجود آپ میں سے کوئی بھی کسی کو نہ تو سمجھ سکا ہے نہ کوئی کسی کو سمجھا سکا ہے اس لئے مزید بحث کو ملتوی کر کے آفس چل کر اپنے کام کی خبر لے لیں، ورنہ جس حساب سے آپ لوگ بحث میں الجھ کر دنیا بھلائے بیٹھے ہیں، آفس سے ضرور کوئی اٹھ کر آپ لوگوں کی خبر لینے پہنچ جائے گا۔'' اس نے ہنس کر مزاحیہ انداز میں کہتے ہوئے ان کی توجہ تیزی سے گزرتے وقت کی جانب مبذول کروائی تو دونوں ہی کھسیا کر سیدھے ہو کر ذرا سے مسکرا دیں، جبکہ ایک طرف کھڑی محبت اپنے لئے اتنا میٹھا بولنے والی رحاب کے گلے لگنے کو بے تاب کھڑی تھی۔

☆☆☆

اگلے روز جب وہ نائنتھ کلاس سے میتھ کا لیکچر لے کر نکل رہی تھی، جب سر سدیر کی پکار نے نے اسے رک جانے پر مجبور کیا، وہ رکی اور شدید حیرت میں مبتلا ہو کر پلٹی اور آواز کے تعاقب میں سر اٹھا کر دیکھا۔

اس سے چند قدم کے فاصلے پر سر سدیر اسے پکار لینے کے بعد اب قدرے کنفیوژ کھڑے تھے، جبکہ وہ حیرت سے آنکھیں سیکڑ کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی، اس کی اس درجہ حیرت کی وجہ صرف یہی تھی کہ آج سے پہلے کسی بھی میل سٹاف نے اسے پکارنے یا بات کرنے جیسی معمولی سی کوشش بھی نہیں کی تھی، اس وجہ یہ تھی کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ اس قدر لمٹ میں رہا کرتی تھی کہ ان میں سے کسی کو اس سے سلام دعا جیسی فارمیلٹی کی ضرورت بھی پیش نہیں آیا کرتی تھی، ایسے میں اب سدیر کی پکار، پر وہ حیران تو ہوئی مگر رک گئی اور اب متوجہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی، جو کچھ کہنے کی کوشش میں منہ کھول کر بند کرنے کے بعد اب چپ کھڑا تھا، اس نے اسے بغور دیکھ کر خود سے کچھ سمجھنے کی کوشش کی مگر جب کچھ سمجھ نہ سکی تو سنجیدگی سے استفہامیہ انداز میں بولی۔

''جی فرمائیں۔'' اس کے انداز میں اس

MAQBAZEEM www.pakistanipoint.com

قدر سنجیدگی تھی کہ سدیر پہلے سے زیادہ کنفیوژ ہو کر بولا۔

"جی کچھ نہیں۔"

"ایں...... ایسے کیسے کچھ نہیں اور اگر کچھ تھا نہیں تو پھر یوں کلاس کے سامنے پکار کیوں؟" وہ لبوں کو دبا کر دل میں خود سے ہم کلام ہوئی پھر تیکھی نظر سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں، تو روکا کیوں؟"

آدھی جان نکل چکی تھی بچے کی باقی کی پوری جان لینے کے در پہ ہو رہی تھی، اس لئے سدیر نے بہتر سمجھا روک لیا ہے تو کچھ بول بھی لیا جائے، اس لئے اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے بس یہ کہنا تھا کہ آج، آپ کی کلاس کے بہت سارے بچوں نے غیر حاضری مارک کروائی۔" اس کی بات کو سنتی رحاب نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا واقعی اس کو یہی بات کرنا تھی؟" کچھ دیر رک کر اس نے اس کے تاثرات سے بات کی حقیقت جانچنے کی کوشش کی پھر گہری سانس بھر کر بولی۔

"جب سکول میں پیپر سٹارٹ ہو اور نائنتھ، ٹینتھ کلاس سسٹم لے رہی ہو تو بچے سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غیر حاضری کر لیا کرتے ہیں۔"

اس کے جواب دینے کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو کہ آپ کا سوال بہت بچکانہ سا ہے جبکہ خود سدیر کو خود اپنے سوال کے بے تک پن کا احساس تھا، مگر اب ایک ذرا سی پکار پر اس کے تاثرات دیکھ کر وہ بات ٹالنے کو کہتا بھی تو کیا، اس لئے کچھ بھی بول کر بات کو ختم کرنے کا ارادہ کیا، جبکہ سامنے کھڑی وہ چہرے پر ایسے تاثرات سجا کر کھڑی تھی جس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے یقین ہے سدیر بات بدل گیا ہے اب جب وہ بات بدل ہی گیا تھا تو...... وہ مزید بحث کیوں کرتی اس لئے اس کو وہیں کھڑا چھوڑ کر آگے بڑھ گئی، مگر وہ اس کی وجہ سے بہت دیر تک الجھن کا شکار رہی تھی اور پھر گزرتے بہت سارے دنوں تک سدیر بہت بار اس کی الجھن کی وجہ بنتا رہا، ہاں مگر اس نے دوبارہ اس کو مخاطب کرنے کی غلطی نہیں تھی۔" مگر ایک زبان کو تالا لگا کر اس نے جیسے اپنے باقی کے ہر عضو کو بولنے کے لئے آگے کر دیا تھا۔

سپیشلی اس کی چیخ چیخ کو بولتی گستاخ آنکھیں، ہر وقت رحاب کے ساتھ محو سفر رہنے لگی تھیں، پہلے پہل تو رحاب اس کی نظروں سے الجھی پھر ٹھٹکی اور ٹھنک کر وہ بری طرح چونکتی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تب اس نے محسوس کیا تو اپنی طرف سے گھوری کی دھمکی سے اسے باز رہنے کا اشارہ دیا، مگر اس کی اس اشارہ کرتی دھمکی سے مقابل کو کوئی فرق پڑتا دکھائی نہیں دیا تھا، بلکہ وہ پہلے کی طرح اس کی ذات سے اپنی نظروں کو ٹھنڈا کرنے کا فریضہ انجام دیئے جا رہا تھا، تب رحاب نے تنگ آ کر اس کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا، عین ممکن تھا وہ اس کو نظر انداز ہی کیے رکھتی، مگر اس روز میٹنگ کے دوران سب کی موجودگی میں جس طرح سدیر نے اسے نظروں کے حصار میں رکھا وہ بری طرح بوکھلا گئی، مزید سونے پہ سہاگہ یہ ہوا کہ میٹنگ کے بعد ریفریشمنٹ کے دورانیہ میں سدیر سائیڈ سیٹ سے سامنے والی سیٹ بدل کر عین اس جگہ براجمان ہو گیا جہاں سے اب وہ زیادہ فرصت اور آسانی سے اس کا نظروں میں رکھ سکتا تھا اور وہ اسے یوں اپنے سامنے دیکھ کر بری طرح بوکھلا کر اپنے اطراف میں نظریں دوڑا کر دیکھنے لگی کہ سدیر کی حرکات و نظروں کو کوئی نظروں میں تو نہیں رکھ رہا، مگر شکر ہوا کہ سب اپنی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

باتوں میں مصروف تھے۔

باتیں تو خود سدیر بھی اپنے برابر بیٹھے سر انتظار سے کر رہا تھا مگر وہ نظروں کے زاویے کو اسی پہ سیٹ رکھے ہوئے تھا، وہ بھی اس طرح کہ رحاب نے بہت تپ کر زیر لب اس کو صلواتیں سناتے ہوئے اپنے رخ کو تبدیل کیا اور اپنی دوستوں کی طرف متوجہ ہوگئیں جو میٹنگ کے کسی پوائنٹ کو لے کر آپس میں بحث کر رہی تھیں، اس نے اپنی توجہ ان کی جانب مبذول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ان کی بات سمجھنے کی کوشش کی مگر اس وقت وہ اس قدر الجھن کا شکار تھی کہ بہت کوشش کے باوجود توجہ کی کی جانب مرتکز نہیں کر سکی تھی، الجھے لمحوں کے ان لمحات میں حمیم نے اس کو مخاطب کر کے سوال کیا۔

''رحاب تمہیں کیا لگتا ہے، یہ جو سر نے پیپرز میں بچوں کے لئے ریزر یوز کرنے پر پابندی لگا دی ہے اس سے بچوں میں کوئی امپرومنٹ ہو سکے گی۔'' اس نے رحاب کو پکارا تھا، اس لئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوگئی مگر اس نے کیا کہا نہ وہ سن سکی نہ سمجھ سکی اس لئے ناسمجھی کے تاثرات چہرے پر سجائے بولی۔

''کیا کہا؟'' حمیم اپنی بات کے جواب میں اس کا یہ ردعمل دیکھ کر حیران ہوتے ہوئے بولا۔

''کیا کہا ہے کیا مطلب ہے تمہارا۔'' حمیم سمیت باقی سب بھی اس کے اس ردعمل پر حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے، ان کی نظروں تو محسوس کرتے ہوئے رحاب نے گہری سانس بھر کر بولا۔

فتنہ پھیلاتی کالی آنکھیں
اپنی سنا کہ سب کچھ بھلا دیں

میٹنگ کا ماحول اس قدر گرم رہا تھا کہ وہاں موجود سب پریشان بیٹھے تھے، مگر رحاب کو شعرو شاعری سوجھ رہی تھی، انہوں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا جبکہ بینا نے جل کر کہا تھا۔

''لگتا ہے میٹنگ کے سخت پوائنٹس اس کے دماغ کو چڑھ گئے ہیں، اس لئے یہ دماغ سے فارغ ہو کر بہکی بہکی باتیں کر رہی ہے۔'' رحاب نے اس کی بات سنی اور ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔

''جب تم لوگوں کے سامنے بیٹھ کر تم لوگوں کی نہیں سن پا رہی تو میٹنگ کے پوائنٹس کیا خاک سن سکی ہونگی میں.....'' اس قدر بے چارہ سا انداز تھا اس کا کہ ان سب نے اس بار چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا، جبکہ لب کشائی حمیم کی طرف سے ہوگئی تھی۔

''سن نہیں سکی کا مطلب؟'' حمیم کے منہ سے پھر سے مطلب کا سوال سن کر رحاب ناک چڑھا کر بولی۔

''یہ کیا تم نے مطلب مطلب کا سوال لگا رکھا ہے، پہلے کیا تم سوالوں کی مصیبت میں الجھی ہوئی ہوں میں جو اوپر سے تم بھی مصیبت میں ڈال رہی ہو۔'' اس نے لفظوں کی ادائیگی کے ساتھ خفگی کا تاثر دیا تھا مگر عالیہ نے پرواہ کیے بنا پھر سے سوال کرتے ہوئے کہا۔

''تو کیوں الجھ کہ ہمیں بھی الجھا رہی ہو، سیدھی طرح بتا کیوں نہیں دیتی ہوا کیا ہے۔'' عالیہ کا سوال سن کر اس نے منہ بنا کر ٹیڑھی نظر سے اس سمت دیکھا جہاں وہ محترم تشریف فرما تھے جو بظاہر اپنے برابر بیٹھے لوگوں سے محو گفتگو تھے مگر نظروں کو گاہے بگاہے اس کی سمت اچھالنے کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دے رہے تھے، اس نے ابھی بھی اس کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو سخت گھوری سے نواز کر پلٹتی ہوئی بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

''یہ جو سامنے فتنہ گر بیٹھا ہے ناں، اس نے نہ تو خود کچھ سنا ہے نہ ہی مجھے کچھ سننے دیا ہے۔'' بہت زچ انداز میں جب اس نے بات مکمل کی تو ان سب نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''ہا..... یہ سدیر فتنہ گر؟ ناں کر یار اس قدر شریف بچہ ہے یہ تو۔'' بینا نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا تو حمیم بھی اس کی تائید میں بولی تو اس نے بہت کلس کر کہا۔

''ہاں جی کچھ روز پہلے تک اس کے لئے میری سوچ کچھ ایسی ہی تھی، مگر اب میرے نزدیک یہ شریف النفس بچہ انتہائی کمینہ ثابت ہو چکا ہے۔'' اس نے باقاعدہ دانت پیس کر دل کی بھڑاس نکال تو عالیہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بے یقین انداز میں کہا۔

''میں نہیں مانتی یار، یہ بندہ کیا کوئی کمینگی کرے گا حالانکہ ہم سب جانتے ہیں اس نے ہم فی میلو ٹیچرز سے کبھی کوئی فالتو بات تک نہیں کی اور کبھی کام کی بات بھی کرنی پڑ جائے تو بیچارے کی نظر اس سر دونوں ہی جھکے رہتے ہیں، اور تم پتہ نہیں اس کے لئے کیا کیا بولی جا رہی ہو۔''

''تمہارے ساتھ بات نہیں کی اس نے اس لئے تم کو میری بات کا یقین نہیں ہو رہا، ورنہ اس نے مجھ سے فالتو کی بات بھی کی اور پھر فالتو کی اس بات کے بعد سے یہ مسلسل مجھے زچ کر رہا ہے۔'' اس کی شکایت کے ساتھ ساتھ اس نے اب تک کی اس کی تمام حرکات، نظروں کے حصار سمیت سب کچھ ان کے گوش گزار کر دیا تو وہ سب بے حد حیران ہوتی ذرا سا چپ ہوئی، پھر ذرا دیر کے توقف کے بعد خود کو سنبھال کر حمیم نے کہا۔

''مگر یہ ایسا کیوں کر رہا ہے، اگر اس کی اس حرکت کو کسی نے نوٹ کر لیا تو اس کے ساتھ ساتھ بات تم پر بھی آ جائے گی۔'' اس کی بات میں دم تھا، اس لئے رحاب منہ لٹکا کر پریشانی سے بولی۔

''اس بات کی تو مجھے فکر ہے، دل تو چاہتا ہے جا کہ اس کو کھری کھری سنا دوں، مگر اگر جا کہ اس کو کچھ کہوں بھی تو کیا؟ میں اگر کہوں گی کیوں دیکھ رہے ہو آگے سے کہہ دے گا میری نظر ہے میں جس کو مرضی دیکھوں، اس کی نظروں کو تو پابند نہیں کر سکتی ناں میں۔'' اس نے مایوسی کا اظہار کیا، پھر ہونٹ چبا کر بولی، مگر اس نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو بینا نے قیاس آرائی کرتے ہوئے کہا۔

''لڑکا ایسا ہے تو نہیں، مگر اگر اب ایسا کچھ کر رہا ہے تو مجھے لگتا ہے اس کی طرف سے معاملہ دل کا ہے۔''

گو کہ اس نے بڑی سنجیدگی سے قیاس آرائی کی تھی، مگر رحاب بری طرح تپ کر بولی۔

''تم اپنے خیالات اپنے تک رکھو، فضول میں کچھ بھی بولے جا رہی ہو۔'' اس کو خفا ہوتے دیکھ کر بینا نے کندھے اچکا کر سر جھٹک دیا، مگر اس کے بعد انہوں نے باہمی صلاح مشورے کے بعد سدیر کو پرکھنے کا فیصلہ کیا اور اپنے اس فیصلے پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے اگلے روز سے ہی اس پر نظر رکھنا شروع کی، تو اسمبلی کے دوران ہی انہیں شدت سے احساس ہو گیا کہ رحاب نے سچ کہا تھا، سدیر کی نظریں واقعی ہر اس جگہ سفر کر رہی تھیں جہاں جہاں رحاب موجود ہوتی تھی، مسلسل اس پر رکھی نظر کے دوران انہوں نے یہ بات بہت شدت سے محسوس کی کہ بھلے سے سدیر اس کی نظروں کے حصار میں رکھے ہوا تھا مگر اس کی نظروں میں رحاب کے لئے بے حد احترام تھا

WAQAR AZEEM
www.paksociety.com

خصوصی طور پر ان کو اس کی یہ ادا بہت دلربانہ محسوس ہوا کہ نظروں کے مسلسل تسلسل کے باوجود وہ اطراف سے احتیاط برت رہا تھا، جب جہاں اس کو لگتا کہ کوئی اس کی نظروں کی چوری پکڑ سکتا ہے وہ نظر کو اچٹتی نگاہ میں بدل کر نظروں کا زاویہ بدل دیتا۔

مگر اس کے لئے شاید رحاب کو دیکھتے رہنا بہت ضروری سا ہو گیا تھا اس لئے وہ نظروں کی بے اختیاری سے مجبور ہو کر اس کو ایک نظر دیکھتا ضرور تھا اور اس کی یہ نظر انہوں نے بڑی غور سے اس کی بڑی بڑی روشن کالی آنکھوں کو دیکھا تھا تاکہ جان سکیں کہ اس کی نظروں کی یہ بے اختیاری آفرکس زمرے میں سمجھی جاسکتی ہے، تب بہت غور و فکر کے بعد پینا کے بعد اب حمیم اور عالیہ بھی اس بات پر متفق ہو چکی تھیں کہ سدیر کی طرف سے معاملہ کہیں اندر تک بہت گہرائی لئے ہوئے تھا، شاید وہ رحاب سے محبت کر رہا تھا، مگر محبت کے برابر عزت کی چادر کے پلو کو پکڑ کر احتیاط سے سنبھالے ہوئے بھی تھا، مگر شاید جانتا نہیں تھا کہ محبت میں جس قدر بھی احتیاط برت لی جائے یہ بھرے ہوئے برتن کی طرح کسی نہ کسی کنارے سے چھلک کر اپنے احساس کی تراوٹ سے اپنی نمو کا ثبوت دے ہی دیا کرتی ہے اس کی محبت کی نمو کا ثبوت بھی انہیں قدرت کی طرف سے اگلے روز ہی مل گیا، وہ بھی اس طرح کہ وہ ششدر سے اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گئے۔

ہوا یہ کہ اس کی وجہ سے پریشان رحاب سے ڈیورنگ پیپر غلطی سرزد ہو گئی اسے اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوا جب بچے پیپر دے کر جا چکے تھے، اس لئے اب وہ بے بسی سے پیپرز کے اس سیٹ کو سائیڈ ٹیبل پر پٹخ کر پریشانی کی شاید حالت میں منہ لٹکا کر بس رو دینے کو تھی۔

''ٹھیک کہا تھا ناں میں نے اس شخص کو فتنہ گر، دیکھ لو کس طرح اپنا فتنہ پھیلا کر مجھ سے اتنی بڑی غلطی کروا دی، ابھی سر کو پتہ لگے گا تو وہ میرا سر توڑ دینگے۔'' نین کٹورے شفاف پانی سے لبالب بھرے ہوئے تھے، جنہیں وہ چھلکنے سے صرف اس لئے روک رہی تھی کیونکہ اس وقت وہ گراؤنڈ کے بیچوں بیچ کھڑی یہاں کھڑی ہو کہ اگر وہ ضبط کھو کہ روتی تو ہر دیکھتی آنکھ کی زبان سے سوال اٹھا دینا تھا، اس لئے ضبط کی کوشش میں ہونٹوں کو کچلتے ہوئے بے بسی سے بھڑاس نکالنے کو مسلسل دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔

''اور سر تو جو بولیں گے وہ بولیں گے، پہلے تو مجھے خود اس قدر افسوس ہوئے جا رہا ہے، میری لاپروائی کی وجہ سے بچوں کے پورے دس نمبر مائنس ہو جائیں گے۔''

''حالانکہ کوسچن پیپر پر اتنا بڑا بڑا لکھا بھی ہوا تھا کہ فروٹ سیچ کو مکمل کر ان میں کلر کرنا ہے اور میں نے بس پوائنٹس کو جوائنٹ کر کے سیچ مکمل کروایا اور پیپر لے لیا۔'' پریشانی اور ضبط نے اس کے چہرے کو لال کر دیا تھا، وہ سب اس کی پریشانی کو محسوس تو کر رہے تھے مگر ان کے پاس اس کو تسلی میں کہنے کے لئے کوئی ایک لفظ بھی نہیں تھا، اس لئے اسے کوئی جھوٹا دلاسہ دینے کی بجائے وہ چپ کھڑی تھیں، جب حمیم نے اس کے لئے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''ٹیچرز مسلسل اس طرح لاپروائی سے کام خراب کیے جا رہی تھیں، اسی لئے تو سر نے کل ارجنٹ میٹنگ ارینج کر کے شدید غصے کا اظہار کیا تھا، اس کے باوجود آج ہی یہ سب ہو گیا، انہوں نے تو رحاب کی جان ہی نکال دینی ہے۔'' سدا کی ڈرپوک حمیم نے اپنے ڈر کا اظہار کرتے ہوئے اس کو مزید پریشان کرنے کی کوشش کی تو

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

بینا نے اس کو جھڑک کر کہا۔

''جو ہونا ہوگا ہو جائے گا، تم اس کو پہلے سے ڈرا کر مزید ہلکان مت کرو۔''

''میں نے غلط تو نہیں کہا۔'' اس کے انداز پر برا سا منہ بناتے ہوئے حمیم نے خفگی سے کہا تو بینا نے ہنوز اسی انداز میں کہا۔

''ہر وقت اتنا درست بھی مت بولا کرو، کہ سامنے والے کے لئے مزید پریشانی کی وجہ بن جائے۔''

''اچھا بس اب تم دونوں جھگڑا کرنے کی بجائے رحاب کے لئے کچھ سوچوں۔'' عالیہ نے ان دونوں کے درمیان سیز فائر کرواتے ہوئے پھر سے مدعے پر لانا چاہا، تو بینا نے سر جھٹک کر بولا۔

''سوچنا کیا ہے بس چپ رہو، جا کہ پیپر سمنٹ کروا دو، اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

''واؤ، بہت اعلیٰ مشورہ دیا تم نے، عقل بند نہ ہو تو۔'' اس کے نادر مشورے پہ حمیم نے فوراً چمک کر اس کا انداز اپناتے ہوئے مزید کہا۔

اگر یہ بھی جا کہ خود سر کو سچ بتا کر اپنی غلطی کا اعتراف کرے گی تو بات سر تک رہے گی وہ خود مسئلے کا کوئی حل نکال لیں گے، مگر اگر تمہارے کہنے پر عمل کر کے چپ کر کے پیپر دے آئی ہے تو پیپر چیکر کے پاس جب پیپر گئے تو اس نے اس کی غلطی پکڑ کر پورے جہاں میں نشر کر دینی ہے اور پھر تب یہ خبر سر تک گئی تو سب سے زیادہ غصہ سر نے اسی بات پر کرنا ہے کہ اسی وقت کیوں نہیں بتایا حمیم کی بات میں دم تھا، بینا جواب میں کچھ بھی نہ بول سکی تھی، البتہ کب سے چپ رہ کر سنتی رحاب نے ذرا سی بھرائی آواز میں دانت پیس کر کہا۔

''دل تو چاہتا ہے جا کہ اس فتنہ گر کا سر توڑ کہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دوں، یہ سب کچھ اسی کی وجہ سے ہوا ہے، اتنے دن سے مجھے پریشانی میں ڈال رکھا تھا، اس لئے مجھ سے یہ سب ہوا ہے۔'' رحاب کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی بھی طرح کچھ ایسا کر گزرے جس سے اس کے دل کو راحت بھی نصیب ہو جائے اور سدیر سے بدلا بھی پورا ہو جائے، مگر وہ بس ایسا سوچ ہی سکتی تھی چنانچہ کہہ کر بھڑاس نکال رہی تھی اور وہ سب بس سننے پر مجبور تھیں چنانچہ چپ رہ کر اس کو سن رہی تھی، ان کی اس کہنی سنی کے دوران وہ اس قدر بے خبر تھیں کہ ان کو خبر ہی نہیں ہو رہی تھی کہ کون ان کے پاس سے آ رہا ہے، کون جا رہا ہے اپنی اس بے خبری کی بدولت انہیں خبر ہی نہ ہو سکی کہ پاس سے گزرتے سدیر نے خود کو پڑتی صلواتیں سن کر قدموں کی رفتار سست کر کے سارے معاملے کو رحاب سے ہوئی غلطی سمیت سن کر سائیڈ ٹیبل پر پڑے رحاب کے پیپرز کے سیٹ سے اپنے پیپرز کا سیٹ تبدیل کرتے ہوئے ان کی طرف مسکراتی نظر اچھال کر آفس کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔

جبکہ وہ اس کی اس کارستانی سے بے خبر ہنوز اسی طرح پریشانی میں اول فول بول کر بڑھتے وقت کو نظر انداز کیے جا رہی تھیں، مگر پھر جب ان کے پاس بولنے کو کچھ نہیں دیا تو مرتا کیا نہ کرتا کہ مصداق متوقع قیامت کا سامنا کرنے کا سوچ کر رحاب نے آفس جانے کا فیصلہ سنایا تو ان سب نے بھی سر ہلا کر اس کے ساتھ قدم بڑھائے اور آفس کی طرف چل پڑیں۔

پھر جس وقت وہ مرے مرے قدموں سے آفس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوئیں تو..... سر ریوالنگ چیئر کو پورے کا پورا دائیں طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

گھمائے بری طرح سدیر پر برس رہے تھے، وہ سب اپنی جگہ دبک کر رہ گئی۔

''نجانے اس سے ایسی تو کون سی غلطی سرزد ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے سر اس پر اس بری طرح گرج برس رہے تھے، رحاب کو اپنی غلطی کا سوچ کر ہول اٹھنے لگے، مگر نے اس کی سماعتیں سر کو سن رہی تھیں جو کہہ رہے تھے۔''

''یہ میرے لئے انتہائی افسوس کا مقام ہے سدیر کے آپ جیسے سنیئر ٹیچرز اب ایسی غلطیاں کرلینگے، تو پھر مجھے بتادیں میں بہتری کی امید پھر کس سے رکھوں۔'' سر عینک کے پیچھے سے سوالیہ نظروں سے اس کو گھور رہے تھے جو دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پھنسا کر ہاتھوں کو گھٹنوں پہ رکھے سر جھکا کر بالکل خاموش بیٹھا تھا، سر نے اس کی خاموشی پر ایک تیز گھورتی نظر اس کے حوالے کرتے ہوئے اپنے سامنے پڑے پیپرز میں سے ایک پیپر اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ قوم کے معمار ہیں جو آپ لوگوں کی لاپروائی کی سزا بھگت رہے ہیں اور آپ لوگ احساس کیے بنا مسلسل ان کو سزا دیئے جارہے ہیں، مگر مجھے یہ بتادیں میں آپ کی اس غلطی کا مداوہ کیسے کروں، کہاں تک ان بچوں کو دس نمبرز کا گریس دوں اور بالفرض میں پوری کلاس کو دس نمبر گریس مارک دے بھی دیتا ہوں تو یہ بات میرے ادارے کے ساتھ ساتھ آپ سٹاف کے لئے بھی پرابلم کھڑی کردے گی، پیرنٹس کے بولنے کا موقع مل جائے گا کہ ہم غلطیاں کرتے ہیں پھر بچوں کو دس دس نمبر گریس مارک کے نام پر فری میں تقسیم کردیتے ہیں اور اگر میں گریس مارک نہیں دیتا ہوں تو بھی پیرنٹس نے آکہ طوفان کھڑا کردینا ہے کہ ان کے بچوں کو کلر کرنا آتا پھر اس کو گائیڈ کیوں نہیں کیا گیا، میں کس کس کو کیا کیا جواب دوں گا؟''

سر کی باتوں کو غور سے سنتی رحاب کلر کا سن کر ایک دم چونکی پھر اس نے سر گھما کر اپنی فرینڈز کی طرف دیکھا اور اس کے بعد اس نے سیدھا ہوتے ہوئے ذرا سا آگے ہو کر ٹیبل پر رکھے اس سیٹ کو غور سے دیکھا تو گویا اس کی آنکھیں پھٹ کر رہ گئی، کیونکہ سر کے سامنے اس کے پیپرز کا سیٹ پڑا تھا، اس نے ہونق پن کی انتہا پر پہنچ کر بھیگی آنکھوں سے سدیر کی طرف دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ میں پکڑے پیپرز کے سیٹ کو آنکھوں کے سامنے کیا، تو وہ شاکڈ رہ گئی، اس کے ہاتھ میں اس کا اپنا پیپر سیٹ نہیں تھا تو اس کا مطلب تھا، سدیر نے اس کے ساتھ پیپر سیٹ ایکس چینج کرلئے۔

اس کی نظر نے پھر سے سدیر تک کا سفر کیا، تو اس لمحے نے اس کے دل کو جیسے جلتے دیئے کی لو تلے رکھا تھا، اس لمحوں کی یہ سلگ محسوس ہونے لگی تو وہ ان لمحوں سے دہل گئی جو دل کو لو بن کر بھلے سے اپنی سلگ سے جلا کر راکھ نہیں کرتے مگر وہ آگ میں پڑی گیلی لکڑی کو لگنی سلگتی چنگاری کی مانند دھیرے دھیرے سلگانا ضرور شروع کردیتے ہیں، اس کو بھی چنگاری سلگن بن کر لگتی محسوس ہوئی تو اس نے گھبرا کر ہاتھ میں پکڑے پیپرز اپنی گرفت مضبوط کرتے گویا خود کو مضبوطی دینے کی کوشش کی تھی، جبکہ سماعتیں سن رہی تھیں، سر حتمی سے انداز میں کہہ رہے تھے۔

''آپ لوگ خود ہمیں کسی بھی سخت ایکشن کے لئے مجبور کرتے ہیں، تو پھر ٹھیک ہے، کل میٹنگ میں، میں نے کہا تھا کہ اب کسی کی لاپروائی کے نتیجے میں کسی کی کوئی غلطی سامنے آئی تو اس پر فائن چارج ہوگا اور اب آپ کا یہ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کارنامہ مجھے فائن چارج کرنے کے لئے مجبور کر رہا ہے۔'' سر نے رک کر اس کی طرف دیکھا پھر قدرے روڈ انداز میں کہا۔

''آپ کی آج کی اس غلطی کی وجہ سے آپ کی ایک دن کی پے بھی کٹنگ ہوگی۔''

سر اپنا فیصلہ سنا چکے تھے اس کے باوجود اس کا سر جھکا ہوا تھا، سر نے دیکھا تو اپنی نشست کا انداز بدلتے ہوئے ''اب آپ جا سکتے ہیں'' کہہ کر اس کی جانب سے توجہ ہٹالی، تو اس نے آپس میں الجھی انگلیوں کو آزاد کیا ہاتھوں کو کھولا اور کرسی سے اٹھ کر جانے کو کھڑا ہوا، مگر کیا کرنے جا رہا تھا وہ، وہ سب سانس روکے آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی، جبکہ سدیر نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھا تھا، سزا یافتہ قرار پانے کے باوجود پرسکون انداز میں متوازن چال چلتا وہ جب رحاب کے قریب پہنچا تو بس اک پل کے لئے نظر اٹھا کر خود کو دیکھتی رحاب کی پوری کھلی آنکھوں میں جھانکا، تو اس پل نے آنکھ دبا کر شوخی سے کھلکھلاتے ہوئے اس زور سے نظر سے سیدھا دل میں اترا اور تمام سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اس کے دل کی سب سے اونچی مسند پر براجمان ہو گیا، دل پہ اترتی واردات کو محسوس کرتی رحاب سنگی مجسمے کی مانند ساکت، کھڑی اس کو دیکھتی رہ گئی اور وہ اس کی دلی کیفیت سے بے خبر پھر سے نظر جھکا کر اس کے پاس سے گزر گیا۔

☆☆☆

جو بھی ہوا تھا ناقابل یقین سا تھا اس لئے بہت شاکڈ کنڈیشن میں انہوں نے اپنے اپنے پیپرز سر کے ہینڈ اوور کیے اور پھر تیزی سے قدم اٹھا کر آفس سے باہر نکل آئی، سب کی نظر رحاب پر ٹک گئی، جو اس وقت حد درجہ چپ محسوس ہو رہی تھی، مگر ضبط کی بدولت اس کا لال انگارہ ہوتا چہرہ اس کی دلی کیفیت عیاں کرنے کی کوشش کر رہا تھا، جس کو محسوس کرتے ہوئے حمیم نے اس کو مخاطب کیا۔

''رحاب۔'' وہ بس ابھی پکار سکی تھی کہ رحاب نے ہاتھ اٹھا کر سنجیدگی سے کہا۔

''مجھ سے ابھی کوئی بات مت کرو۔'' اس نے دوٹوک انداز میں بات مکمل کی اور پھر کسی کو بھی سنے بنا تیزی سے پلٹ کر تقریباً بھاگتی ہوئی ان سے دور ہوئی اور سٹاف روم میں داخل ہو گئی، پھر حمیم نے اس کے اس رویے پر حیرت سے سوال بلند کیا۔

''یہ اس کو ایکدم کیا ہوا ہے؟'' بینا نے وہاں کھڑے کھڑے کچھ سوچا پھر اپنی سوچ پر حتمی سا گہرا سانس بھر کر پلٹتے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ کر سٹاف روم سے نکلتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

''اس کو کیا ہوا ہے یہ بعد میں جان لینگے، ابھی ہمیں سدیر سے بات کرنی چاہیے۔'' اس کی بات سن کر عالیہ نے ایک دم ٹھٹک کر رکتے ہوئے کہا۔

''ہم اس سے کیا بات کریں گے۔''

''اف، ایک تو تم لوگ سوال بہت کرتے ہو، سیدھی سی بات ہے اس نے رحاب کے لئے اتنا سب کیا ہے جا کہ پوچھ لیتے ہیں، اس نے کیسے، کب اور کیوں کیا؟'' اس نے زچ ہو کر ان کو جواب سے نوازا پھر آگے کی جانب قدم بڑھائے تو کچھ سوچ کر وہ دونوں بھی اس کے برابر قدم بڑھاتی ہمراہ ہو لیں، ان کے پاس بریک کے بیس منٹ تھے اور ان بیس منٹس میں وہ ہر صورت سدیر سے بات کر لینا چاہتی تھیں اس کی تلاش میں میل سٹاف روم تک آئی، مگر وہ وہاں موجود نہیں تھا، مایوسی سے منہ لٹکا کر وہ وہاں سے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

پلٹی تو پرجوش سی حمیم نے ٹھنڈی آہ بھر کر قدرے خواب ناک انداز میں کہا۔

''ویسے یہ سدیر کس قدر اچھا لڑکا ہے ناں، قسم سے مجھے تو سوچ سوچ کر ہی بہت ڈیش فیلنگز آرہی ہیں۔'' اس کے انداز کو محسوس کر کے بینا نے اس کو گھور کر کہا۔

''دفع ہو تم، اپنی ان ڈیش فیلنگز کو یہی پر سٹاپ کرلو، جو خود تمہارے لئے فل ان دی بلینک ہوتی ہیں اور سناتی پھرتی دوسروں کو ہو۔''

''تم مت سنو کان بند کرلو۔'' حمیم نے منہ بنایا تو عالیہ نے کہا۔

''تم سچ میں انہی ان فل ان دی بلینک فیلنگز کو یہی پر سٹاپ کرلو، کیونکہ سدیر اپنی رحاب کا ہیرو ہے۔'' عالیہ نے اسے لتاڑا تو وہ حمیم بری طرح تپ کر بولی۔

''دفع تم دونوں ہو جاؤ، بس کوئی اس کو اپنا ہیرو سمجھ کر ڈیش فیلنگز کا نہیں بول رہی، وہ تو بس اس کی اس قدر بہادری کی وجہ سے مجھے وہ اتنا اچھا لگ رہا ہے، وہ بھی بس اپنی رحاب ہی کے لئے۔'' عادت کے مطابق وہ نوک جھوک کرتی آگے بڑھ بڑھ کر بوائز کلاسز میں جھانکیاں مار کہ اس کو ڈھونڈتی رہی مگر جب وہ وہاں بھی نہیں ملا تو وہ آخری متوقع جگہ پچھلی طرف بنے کینٹین گراؤنڈ میں آگئیں۔

جہاں سدیر کینٹین سے ذرا فاصلے پر کرسی پر براجمان چائے پی رہا تھا، ان کی آنکھوں میں چمک سی اتری، تو انہی چمکتی آنکھوں سے تیز تیز قدم اٹھاتی اس کے قریب آئیں اور ایک طرف پڑی خالی کرسیوں کو اٹھا کر اس کے سامنے رکھ کر بیٹھ گئیں، وہ جرأت کا مظاہرہ کرتی اس کے سامنے بیٹھ تو گئی تھیں مگر بات کا آغاز کرنے کے لئے فوری طور پر کچھ بھی بول نہیں سکی تھیں جبکہ سدیر یوں ان کو اپنے سامنے دیکھ کر اس لئے ایک دم سیدھا ہوا، اسے ان کی آمد کی وجہ کا کچھ کچھ اندازہ ہو ہی رہا تھا، اس لئے کوئی سوال کیے بنا چپ رہ کر بس ان کو دیکھنے پر اکتفا کیا، تو عالیہ نے قدرے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بنا کوئی لگی لپٹی رکھے بنا سیدھا سیدھا سوال داغ دیا۔

''اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیتے ہوئے آپ کو ذرا کوئی ڈر نہیں لگا؟'' عالیہ کو بولتے دیکھ کر حمیم نے بھی اس کے سوال کے ساتھ اپنا سوال جوڑتے ہوئے کہا۔

''اور جو اگر سر کو علم ہو جائے تو؟'' ہر طرف سے دو سوال بلند ہوئے تھے، اس نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا، پھر قدرے ریلیکس انداز میں سر کو ہلاتے ہوئے پہلے عالیہ کے سوال کے جواب میں بولا۔

''مجھے ڈر بس آپ کی سہیلی کی طرف سے اٹھنے والے شدید ردعمل کا تھا، کیونکہ وہ غصے میں کسی کی بھی پرواہ کیے بنا سب لحاظ سائیڈ کر کے جھاڑ کے دکھ دیتی ہیں۔'' اتنا کہہ کر اس نے ذرا سا توقف کیا پھر بات کا سلسلہ دوبارہ جوڑتے ہوئے کہا۔

''اور اگر سر کو اس سارے معاملے کی خبر ہونے کا ڈر ہوتا تو میں پھر یہ سب کرتا ہی کیوں؟'' اس بار اس کے انداز میں محسوس کی جانے والی مسکراہٹ تھی، شاید کسی گزرے لمحے نے اسے پھر سے پرمزاح احساس سے نوازا تھا۔

''آپ لوگوں کے پاس سے میں ساگزر رہا تھا جب اپنے نام کے ساتھ خود کو پڑنے والی صلواتیں میری سماعتوں سے ٹکرائی تو میں رک گیا، اس کے بعد میں بہت دیر تک وہاں رہا تھا، آپ لوگ اپنی بھڑاس نکالنے میں اس قدر مدہوش تھیں کہ آپ میں سے کسی کو بھی خبر ہی نہ ہو

WWW.PAKSTANIPOINT.COM

سکی اور میں نے وہاں کھڑا رہ کر سب کچھ سن لیا، تو
مجھے افسوس ہوا کہ میری وجہ سے رحاب کا اس قدر
نقصان ہو گیا، سب کچھ جاننے کے بعد میری نظر
ٹیبل پر پڑے رحاب کے پیپرز پر پڑی، تب میں
نے دیکھا آپ کی سہیلی پریشانی میں پیپرز پر
ایگزامز سائن کرنا بھی بھول چکی تھیں اور ان کی یہ
بھول میرے لئے پلس پوائنٹ لگی مجھے، کیونکہ
میں ہمیشہ ایگزامز سائن پیپر سمنٹ کرواتے وقت
ہی کر کے دیتا ہوں، اس وقت دونوں میں سے
کسی کے بھی سیٹ پر سائن نہیں تھے ہم میں سے
کوئی سیٹ پر سائن کر سکتا تھا، چنانچہ میں نے
اپنے سیٹ سے رحاب کا سیٹ چینج کر لیا سائن
کر کے سر کو سمنٹ کروا دیا، غلطی مجھ سے ہوئی تھی
اس لئے میں نے اپنے سر لے لی۔'' مسلسل بول
کر مسکراتے ہوئے لہجے میں جب وہ پوری
تفصیل ان کے گوش گزار کر چکا تو اشتیاق سے
آنکھیں یہاں وہاں پھیلا کر حمیم نے کہا۔

''اف اللہ، یہ سب کس قدر ڈرامیٹک لگ
رہا ہے ناں۔'' وہ ایک بار پھر سے اپنی فیلنگز میں
ڈوبنے کو تھی کہ بینا نے اسے اپنی تیز گھوری سے
نواز کر سدیر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

''غلطی کو اپنے سر لے لینے جتنی جرأت ہے
آپ میں مگر ایک چھٹانک بھر کی لڑکی کے رد عمل
نے ڈر لگتا ہے آپ کو۔'' اس بار بینا کا انداز بھی
متبسم تھا جسے محسوس کرتے ہوئے وہ اپنی صفائی
میں بولا۔

''نہیں جی، بات ڈر کی نہیں ہے بلکہ.....''

ابھی وہ بات مکمل کر بھی نہیں سکا تھا کہ ان سب
میں مسلسل چپ بیٹھی عالیہ نے نظروں کو شرارت
سے گھماتے ہوئے کہا۔

''سیانے کہتے ہیں جو ڈر گیا وہ مر گیا۔'' اس
کو شرارت سے بولتا سن کر حمیم نے فلمی انداز میں
اپنا بولنا ضروری سمجھ کر کہا۔

''اور سیانے یہ بھی کہتے ہیں جب پیار کیا تو
ڈرنا کیا۔'' ان تینوں کے پرمزاح انداز کو محسوس
کرتے ہوئے سدیر کا چھوٹا سا بے ساختہ قہقہہ
بلند ہو گیا، جس کے بعد وہ اپنی صفائی میں بولا۔

''دیکھیں جی، میں نے کہا ناں بات ڈر کی
نہیں ہے وہ تو بس آپ کی سہیلی......'' اسے پھر
سے بات مکمل کرنے نہیں دی گئی تھی بینا نے
درمیان میں ہی اس کا جملہ اچک کر کہا۔

''یہ ہماری سہیلی ہماری سہیلی کیا ہوتا ہے اس
کا نام رحاب ہوا کرتا ہے، اب کیا آپ اس کا نام
لینا بھی گستاخی تصور کرتے ہیں؟'' وہ جی بھر کر
لطف لینے کے موڈ میں تھی، سدیر کنفیوز ہو کر اظہار
کرتا بولا۔

''آپ سب مجھے کنفیوز کر رہی ہیں۔''

''تو آپ کنفیوز کیوں ہو رہے ہیں؟'' بینا
نے اس کی بات کا دوبدو جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں تو بس یہ کہنے کی کوشش کر رہی ہوں
کہ آپ نے اپنے ڈر کی بدولت ہاتھ آیا موقع گنوا
دیا ورنہ جو اگر اس دن اس کو روک ہی لیا تھا تو پھر
بات بھی کر ہی لی ہوتی۔'' اس بار اس نے سیدھی
طرح اپنی بات کے مقصد کی طرف آتے ہوئے
کہا تو سدیر نے گہری سانس بھر کر اپنی نشست کا
انداز بدلتے ہوئے ان کی طرف دیکھا جو ہر
بات سے باخبر دکھائی دے رہی تھیں، اس نے ذرا
دیر رک کر کچھ سوچا پھر بات کو گول مول کیے بنا
قدرے حسرت بھرے انداز میں آہ بھر کر کہا۔

کاش محبت مجھے ایسا حوصلہ خیرات کرے
اس کو بازو سے پکڑ کر کہہ سکوں آؤ بات کریں

متبسم لہجے میں اپنی حسرت بیان کرتے
ہوئے وہ اپنی بات کی وضاحت میں بولا۔

''ارادہ تو میرا بات کرنے ہی کا تھا، مگر

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

انہوں نے آنکھیں دکھا کر حوصلہ ہی توڑ دیا، حالانکہ بہت ہمتیں مجتمع کر کے ان کو مخاطب کیا تھا، مگر وہ پلٹ کر کھٹ کھنی بلی کی طرح اس طرح غرائی کہ میرا سارا حوصلہ دم دبا کر بھاگ گیا اور پھر ان کا ری ایکشن دیکھ کر میں اس وقت اس لئے بھی بات کو ٹال دیا کیونکہ اس وقت ہم کلاس کے باہر کھڑے تھے، میرے کچھ کہہ دینے کے بعد اگر رحاب ردعمل میں کچھ الٹا سیدھا کہہ دیتی تو بچوں نے سن کر نجانے بات کو کس انداز میں آگے پہنچانا تھا، ایسے میں مجھے اپنی تو فکر نہیں تھی مگر کوئی رحاب کے لئے کچھ بولتا تو مجھے اچھا نہ لگتا، اس لئے میں نے بات کو ٹال دینا بہتر سمجھا۔'' اس نے بہت سنجیدگی سے بولتے ہوئے رحاب کے لئے اپنے جذبات و خیالات کا اظہار تو وہ تینوں اس سے شدید متاثرین میں سے دکھائی دینے لگی تھیں، سب کے درمیان ذرا دیر کی خاموشی طاری رہنے کے بعد بینا نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''پھر..... اب آپ کیا کریں گے، کیسے بات کریں گے اس سے؟''

''بات میں کر لونگا، مگر میرے بات کرنے سے پہلے تک جو کرنا ہوگا وہ آپ لوگوں کو کرنا ہوگا۔'' اس نے ایک دم بڑے بھائی کے سے انداز میں ان سے مدد کا عندیہ ظاہر کیا تو بینا نے پوچھا۔

''ہم سے کیا چاہتے ہیں؟''

''بس اتنا کہ ان سے میرے متعلق ان کی رائے لے دیں، میں ان کے لئے سنجیدہ ہوں، بات کو بہت لمبا چوڑا رکھ کر معاملات کو طول دینے کی بجائے ان سے شادی کا پرپوزل پراپر طریقے سے ان کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔''

''اچھا، تو اس نے بدلے ہمیں کیا ملے گا؟'' بینا نے اس کی بات سن کر سر ہلاتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا مگر اس کی آنکھوں میں ناچتی شرارت صاف دکھائی دے رہی تھی، جسے دیکھ سدیر نے اسی کے سے انداز میں سنجیدگی کے لبادے میں شرارتاً کہا۔

''بدلے میں آپ کو ایک اچھا، پیارا اور بہت شریف سا بہنوئی ملے گا۔'' اس کے جواب کے بعد سنجیدگی پر لگا کر اڑی اور وہ سب کورس میں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

☆☆☆

سدیر سے بات کرنے کے بعد اب ان کو دو، دو محاذوں کو سر کرنا تھا، جن میں سے ایک طرف اگر دلاری دوست تھی تو دوسری طرف بنا بننے والا منہ بولا بھائی تھے، جو اگر معاملے کی طوالت کے حق میں نہیں تھا تو خود ان کو بھی شادی کی تقریب میں شرکت کی جلدی تھی اس لئے اگلے روز جب وہ فرصت سے رحاب سے ملیں تو سدیر سے کی ملاقات کو بمع اس کے جذبات پلس پرپوزل سمیت سب کچھ من و عین اس کے گوش گزار کر دیا، جس کو سننے کے بعد بھی وہ اب پہلے کی طرح ان کے سامنے چپ بیٹھی تھیں جو اس کے ردعمل کے انتظار میں اس کی طرف متوجہ بیٹھے تھے، بہت ساری دیر گزر جانے کے بعد بھی رحاب اسی طرح چپ بیٹھی رہی تو ان کو تشویش نے اپنی لپیٹ میں لینا شروع کیا تو حمیم نے ذرا پریشانی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے کندھے کو ہلایا اور دوسرے ہاتھ کی اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے تشویش سے استفہامیہ بولی۔

''تم کچھ بول کیوں نہیں رہی چھوڑ رحاب، کیا گونگی ہوگئی ہو؟''

''فٹے منہ تمہارا، جب بولتی ہو جی کو جلاتی ہو۔'' اس کی بات کو سن کر بینا نے تلملا کر ہاتھ میں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

پکڑی کتاب اس کے کندھے پر دے ماری جس کی وجہ سے وہ جھٹکا تھا کر پیچھے گرنے لگی تھی مگر خود کو سنبھال کر سیدھی ہوتی غصے سے بولنے کو لب کھولنے ہی والی تھی جب اس کی سماعتوں سے رحاب کا دھیمے سے انداز میں کہا، جملہ ٹکرایا۔

''سدیر اچھا لڑکا ہے۔'' الفاظ تو الفاظ آج انداز بھی الگ تھے حمیم جوابی حملہ بھول کر بے یقینی سے بولی۔

''کتاب مجھے پڑی ہے مگر لگتا ہے اثر تمہارے دماغ کو ہو گیا ہے۔''

''او پاگل، اس کو اثر وثر کوئی نہیں ہوا ہے، بلکہ تم غور کرو تو تم کو پتہ لگے کہ یہاں اور وہاں اب آگے ہے دونوں طرف برابر لگی ہوئی۔'' عالیہ نے شرارت سے آنکھ دبا کر شوخی سے کہا تو رحاب بلش کرتی ایک دم جھینپ گئی، ان سب نے اس کی بدلتی کیفیت تو بہت شدت سے محسوس کیا جس کے بعد وہ اس سے ''پورا معاملہ'' جاننے کے لئے اس کے پیچھے پڑ گئیں تو اس نے کہا۔

''مجھے بس وہ اچھا لگا۔''

''اچھا..... اس لئے اچھا لگا کہ اس نے کل تمہارے لئے سر سے ڈانٹ سنی اپنی پے کی کٹوتی کروائی؟ ورنہ کل کے اس واقعہ سے پہلے تک تو وہ فتنہ گر تھا ناں؟'' عالیہ نے آنکھیں مٹائی تو اس نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔

''فتنہ گر وہ ابھی بھی ہے بدتمیز۔''

''اچھا کیا واقعی؟'' عالیہ اسے مسلسل چڑا رہی تھی اس لئے وہ اس کو ایک دھپ رسید کرتے ہوئے بولی۔

''اس نے میرے لئے سر سے ڈانٹ سنی اس وجہ سے وہ مجھے اچھا نہیں لگا ہے، تب تو میں اسے بس دیکھ رہی تھی مگر جب، وہ میرے پاس میری آنکھوں میں جھانک کر گزرا میرے دل میں اتر آیا۔''

محبت کے اقرار نے اسے شانت سا قرار مہیا کیا تھا، اس لئے اس کے حسین چہرے پر مزید گلال کر سرخی گل تو وہ مزید حسین دکھائی دینے لگی تھی، انہوں نے اس کے گلابی حسین چہرے کو دیکھ کر دل کی گہرائیوں سے اس کو دعاؤں سے نواز سے اس سے ٹریٹ کا مطالبہ کر کے اس کے سر ہو گئی، تو اس نے انہیں ٹریٹ دینے کی حامی بھر لی، تو وہ اس کے پاس سے خوشی خوشی رخصت لے کر سدیر کو اس کی طرف سے ہاں کا عندیہ سنانے چل دی۔

☆☆☆

سدیر اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا، والدین کے انتقال کے بعد اب اسے ایسے موقع پر ان کی کمی شدت سے محسوس تو ہوئی مگر خود کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے اس نے اپنی رشتے کی ایک خالہ کو رحاب کے لئے اپنے رشتے کے لئے بھیج دیا حاذقہ بیگم نے باتوں کے دوران رحاب سے پوچھا۔

''رحاب! سدیر تمہارا کولیگ ہے؟''

رحاب جو میگزین ہاتھ میں لیے ان کی باتیں غور سے سن رہی تھی، ان کے اس سوال پر ایک دم نظریں میگزین کے کھلے صفحے پر جماتے ہوئے دھیمی سی آواز میں بولی۔

''جی ماں۔''

''تو بیٹے، وہاں اس سکول میں اس کی پے زیادہ سے زیادہ پندرہ ہزار ہو گی ناں، اتنے روپے تو تم ایک بار کی شاپنگ میں اپنے جوتوں اور کپڑوں پر خرچ کر دیتی ہو، اس سے شادی کی صورت میں کیا کرو گی؟'' اس رشتے کو لے کر جو پہلی سوچ ان کے دماغ میں آئی انہوں نے اپنی بیٹی سے شیئر کر لی، جسے سن کر اس نے کہا۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

''جوتوں اور کپڑوں کا تو میں نے کچھ نہیں سوچا امی، وہ بس میرے دل کو اچھا لگا ہے اس ساتھ شادی کر کے زندگی آسان محسوس کروں گی میں..... باقی جو اگر آپ کو یہ رشتہ مناسب نہیں لگ رہا تو بھلے سے انکار کر دیں۔'' جھکی نظر سے وہ دل کا حال بھی بتا گئی اور ساتھ ہی ماں کو اس کا حق بھی دے گئی حاذقہ بیگم مسکرا دی تھیں، ان کے نزدیک بیٹی کے دل کی خوشی زیادہ اہم تھی، اس لئے انہوں نے مزید کوئی اعتراض اٹھائے بنا اس کے والد اور بھائیوں سے مشورے کے بعد اس رشتے کے لئے ہاں کہہ دی، سدیر کو شادی کی جلدی تھی، انہوں نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا، ہاں مگر شادی کی تیاریوں کے لئے انہوں نے پانچ مہینے کا وقت لیا تھا، دونوں طرف سے شادی کی تیاریوں کا آغاز ہو چکا تھا، رحاب شادی کے بعد جاب کے حق میں نہیں تھی، مگر اب رشتہ طے ہو جانے کے بعد وہ اپنے ہونے والے دلہا کے سامنے بھی رہنا نہیں چاہتی تھی اس لئے اس نے پانچ مہینے پہلے ہی جاب چھوڑ دی تھی، شادی کی تیاریوں میں پانچ مہینے کا وقت بہت مختصر ثابت ہوا اور سارا وقت دبے پاؤں چپکے سے ایسے گزرا کہ شادی کا دن آن پہنچا، ان کی شادی میں رشتے داروں کے ساتھ سکول کے تمام سٹاف، مینجمنٹ اور ڈھیروں سٹوڈنٹس نے شرکت کی تھی، ان سب کی دعاؤں اور قرآن کے سائے تلے رحاب اپنے گھر سے رخصت ہو کر سدیر کے ساتھ اس کے گھر آ گئی۔

جہاں اس نے داخلی دروازے سے کمرے تک کے تمام فرش کو اس کے استقبال کے لئے سرخ گلابوں کا قالین بچھایا ہوا تھا، جگہ جگہ اطراف میں روشن دیئے جگمگا رہے تھے، اس نے نظر بھر کر اس کی اس قدر محبت اور چاہت کو دیکھا، وہ سدیر کے ہمراہ سج سج کر قدم بڑھاتی کمرے میں آ گئی، جہاں باہر کی دنیا سے زیادہ خوبصورت دنیا اس کی منتظر تھی، وہ وہیں دروازے میں ہی رک گئی جبکہ سدیر اس کے برابر کھڑا محبت پاش نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ در و دیوار کو اپنی محبت کے عملی ثبوت کے مظاہرے میں سجا ہوا دیکھ رہی تھی، سدیر نے کمرے کے ہر کونے کو ہر دیوار کو ہر طرح کے پھولوں کو مکس کر کے اس خوبصورت سے ڈیزائن کیا ہوا تھا کہ اس کی آنکھ خوبصورتی سے مزید خوبصورت ہوئی جاتی تھی، وہ اس کی محبت دیکھ کر نہ تھکتی تھی اور وہ اس کو دیکھ دیکھ نہ تھک رہا تھا، بہت دیر تک دونوں اپنی اپنی کیفیات کے زیر اثر وہیں دروازے میں کھڑے رہے تھے پھر سدیر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پتیوں سے بھرے بیڈ تک لے آیا، وہ بیٹھ چکی تو خود اس کے مقابل بیٹھ گیا اور پھر لبوں کو بند کر کے اس نے ہمیشہ کی طرح اپنی نظروں کو اس کے چہرے پر ٹکا دیا، وہ سر جھکا کر بہت دیر تک بیٹھی رہی تھی مگر نظروں کی مسلسل تپش اسے ڈسٹرب کرنے لگی تو ذرا سا کسمسا کر اس نے اس کی طرف دیکھا تھا، سدیر ہنس دیا تھا، وہ جانتا تھا کہ وہ تنگ ہو رہی ہے، اس لئے اس کے نظر اٹھا کر دیکھ لینے کے بعد اس نے باقی کا تنگ کرنے کا بعد کا سوچ کر لبوں پہ چھپتی ہنسی کو لبوں میں دبا کر قدرے بے چارگی کے سے انداز میں کہا۔

''دراصل میں اس لئے کچھ نہیں بول پا رہا کیونکہ میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ میں بہت غریب ہوں آپ کو منہ دکھائی میں دینے کو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔'' وہ کہہ چکا تو اس کے بے چارے سے انداز کو محسوس کر کے رحاب نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پھر کہا۔

''اگر آپ کہہ چکے ہیں تو میں یہ کہنا چاہتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

ہوں کہ منہ دکھائی منہ دیکھنے سے پہلے دی جاتی ہے، اور میرا منہ تو آپ بنا کسی منہ دکھائی کہ پہلے ہی کب سے دیکھے جا رہے ہیں۔''

''اوہ تو پھر یہ منہ دکھائی تو مجھے آپ کو اس وقت دینی چاہیے تھی جب میں پہلی بار آپ کو دیکھا تھا؟'' وہ سر کھجا کر ذرا سا کھسیایا تو رحاب نے ناک چڑھا کر کہا۔

''منہ دکھائی دلہن کی ہوتی ہے۔'' گھوری سے نوازا گیا تھا۔

''اوہ مجھے معلوم نہیں تھا۔'' اس نے چہرے پر اس قدر مسکینیت طاری کر کے کہا کہ رحاب کو اپنی بے ساختہ امنڈتی مسکراہٹ چھپانے کے لئے سر جھکانا پڑا، جبکہ سدیر کہہ رہا تھا۔

''ویسے یہ جو آپ اپنی اتنی بڑی بڑی آنکھوں سے گھوری ڈال کر میرے دل کو گھائل کرتی ہیں میں بہت ڈر سا جاتا ہوں۔'' اس کا انداز بھلے سے بہت معصومیت سے لبریز تھا مگر لفظوں اور آنکھوں سے کوٹ کوٹ کر شرارت ٹپک رہی تھی، اس نے محسوس کیا تو سر اٹھا کر اس کے جیسی معصومیت چہرے پر سجا کر بولی۔

''اور آپ جیسے بہت ڈر جاتے ہیں؟''

''ہاں، سچ۔'' سدیر نے سر ہلا کر اعتراف کیا پھر غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کے بولتے لبوں کو چھوتی باریک تار والی نوز پن کو انگشت شہادت اور انگوٹھے کے درمیان پکڑ کر بولا۔

''مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ کے نوز پن آپ کو بہت ڈسٹرب کر رہی ہے۔'' اسی کے انداز والفاظ پر رحاب ایک دم کنفیوز ہو کر خود میں سمٹ کر ذرا سا پیچھے ہوئی تو سدیر اس کی بے ساختگی کو محسوس کرتا بہت زور کا ہنسا تھا، پھر کہنے لگا۔

''اور اب مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ بہت ڈر سی گئیں ہیں۔'' وہ بلش ہوئی مگر جواباً کچھ بول نہیں سکی تھی، سدیر نے مسکرا کر بہت محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد ذرا سا ترچھا ہو کر پاکٹ سے ڈبیہ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''مجھے یقین ہے یہ ڈائمنڈ نوز پن آپ کی غصے سے فوراً چڑھ جاتی تیکھی دکھائی دیتی نوز پر بہت جچے گی۔'' اس نے قدرے شرارتی انداز میں اس کی ناک کو خوبیاں گنواتے ہوئے ڈائمنڈ پر اٹک کر اس کو کچھ اس انداز سے دیکھا کہ وہ بے ساختہ سر پہ ہاتھ پھیر کر تیزی سے بولا۔

''ایسے مت دیکھیں مجھے، مانتا ہوں میں غریب ہوں مگر چور نہیں ہوں، آپ کے لئے یہ گفٹ اپنی بچت کے پیسوں سے خرید کر لایا ہوں۔'' اس نے اتنی تیزی سے اپنی صفائی پیش کی تھی کہ رحاب کے لبوں پہ ساختہ مسکراہٹ بکھری تھی جسے لبوں میں دبا کر اس نے احسان کرنے کے سے انداز میں کہا۔

''اچھا جی یقین کر لیتی ہوں کہ آپ چور نہیں ہیں۔'' اس کے احسان جتاتے انداز پر سدیر نے بہت گھور کر اس کی طرف دیکھا تو وہ ضبط کی ہر کوشش کو پرے دھکیلتی ہوئی بہت زور سے کھلکھلا کر ہنس دی تھی، اسے اس طرح ہنستے دیکھ کر خود سدیر بھی ہنس کر اس کی ہنسی میں شامل ہو گیا تھا، تب محبت نے بہت سرشار ہو کر ان کی طرف دیکھا اور قریب ہو کر ان پر اپنا سایہ مزید گہرا کر دیا۔

☆☆☆

شادی کی وجہ سے سدیر نے سکول سے سات روز کی چھٹیاں لے لی تھیں، جنہیں منظوری دیتے ہوئے سر نے اس کی ان چھٹیوں کو اپنی طرف سے شادی کا چھوٹا سا تحفہ کہہ کر بونس میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

تبدیل کر دیا، یعنی کہ اب اس کی ان چھٹیوں کی پے مائنس نہیں ہونی تھی، یہ اس کے لئے پلس پوائنٹ تھا، مگر یہ سات دن بہت کم دن ثابت ہو رہے تھے، ان سات دنوں میں سے چار دن تو شادی کی تقریبات کی نذر ہو گئے تھے، اس کے بعد اب ان کے پاس بس تین دن تھے، ان تین دنوں کے لئے سدیر کا ارادہ ہنی مون ٹرپ کے لئے شمالی علاقہ جات کی طرف نکل جانے کا تھا، مگر جب رحاب نے اس کا ارادہ سنا تو اس نے فوراً اس کے ارادے کو مسترد کر دیا، تو سدیر نے بہت حیران ہو کر اس سے کہا۔

''آپ ہنی مون کے لئے منع کر رہی ہیں؟''

''جی نہیں میں شمالی علاقہ جات کے آئیڈیاز کو منع کر رہی ہوں، ہمارے پاس بس تین دن ہیں اور یہ تین دن کسی بھی صورت پورے شمالی علاقہ جات کی سیر کے لئے کافی نہیں ہونگے، ہم اتنے پیسے لگا کر وہاں جائیں گے افراتفری میں بس مختصر جگہوں کو دیکھ کر واپسی کی راہ پکڑ لینے کی جلدی ہو گی، تو پھر کیا فائدہ اس قدر پیسے ایسے ٹرپ پر ضائع کرنے کا؟'' اس نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا پھر مزید بولی۔

''اس سے تو بہتر ہے ہم ان تین دنوں میں اپنے پورے ملتان کو گھوم پھر لیں۔'' عادت کے مطابق وہ ناک چڑھا کر بول رہی تھی مگر انداز بڑا مدبرانہ سا تھا، سدیر دل میں قائل تو ہوا مگر بظاہر اس کو چڑانے کے لئے بولا۔

''ہا..... ملتان گھومیں گی آپ؟''

''ہاں تو؟'' اس نے فوراً تیکھی نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔

''کیا ملتان گھومنے لائق نہیں لگتا آپ کو؟ اتنا پیارا ہے ہمارا ملتان، لوگ دور دراز سے ہمارے ملتان کو دیکھنے آتے ہیں، اس قدر خوبصورت جگہیں ہیں ملتان میں اور اگر خوبصورت جگہیں نہ بھی ہوتی تو بھی میں گھومنے کے لئے اچھی جگہ کی بجائے اچھی کمپنی کی قائل ہوں، کمپنی اگر اچھی ہو گی تو پھر ہر جگہ ہی بہت اچھا سا لطف دے سکتی ہے۔'' روانی سے بولتے ہوئے آخر میں وہ جذبات میں اس قدر بہہ گئی کہ خیال آنے پر دانتوں تلے زبان دبا کر سرخ چہرے کے ساتھ وہاں سے بھاگی تو ہنسی ضبط کرتا سدیر اس کو یوں فرار ہوتے دیکھ کر ''ارے رکو تو'' کہہ کر پکارتا رہ گیا۔

پھر سدیر نے تین میں سے دو دنوں میں اسے آدھے سے زیادہ ملتان گھما ڈالا تھا، رحاب اس کی اچھی کمپنی کی دل سے قائل ہوتے ہوئے اس کے ساتھ ہر پل کو بہت انجوائے کیا تھا، تیسرے دن کے لئے سدیر نے یہ پلان کیا کہ وہ تمام سٹاف کو گھر مدعو کر کے ان کو شادی کی دعوت دے دے، رحاب نے اس کے پلان کو ڈن کرتے ہوئے دعوت کے لئے مینیو طے کر کے دعوت کی تیاریاں شروع کر دی تھی، ان ساری تیاریوں میں سدیر اس کی برابر کی مدد کر رہا تھا، مگر اس کی مدد کے باوجود رحاب کو کام کا بوجھ محسوس ہوتا رہا تو اس نے بنا کسی جھجک کہ حمیم بینا اور عالیہ کو فون کر کے سکول کے بعد اپنی طرف آنے کا آرڈر دے کر ان کا جواب سنے بنا فون رکھ دیا، چھٹی ہونے میں بس کچھ دیر ہی باقی تھی وہ اس یقین کے ساتھ مطمئن ہو گئی کہ اس کی بہنوں جیسی سہیلیاں اب سے کچھ دیر بعد اس کے سامنے ہونگی، اس کے اطمینان کو محسوس کرتے ہوئے سدیر نے کہا۔

''ان بیچاریوں کا جواب تو سن لیا ہوتا کیا معلوم انہوں نے نہ آنا ہو؟''

''خواہ مخواہ ایسے ہی نہ آنا ہو، جب میں نے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کہہ دیا ہے تو ضرور آئیں گی۔'' اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے ایک مصروف سی نظر اس کے حوالے کر کے اس نے سر کو دوبارہ جھکا لیا، جبکہ گورے مہندی لگے گداز ہاتھ چاول چننے میں مصروف تھے۔

''بیچاری غریب لڑکیاں، کس قدر دہشت زدہ ہیں آپ سے۔'' چڑانے کی صورت میں اس کی چڑھتی ناک اسے ہمیشہ لطف دیا کرتی تھی، اس لئے وہ جان بوجھ کر چہ چہ کر کے چڑانے کو بولا تو اس نے مصروف سی گھوری سے نواز کر منہ بنا کر کہا۔

''فضول بول کر میرا وقت ضائع نہ کریں اور آپ خود فارغ رہ کر میرا کام بڑھانے کی بجائے مجھے یہ چاول صاف کر دیں، تب تک میں چکن صاف کر کے دھو لیتی ہوں۔''

''ظلم ہے ویسے یہ، ایسے کہہ کہہ کر صبح سے مجھ غریب سے آپ ڈھیروں کام کروا چکی ہیں۔'' وہ مصنوعی تھکن سے منہ بسور کر بولا تو اس نے بے نیازی کا شدید مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''تھک گئے ہیں تو ٹھیک ہے مجھے کام مت کر دیں، مگر اتنا کر دیں کہ ذرا دیر کے لئے مجھے ایک عدد ساس اور نند لا دیں۔'' فرمائش کا عروج تھا وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا تھا۔

''استغفراللہ، بازار سے ملتی ہے کیا؟''

''آپ کو پتہ ہو۔'' اس نے کندھے اچکا کر منہ چڑایا تو وہ بھنا کر تیزی سے چاولوں پہ ہاتھ مارنے لگا جس کے نتیجے میں آدھے چنے ہوئے چاول بھی باقی کے ان چنے چاولوں میں مکس ہو گئے، رحاب نے دیکھا تو نظروں سے جتا کر بولی۔

''اب یہ سارے صاف بھی آپ ہی کو کرنے ہیں۔''

''ہاتھ لگا دیئے ہیں میں نے ہو گئے ہیں یہ صاف۔'' اس نے کہہ کر چاولوں کی تھال اس کی طرف بڑھائی، اس پل حمیم، بینا اور عالیہ نے بیک وقت کچن میں انٹری دی تھی۔

''ماں صدقے، سدیر بھائی ماسٹر شیف بنے ہوئے ہیں۔'' بینا کا اشارہ اس کے ہاتھ میں پکڑی تھال کی طرف تھا۔

''بس جی کیا کریں، غریب عوام پر ظالم حکمران مسلط ہو گئے ہیں۔'' ہمدردی پا کر وہ انکساری سے بولا تو رحاب نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر چھری کا وار کرتے ہوئے کہا۔

''ڈرامے باز، خواہ مخواہ میں مظلوم بن کر دکھا رہے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے میں کرنے کو ایک کام دیتی ہوں یہ آگے سے دس کام بگاڑ کر میری طرف بڑھا دیتے ہیں۔'' وہ ان تینوں کو جواب دے رہی تھی، کہ وہ درمیان میں بول پڑا۔

''دیکھا میں نے کہا تھا ناں ''ظالم حکمران'' مسلط ہو گئے ہیں۔'' اس نے چھری کے وار سے فوری واضح ہوتی سرخ لکیر کو سامنے کرتے ہوئے کہا تو حمیم نے ہنسی کا فوارہ بلند کرتے ہو کہا۔

''سچ میں بہت ہی زیادہ مظلوم ہیں آپ، مجھے تو شدید ہمدردی محسوس ہو رہی ہے آپ سے، دل چاہا رہا ہے تھکے ہارے بھائی کو ایک سٹرونگ سی چائے پلا دوں۔''

''ارے میری بہت اچھی بہن، نیکی کے لئے، کچھ نہیں بس فوراً عمل کر لو پلیز۔'' چائے کے نام پر پرجوش ہو کر اس نے کہا تو حمیم نے سعادت مندی سے کہا۔

''چلیں پھر آپ جا کہ آرام کریں، میں آپ کے لئے چائے بنا دیتی ہوں۔'' وہ جھک کر کورنش بجا لائی تو سدیر نے خوش ہو کر اعترافاً کہا۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

''ماں قسم، آپ لوگ میری زندگی کے لاکر کی ایسی چابیاں ہیں جو ہر بار لاکر کھولنے پر زندگی کو آسانیوں سے بھر دیتی ہیں، ورنہ لوگوں نے تو میری ہر آسانی کا گلا دبا دینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔'' اس نے کن انکھیوں سے رحاب کی طرف دیکھتے ہوئے آخر میں پھر اس کی طرف حملہ کیا تو اس کی لن ترانیوں کی ناک چڑھاتی رحاب ایک بار پھر چھری اس کی طرف بڑھاتی ہوئی اس کی طرف بڑھی تو وہ ڈر جانے کی اداکاری کرتے ہوئے باہر کی طرف بھاگا، مگر باہر نکلنے سے پہلے اس نے حمیم کو ایک بار پھر چائے کی تلقین کی اور وہاں سے نکل گیا۔

اس کے بھاگنے کے انداز پر رحاب سمیت ان سب کی ہنسی بلند ہوئی تھی۔

''مجھے اچھا لگا رحاب، اس قدر گرمی کے باوجود سدیر تمہارے ساتھ کچن میں کھڑا تھا۔'' بینا نے خوش دلی سے سدیر کی تعریف کی تو رحاب نے بہت خوش ہو کر کہا۔

''ہاں..... سدیر بہت اچھا ہے بینا، میرا بہت خیال رکھتا ہے، وہ صرف یہاں گرمی میں میرے ساتھ کھڑا نہیں تھا جبکہ ہر کام میں میری مدد بھی کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کو جب بھی اپنے لئے چائے کی طلب محسوس ہوئی اس نے مجھے ڈسٹرب کرنے کی بجائے خود چائے بنالی۔''

''اچھا..... خود چائے بنا کر کیا تمہیں چائے نہیں دی۔'' حمیم نے شرارت سے کہنی کا ٹوکا دیا تو اس نے اسے پرے دھکیل کر کہا۔

''تم اچھے سے علم ہے میں چائے کی شوقین کبھی بھی نہیں رہی ہوں۔''

''ہاں علم ہے، مگر بندہ دل رکھنے کو ہی شوق کر لیتا ہوتا ہے بھئی۔'' اس نے افسوس سے سر ہلایا تو رحاب نے منہ بنا کر کہا۔

''زبردستی کے شوق کا فائدہ؟''

''بیچارہ سدیر۔'' اس کا ٹکا سا جواب سن کر حمیم کا افسوس گہرا ہونے لگا تو رحاب نے چھری کی نوک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اب یہ چھری تمہیں پڑنے والی ہو رہی ہے، خواہ مخواہ میں بول کر وقت ضائع کر رہی ہو، جبکہ میں نے بلایا کام کرنے کے لئے ہے۔'' اس نے دھونس بھرے انداز میں چاولوں کی تھال اس نے ہاتھ میں تھماتے ہوئے اسے گھوریوں کی زد پہ رکھا تو اس نے شرافت سے تھال کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیا، تو بینا نے بھی آگے بڑھ کر اس کے سامنے پڑی چکن کی پلیٹ اٹھا کر دھونے کے لئے سنگ کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

''جانتی ہو رحاب، جب سدیر کے لئے تم سے شادی کی بات شروع ہوئی تھی تو مجھے سب سے پہلے اس کی کم تنخواہ کی طرف سے پریشانی ہوئی تھی۔'' اس نے اپنے خیال کا اظہار کیا تو رحاب نے فوراً کہا۔

''ہاں امی نے بھی ایسے ہی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ سدیر مہینہ بھر میں جتنی تنخواہ لاتا ہے اتنی تو میں اپنے کپڑوں اور جوتوں میں اڑا دیتی ہوں، تو پھر ایسے میں اس کی کم تنخواہ سے کیسے گزارا کروں گی، تب میں نے امی سے کہا تھا میں گزارا کر لوں گی اور میں شروع دن سے سب مینج کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔'' کہہ کر وہ مسکرائی تو حمیم اس کی بات پر سر ہلا کر رہ گئی۔

(باقی اگلے ماہ)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اب عشق وظیفہ کرنا

شفق افتخار

چوتھی اور آخری قسط

آج اس کے قدم نہیں رکے تھے، اس کا دل وہاں نہیں ٹھہرا تھا، اس نے گاڑی میں بیٹھ کر سکون کی سانس لی تھی، کتنے ہی لمحے وہ اسٹریئنگ ہاتھ میں تھامے خود کو کمپوز کرتا رہا تھا اور پھر اس نے گاڑی گھر کے راستے پہ ڈال دی تھی، دیر سے ہی سہی مگر زارون حیدر نے سمجھ لیا تھا کہ یہاں زندگی کا اختتام نہیں بلکہ آغاز ہو رہا ہے۔

☆☆☆

زارون جب گھر آیا تو اسے لاؤنج سے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں، وہ اب خود کو قدرے بہتر محسوس کر رہا تھا، اس شہر خموشاں سے آنے کے بعد ہمیشہ جو کیفیت زارون پہ طاری ہوتی تھی، آج وہ مفقود تھی اور زارون خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہا تھا، شاید اس نے آج خود کو اس پچھتاوے سے آزاد کر لیا تھا، شاید وہ آج فیصلہ کر کے آیا تھا زندگی میں آگے بڑھنے کا، یقیناً اس نے زاریہ کی موت کو ایک حادثہ اور اللہ کی رضا سمجھ لیا تھا اس لئے وہ خود کو آزاد اور ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

ناولٹ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''السلام علیکم!'' زارون نے سلام کرتے ہوئے لاؤنج میں قدم رکھا تو سب اس کی آواز سن کر خاموش ہو گئے تھے۔

''وعلیکم السلام!'' جواب صرف امی کی طرف سے آیا تھا۔

''کیا بات ہے بھئی سب خیریت ہے نا۔'' زارون نے امی کے قریب بیٹھتے ہوئے ایک نگاہ خفا خفا سے راحم اور دوسری نگاہ خاموش بیٹھی نگین پہ ڈالی تھی۔

''ہاں ہاں بیٹا سب خیریت ہے، نگین جاؤ بیٹا چائے بنا کر لاؤ۔'' امی نے نارمل لہجے میں اسے تسلی دے کر نگین سے کہا تھا، وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی تھی۔

''راحم کیا بات ہے، سب ٹھیک ہے نا، میں پچھلے کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم خاموش خاموش سے ہو، پریشان سے ہو، کیا بات ہے مجھے بتاؤ۔'' زارون نے الجھے الجھے سے بیٹھے ارحم سے کہا تھا اور واقعی وہ پچھلے کئی دنوں سے راحم کو ایسے ہی موڈ میں دیکھ رہا تھا۔

''امی سے پوچھیں بھائی۔'' راحم نے شکایتی نگاہوں سے ماں کو دیکھ کر بھائی سے کہا تھا۔

''امی ہوا کیا ہے کوئی مجھے بھی کچھ بتائے گا۔'' اس نے حیرانگی سے ان سے پوچھا تھا، اسے اب فکر ہو رہی تھی کہ پتہ نہیں کیا بات ہے۔

''بھائی، میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں امی سے کہ وہ ایک بار میرے ساتھ مہوش کے گھر چل کر اس کے پیرنٹس سے مل لیں تاکہ ان لوگوں کو بھی تسلی ہو جائے کہ میں مہوش کے معاملے میں سنجیدہ ہوں، پھر چاہے اگلے کئی سال تک یہ میری شادی نہ کریں، بس ایک بار یہ ان لوگوں سے مل کر بات کر لیں تاکہ وہ لوگ مہوش کو پریشرائز کرنا بند کر دیں اور لازمی بات ہے کہ آخر کب تک وہ اپنی بیٹی کو صرف کسی کی آس پہ بٹھا کر رکھیں گے، مگر امی کوئی بات سننے سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہیں، ٹھیک ہے میں ان کی کیفیت کو سمجھ رہا ہوں، مان رہا ہوں، مگر یہ میری فیلنگ کو بھی سمجھیں نا۔'' ارحم تو جیسے آج پھٹ ہی پڑا تھا، کیونکہ وہ مہوش کے معاملے میں سنجیدہ تھا اور واقعی میں دل سے اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا اور وہ اب سے صرف ماں سے یہ کہہ رہا تھا کہ وہ بس ایک بار اس کے ساتھ جا کر رشتہ فائنل کر لیں، مگر امی کی تو بس ایک ہی رٹ تھی کہ میں زارون سے پہلے تمہارے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی ہوں، وہ بڑا ہے اس کا حق پہلے ہے، وہ پہلے ہی ایک اجاڑ زندگی گزار رہا ہے، اس طرح سے اپنے ارادے میں اور پکا ہو جائے گا، اس طرح سے کم از کم اس پہ یہ دباؤ تو ہے نا کہ میری وجہ سے میری ماں پریشان ہے اور میرے بہن بھائی میرے انتظار میں بیٹھے ہیں، پھر تو وہ اور آزاد ہو جائے گا، وہ ماں تھیں اور اپنی جگہ صحیح سوچ رہی تھیں، مگر غلط ارحم بھی نہیں تھا۔

''امی یہ میں کیا سن رہا ہوں، آخر اس میں حرج ہی کیا ہے، ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے وہ پھر آپ کیوں نہیں مان رہیں ہیں، کوئی پرابلم ہے کیا، آپ کیوں دیر کر رہی ہیں۔'' راحم کی بات سن کر اس نے ماں سے پوچھا تھا، اسے راحم حق بجانب لگا تھا اور امی کی منطق اسے سمجھ نہیں آئی تھی، جہاں تک اسے یاد تھا، وہ سب جانتے تھے کہ راحم، مہوش کو پسند کرتا ہے اور اسی سے شادی بھی کرنا چاہتا ہے اور امی کو بھی اس پہ کوئی اعتراض نہیں تھا۔

''تم نہیں جانتے زونی کہ میں اس کی بات کیوں نہیں مان رہی ہوں۔'' امی کے لہجے میں پنہاں شکوے دیکھ کر وہ شرمندگی سے نگاہ چرا گیا تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ اب وہ اپنے بہن بھائی کی زندگی میں ان کی راہ میں رکاوٹ بننے لگا ہے، مگر وہ بھی ماں تھیں اپنے دل کا کیا کرتیں، ان سے زارون کا یہ سونا پن دیکھا نہیں جاتا تھا۔

''یہ کیوں مانیں گے اور جائیں گے امی، انہیں کیا غرض ہماری زندگیوں سے، ہماری خوشیوں سے اور خواہشوں سے، ان کے لئے تو بس زاریہ اہم تھی اور ہمیشہ رہے گی، انہیں کیا کہ ماں پریشان ہے تو کیوں اور بھائی کی زندگی اس کے دل کا خون ہو رہا ہے تو کیوں۔'' چائے لاتی نگین چیخ کر بولی تھی۔

''نگین، تمیز سے بات کرو۔ بڑا بھائی ہے تمہارا، یہ تربیت کی ہے میں نے تمہاری کہ تم

چھوٹے بڑے سے بات کرنے کی تمیز ہی کھو بیٹھی ہو۔" صالحہ نے میز پہ چائے کی ٹرے رکھتی نگین کو فوراً ہی آڑے ہاتھوں لیا تھا، نگین کبھی بھی ایسے بات نہیں کرتی تھی، زارون نے بھی اسے حیرانگی سے دیکھا تھا، وہ ایک سلجھی ہوئی سمجھدار لڑکی تھی، جس نے باپ کے بعد ہمیشہ بھائیوں کی باپ کی طرح عزت کی تھی اور وہی مان و مرتبہ دیا تھا اور انہیں بھی بہن پہ ناز تھا، مگر آج وہ چپ نہیں رہ پائی تھی، اسے لگا کہ اگر آج وہ چپ رہی تو شاید دوبارہ اسے یہ موقع کبھی نہیں ملے گا، وہ بھی ماں کی طرح زارون کو دیکھ دیکھ کر کڑھ رہی تھی، اس کا شاندار سا بھائی اس طرح سے خود کو ضائع کر رہا تھا، روگ لگائے ہوئے تھا اور اب راحم وہ اپنے دوسرے بھائی کو بھی پچھتاوے بھری زندگی گزارتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"آئی ایم رئیلی سوری بھائی، آئی ایم سوری امی، مگر میں اور چپ نہیں رہ سکتی ہوں، مجھے تکلیف ہوتی ہے آپ کو اس طرح سے دیکھ کر، بھائی پتہ ہے جب بابا اس دنیا سے گئے تھے تو بہت تکلیف ہوئی تھی، بہت دکھ تھا، پھر آہستہ آہستہ ہم نے قبول کر لیا، سمجھ لیا کہ یہ سب اسی طرح سے ہونا تھا، موت پہ حادثوں پہ انسان کا بس نہیں چلتا ہے بھائی یہ سب اسی طرح سے ہونا ہوتا ہے، یونہی لکھا ہوتا ہے، آپ تو مجھ سے زیادہ سمجھدار ہیں، زندگی اتنی تو ارزاں نہیں ہے کہ اسے یوں ضائع کر دیا جائے بھائی، آپ امی کو سمجھائیے نا پلیز، میں نے اپنے بچپن سے آپ کو اس طرح سے پچھتاؤں میں گھرا دیکھا، اب راحم بھائی کو اس طرح سے نہیں دیکھ سکتی ہوں۔" وہ سسکتی ہوئی زارون کے بازو سے آن لگی تھی، زارون سن اپنی جگہ بیٹھا رہا تھا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کے

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

ابن انشا کے شعری مجموعے

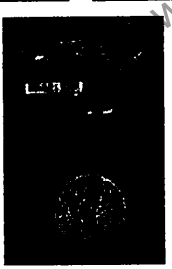

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون: 042-37310797, 042-37321690

لئے اتنی تکلیف کا باعث بن رہا ہے، اسے تو ہمیشہ سے ہی بس اپنا دکھ اور اپنی تکلیف ہی نظر آتی تھی، وہ تو ہمیشہ ہی خود کو حق بجانب سمجھتا رہا تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ نادانستگی میں خود سے جڑے لوگوں کے لئے اذیت اور تکلیف کا باعث بن رہا ہے، وہ تو خود کو زندگی کی رعنائیوں سے دور رکھ کر خود کو سزا دیتا رہا تھا، مگر درحقیقت وہ سب کو سزا دے رہا تھا۔

''بیٹا تم اس کی باتوں کو دل پہ مت لینا، یہ تو پاگل ہے، بہن ہے نا، ہمیشہ تم بھائیوں کو ہی سب کچھ سمجھا ہے، بہت پیار کرتی ہے تم دونوں سے، اس لئے دن رات کڑھتی رہتی ہے، مجھے تسلیاں دیتی ہے اور خود پریشان ہوتی ہے۔'' امی نے بیٹی کا دفاع کیا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ زارون کبھی بھی اس موضوع پہ کچھ بھی سننا نہیں چاہتا تھا، مگر وہ بے خبر تھیں کہ اب زارون وہ نہیں رہا تھا، اس کے دل کی دنیا بدل رہی تھی، وہ پچھتاؤں سے باہر نکل رہا تھا۔

''نہیں امی، مجھے کچھ برا نہیں لگا ہے، اس نے جو ہمیشہ سے محسوس کیا ہے وہ کہہ دیا ہے، پھر ہم سے نہیں کہے گی تو کس سے کہے گی، آپ پریشان نہ ہوں پھر شکایتیں اور گلے شکوے تو اپنوں سے ہی کیے جاتے ہیں نا۔'' زارون نے ماں کو تسلی دے کر بازو سے لگی بہن کا سر تھپکا تھا، وہ اس وقت ایک یکسر بدلے ہوئے زارون کو دیکھ رہی تھیں، جسے وقت کی دھول میں انہوں نے کہیں کھو دیا تھا اور واپس مل جانے کو دعا انہوں نے اپنے ہر سجدے میں کی تھیں۔

''امی میری ذات سے آپ لوگوں کو آئندہ کوئی شکایت نہیں ہو گی لیکن اس وقت مجھ سے زیادہ راحم کا مسئلہ ہے دیکھیں تو کسی شکل بنائے بیٹھا ہے۔'' زارون نے اسی لمحے خود کو سنبھال کر ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے سب کی توجہ خود پر سے ہٹا کر راحم کی طرف دلائی تھی، جو سر جھکائے خاموشی سے بیٹھا تھا۔

''آئی ایم سوری بھائی، میرا وہ مطلب نہیں تھا، میں تو بس۔'' وہ بڑے بھائی کی بات سن کر جھینپ کر مسکرا دیا تھا، حقیقت بھی یہی تھی کہ ان کے لئے بھی بھائی سے بڑھ کر اور ان کی خوشیوں سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا، مگر یہ بھی سچ تھا کہ اس کے دل میں مہوش کو کھونے کا حوصلہ بھی نہیں تھا۔

''میں سب جانتا ہوں میرے بھائی، اس لئے میں نے سوچا ہے کہ کل ہم سب مہوش کے گھر جا رہے ہیں، پھر ہم نگین کو اس گھر سے نکالیں گے اور سب سے آخر میں، میں اطمینان سے اپنے لئے کچھ سوچوں گا، کیا خیال ہے امی، ٹھیک ہے نا۔'' زارون نے دوسرے بازو میں ماں کو لے لیا تھا، ایسے شوخ رنگ انہوں نے برسوں بعد زارون کے لہجے میں سنے تھے، انہوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

''بھائی!'' نگین نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

''تھینک یو بھائی۔'' راحم بھی پیچھے سے آ کر ان سب میں شامل ہو گیا تھا، تو وہ سب دل سے مسکرا دیئے تھے۔

''ٹھیک ہے میرے بچوں، جیسے تم سب کی خوشی۔'' صالحہ ایک لمبے عرصے بعد دل سے مسکرائی تھی، وہ ماں تھیں ان کے لئے سب بچے برابر تھے، ان سب کی خوشیوں کی وہ یکساں خواہاں تھیں، ان کا زونی زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا، ان کے لئے یہی کافی تھا۔

☆☆☆

اگلے دن وہ سب بڑے اہتمام سے مہوش کے گھر گئے تھے، بلکہ نہ صرف گھر گئے تھے بلکہ ان

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

سے ہاں کروا کر ہی اٹھے تھے، مہوش کا تعلق ایک پڑھی لکھی سلجھی ہوئی فیملی سے تھا اور وہ لوگ بھی راحم اور مہوش کے بارے میں جانتے تھے، اس لئے سب نے ہی بنا وقت ضائع کیے ہاں کر دی تھی اور اگلی بار جب وہ لوگ ان کے گھر آئے تو زارون کے اصرار پہ شادی کی ڈیٹ فکس کر کے ہی اٹھے تھے اور یہ سب اتنا آناً فاناً ہوا تھا کہ صالحہ بوکھلا کر رہ گئیں تھیں۔

''ارے تم بچے پاگل تو نہیں ہو گئے ہو، شادی بیاہ کے معاملات میں اتنی جلدی مچاتے ہیں کیا، بیچ میں صرف ایک مہینہ ہے، کیسے ہو گا سب۔'' وہ ان لوگوں کے جانے کے بعد سر پکڑ کر بیٹھ گئیں تھیں، نگین بھی تھوڑی کنفیوژ تھی مگر خوش بھی بہت تھی، اتنے عرصے بعد تو گھر میں کوئی خوشی آئی تھی اور راحم وہ تو ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھا، کہاں تو کوئی سلسلہ بنتا نظر نہیں آ رہا تھا اور کہاں شادی کی ڈیٹ بھی فکس ہو گئی تھی۔

''امی کیوں پریشان ہو رہیں ہیں، آپ کے پاس پورا ایک مہینہ ہے، آرام سے سب ہو جائے گا، میں ہوں نا سب سنبھال لوں گا، آپ بالکل فکر نہ کریں۔'' زارون نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا تھا، وہ راحم کے معاملے میں مزید تاخیر نہیں کرنا چاہ رہا تھا، راحم شادی کے قابل تھا اپنے پیروں پہ کھڑا ہو چکا تھا، ذمہ داری اٹھا سکتا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بھائی اس کی طرف سے ذرا سی بھی بدگمانی اپنے دل میں لائے۔

''مگر بیٹا اتنی جلدی بھی کیا تھی، ابھی منگنی کر دیتے، پھر تھوڑے عرصے بعد شادی، میرا تو ارمان تھا کہ میں تم دونوں بھائیوں کو ایک ساتھ دولہا بنے دیکھوں۔'' راحم اور نگین اٹھ کر اپنے کمروں میں گئے تو تب امی نے اس سے اپنے دل کی بات کہی تھی۔

''امی میں آپ کی ہر بات آپ کے احساسات کو سمجھتا ہوں، مگر ابھی مجھے راحم کے فرض سے فارغ ہونے دیجئے، پھر وعدہ کرتا ہوں جیسا آپ کہیں گی ویسا ہی ہو گا۔''

''سچ کہہ رہے ہو نا زونی، یا راحم کی شادی کے بعد پھر سے مکر جاؤ گے۔'' انہوں نے بے یقینی سے اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھا تھا، جہاں اس لمحے ان کی بات سن کر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

''بالکل سچ امی، مجھ پہ یقین رکھیں، میں بہت اچھا بیٹا نہ سہی مگر اتنا بھی برا نہیں ہوں کہ اپنی ماں کا مان نہ رکھ سکوں، ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا امی کہ مسلسل اتنے سالوں سے میں آپ کی بے سکونی اور تکلیف کا باعث بنا رہا۔''

''میرا بچہ، میرا زونی۔'' زارون نے ان کے ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگائے تو وہ اس کی روشن پیشانی چوم کر کھل کر مسکرا دیں تھیں، اس کے لئے یہی بہت تھا کہ دیر سے سہی مگر زارون نے خود کو اس گلٹ سے نکال کر اپنے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔

☆☆☆

''دیکھے تھے کل اپنی تائی امی کے تیور، بس اس لئے میں اس رشتے کے خلاف تھی لیکن میری بات تو تمہارے باپ نے سنی نہیں، جیسے میں تو کوئی غیر ہوں برا چاہتی ہوں تمہارا، ایسے بیٹھی تھیں جیسے ہم پہ کوئی احسان کر رہی ہوں، ذرا جو چہرے پہ خوشی ہو، ایک لفظ نہیں بولیں اور نہ کچھ کھایا نہ پیا، مارے باندھے بیٹھی رہیں اور پیسے کیسے منہ پہ مار دیئے کہ منگنی کی شاپنگ اپنی مرضی سے کر لو، مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے، کوئی پوچھے سارا سارا دن دنیا جہاں کے بازاروں کی خاک چھانتی

ہیں اور کہہ ایسے رہی تھیں، کہ کبھی جیسے گھر سے باہر نہ نکلی ہوں، میرا تو دل چاہ رہا کہ ان کے منہ پہ انکار مار دوں کہ جاؤ بھئی اپنے گھر میری بیٹی مجھ پہ اتنی بھاری نہیں ہے کہ تم جیسے ناقدروں میں بیاہ دوں، مگر کیا کروں کہ بھائی صاحب کا ادب مار گیا، جانے دونوں بھائیوں نے آپس میں کیا گٹھ جوڑ کیا ہے کہ کسی کی کوئی بات سننے سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔''

طیبہ کل رات سے بھری بیٹھیں تھیں اور آج صبح سے وقفے وقفے سے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہیں تھیں، رشتے طے ہو جانے کے بعد کل پہلی بار تائی اماں آئیں تھیں اور بیزاری کے تاثرات چہرے پہ سجائے بیٹھیں رہیں کہ توبہ، نہ کچھ کھایا نہ پیا، نہ میرب سے دو لفظ پیار کے بولے، بس مارے باندھے بیٹھی رہیں اور جاتے جاتے میرب کو پیسے پکڑا دیئے کہ وہ خود ہی اپنی منگنی کی شاپنگ کر لے اور اسی بات پہ طیبہ کو کل سے غصہ آیا ہوا تھا۔

''چھوڑیں نہ اماں، تائی اماں کا رویہ تو ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا ہے، کل اس میں نئی بات کیا تھی، وہ تو ہمیشہ ایسی ہیں، جیسے احسان کر رہی ہوں، آپ کیوں آج اتنا دل پہ لے رہی ہیں۔'' میرب نے کافی دیر تک ان کی باتیں سننے کے بعد کہا تھا، نوٹس تو اس نے بھی کیا تھا مگر کیا کیا جا سکتا تھا کہ ایک انسان کی فطرت ہی ایسی تھی اور یوں بھی عادتیں بدلی جا سکتیں ہیں مگر فطرت نہیں۔

''ہاں تو یہی تو میں اتنے دنوں سے سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں، مگر یہاں میری بات کوئی سنتا ہی نہیں ہے، دل پہ نہ لوں تو اور کیا کروں، ان کو احساس ہونا چاہیے تھا نا کہ پہلے کی بات اور تھی اور اب بات کچھ اور ہے، میری بیٹی کی پوری زندگی کا سوال ہے، کوئی مذاق ہے کیا، میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم کچھ عقل مندی دکھاؤ گی اور انکار کر دو گی مگر تم بھی چپ چاپ مان گئیں، اب بھلا تمہارے بابا میرے انکار کو کس خاطر میں لائیں گے۔''

وہ پہلے بھی یہ بات کر چکیں تھیں اور اب پھر سے کہہ رہیں تھیں، میرب نے حیرانگی سے انہیں دیکھا تھا۔

''اماں، بھلا میں کیسے انکار کرتی اور وہ بھی بابا کے سامنے، وہ کیا خیال کرتے میرے بارے میں، کہ میں کیوں ایسا کہہ رہی ہوں، اگر آپ کو اتنا اعتراض تھا تو آپ کوئی اسٹینڈ لیتی، لیکن اب کیا کر سکتے ہیں اب تو سب طے ہو گیا نا، اب آپ اب اتنا پریشان نہ ہوں، بابا نے کچھ سوچ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہوگا۔'' میرب نے اس لمحے ان کے ساتھ ساتھ گویا خود کو بھی تسلی دی تھی، وہ اماں کو نہیں سمجھا سکتی تھی کہ اس نے کس لمحے کی گرفت میں آ کر یہ فیصلہ کیا تھا، لیکن اب اماں کی باتیں سن کر وہ بھی فکر مند ہو گئی تھی کہ کہیں سچ میں ان سے کوئی غلط فیصلہ تو نہیں ہو گیا، وہ ڈر گئی تھی کہ اب پتہ نہیں کیا ہوگا، کیونکہ اتنا تو میرب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ تائی اماں اس رشتے سے خوش نہیں ہیں اور وہ میرب کو پسند نہیں کرتیں ہیں، کہیں اس نے واقعی جلد بازی تو نہیں کر دی تھی، کیا وہ اس فیصلے کو نبھا پائے گی۔

''ہاں اب تو بس یہی دعا ہے کہ اللہ آگے بھی سب بہتر کرے آمین۔'' انہوں نے سوچوں میں گھری میرب پہ ایک نگاہ ڈال کر کہا تھا، یکدم ہی انہیں احساس ہوا کہ ان کی باتوں سے میرب بھی پریشان ہو گئی تھی، وہ دل سے اس رشتے کے لئے راضی نہ سہی، مگر کم از کم انہیں میرب کے سامنے ایسی باتیں کر کے اس کا دل برا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''کس کا میسج ہے؟'' انہوں نے خود کو سنبھال کر میرب سے پوچھا تھا جو سیل فون پہ آئے کسی کے میسج کا جواب دے رہی تھی۔

''امی نگین کا ہے، وہ کچھ دیر میں آرہی ہے، اسے شاپنگ پہ جانا ہے، وہ چاہ رہی ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ جاؤں۔'' میرب نے میسج ٹائپ کر کے سینڈ کیا اور سیل واپس ٹیبل پہ رکھتے ہوئے انہیں بتایا تھا۔

''اچھا ضرور جاؤ، پھر تم بھی ایسا کرو کہ اس کے ساتھ جا کر اپنی شاپنگ بھی کر لو، اچھا ہے دوست کے ساتھ ہو گی تو اطمینان سے کر سکوں گی۔'' انہوں نے اس کا دھیان کو بٹانے کو کہا تھا۔

''ٹھیک ہے اماں، لیکن پلیز آپ نگین کے سامنے ایسی کوئی بات مت کیجئے گا۔'' میرب جانتی تھی کہ اماں ایسا کچھ نہیں کریں گی مگر پھر بھی انہیں یقین دہانی کروانا ضروری سمجھا تھا، کم از کم وہ نگین کے سامنے اب ایسی کوئی بات کر کے اپنا بھرم توڑنا نہیں چاہتی تھی، اسے نگین کے سامنے یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اس رشتے سے خوش ہے۔

''اب میں اتنی بھی پاگل نہیں ہوں میرے بچے، وہ تو میں دل پریشان تھا تو تم سے کہہ دیا، ورنہ تو میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں، انشاء اللہ اگر اللہ نے جوڑ بنا رکھا ہے تو یقیناً بہترین ہی ہو گا۔'' انہوں نے میرب کی پیشانی چوم کر اسے مکمل اطمینان دلایا تھا، وہ بھی مطمئن سی مسکرا دی تھی، کاش اماں دل کے وہاں ٹھہرنے کی دعا بھی دے دیتیں، مگر وہ چاہ کر بھی ماں سے اس لمحے کچھ نہیں کہہ پائی تھی، اسی لمحے ملازمہ نگین کو ساتھ لئے وہیں چلی آئی تھی، میرب مسکرا کر اسے استقبال کو بڑھی تھی، وہ اماں اور میرب سے مل کر وہیں میرب کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔

''تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں، میں اس لئے تو تمہیں ٹیکسٹ کیا تھا کہ تاکہ تم ریڈی رہو۔'' نگین نے اسے اسی رف حلیے میں دیکھ کر کہا تھا۔

''میں بھی بس دس منٹ میں تیار ہو جاتی ہوں، تب تک تم امی کے ساتھ گپ شپ کرو۔'' میرب مسکرا کر اسے کہتی اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔

''بیٹا تم بیٹھو، میں چائے بناتی ہوں۔''

''آنٹی اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ بس بیٹھیں میرے ساتھ باتیں کریں، جب تک میرب نہیں آجاتی ہے۔'' نگین نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے پاس ہی بیٹھ لیا تھا اور انہیں راحم کی شادی کی تاریخ فکس ہو جانے کے متعلق بتانے لگی تھی، وہ بھی خوشدلی سے اسے مبارک باد دینے لگی تھی، باتوں باتوں میں باتوں ہی نہیں چلا تھا اور میرب تیار ہو کر بھی آگئی تھی، وائٹ ٹراؤزر اور اسکائی بلیو کاٹن نیٹ کی شرٹ اور ہم رنگ دوپٹے میں وہ اس روشن دن کا ہی ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی، روشن اور شفاف اجلے دن کا حصہ، بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے، میک اپ کے نام میں آنکھوں میں ہلکی سی لائنر کی لکیر اور ہونٹوں پہ پنک مدھم سا نا معلوم گلوس اور کانوں میں سلور بالیاں پہنے وہ جانے کے لئے تیار تھی۔

''رکو بیٹا، میں وہ پیسے لے آؤں جو تمہاری تائی نے دیئے تھے، تم اپنی بھی شاپنگ کر لو، اچھا ہے نگین ساتھ ہے تو اس کے مشورے سے کر لو۔'' نگین اجازت لے کر اٹھی تو اماں بھی میرب سے کہتی اندر چلی گئی تھیں۔

''نگین بیٹے تم نے اس کی مدد کرنی ہے اور اچھی سی شاپنگ کرانی ہے۔'' انہوں نے میرب کو پیسے پکڑاتے ہوئے نگین سے کہا تھا۔

''کیسی مدد آنٹی، کیا کوئی ضروری شاپنگ کرنی ہے۔'' نگین نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا

www.pakistanipoint.com

تھا۔

''ارے اس نے تمہیں بتایا نہیں اگلے ہفتے اس کی منگنی ہے اس کے تایا زاد سعد کے ساتھ اس کی شاپنگ کرنی ہے۔'' ان کی بات سن کر نگین کے چہرے پہ ایک سایہ سا لہرا گیا تھا، اس نے شکایتی نگاہوں سے میرب کی طرف دیکھا تھا تو وہ نگاہ چرا گئی تھی، ایک امید تھی جو پھر سے بندھنے لگی تھی، وہ ایک جھٹکے سے ٹوٹی تھی۔

☆☆☆

''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں، اتنی بڑی بات ہوگئی اور تم نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا میرب، تم نے مجھے اتنا غیر بنا دیا۔'' اپنے لئے منگنی کا جوڑا منتخب کرتی میرب کا بازو تھام کر نگین خود کو شکوہ کرنے سے روک نہیں پائی تھی۔

''آ جاؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔'' میرب نے وہاں کچھ بھی کہنا مناسب نہیں سمجھا اور نگین کو ساتھ لئے فوڈ کورٹ میں چلی آئی تھی۔

''کیا کھاؤ گی؟'' میرب نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' نگین ابھی بھی خفا خفا سی تھی۔

''نگین اب تم اس طرح سے ناراض نہ ہو، تم اچھی طرح جانتی ہو کہ یہ بات میرے لئے قطعی اتنی اہم نہیں ہے کہ میں اسے خوشی خوشی سب سے شیئر کرتی پھروں، میں نے بس بابا کی خوشی کے آگے سر جھکایا ہے، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ وہ کبھی بھی میرے لئے کچھ بھی غلط نہیں سوچیں گے۔'' میرب نے کھل کر اسے سب کہہ دینے کا ارادہ کرلیا تھا۔

''اور تم نے اتنی آسانی سے صرف ان کی خوشی کی خاطر ہاں کردی۔''

''تو اور کیا کرتی اور کیوں کرتی کس کے لئے کرتی۔'' میرب نے تیزی سے اس کی بات کاٹی تھی، نگین نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

''نگین تم صرف میری دوست ہی نہیں ہو بلکہ میری بہنوں کی طرح ہو اور تم سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے، میں کس آس کس امید پہ انہیں انکار کر کے ان کی نظروں میں بری بنتی، کیوں ان کا مان توڑتی، مجھے یہی صحیح لگا جو میں نے کیا، نگین محبت کوئی لنگر میں بٹنے والا کھانا نہیں ہے کہ میں لائن میں لگ کر اپنی باری کا انتظار کروں اور پوری امید رکھوں کہ اللہ کے نام پہ مجھے بھی خیرات مل ہی جائے گی، عشق یکطرفہ ہوسکتا ہے مگر محبت آج بھی کچھ لو اور دو کے اصولوں پہ ہی چلتی ہے، میں کب تک ایک ایسے شخص کے سامنے کاسہ دل تھامے کھڑی رہوں، جسے میں نظر ہی نہیں آتی ہوں، میں اب مزید اپنی انا اور خودداری کا قتل نہیں کر سکتی ہوں، میں اس فیصلے سے خوش نہ سہی مگر مطمئن ضرور ہوں کہ میں نے اپنے والدین کا مان رکھا ہے، میں نہ سہی وہ تو خوش ہیں نا۔'' اتنے دنوں کی ٹینشن کے بعد اپنی بھڑاس نکال لینے کے بعد اس لمحے میرب کا لہجہ بہت مطمئن سا تھا۔

''مگر میرب اب وہ بہت بدل گئے ہیں، وہ پہلے جیسے نہیں رہے ہیں اور انہیں بھی اپنی غلطی کا احساس ہے، راحم بھائی کی شادی طے ہوگئی ہے اور انہوں نے امی سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کے بعد وہی کریں گے جیسا امی چاہیں گی اور تم جانتی ہو کہ امی ہمیشہ سے کیا چاہتیں ہیں، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ سب ہو جائے گا اور وہ بھی اتنی جلدی ورنہ میں امی سے پہلے ہی بات کر لیتی کہ تمہارے پیرنٹس سے بات کریں۔'' نگین کے لہجے میں اس لمحے تاسف سا تھا کیونکہ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ زارون کے بدلنے میں کس کا ہاتھ ہے اور زارون خود کو کس کے لئے بدل رہا

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ہے۔

''اچھی بات ہے کہ وہ اب بدل گئے ہیں، انسان کو وقت کے ساتھ بدل جانا چاہیے ورنہ اس پہ جمود طاری ہو جاتا ہے اور پلیز تمہیں کسی سے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اب ایسا نہیں چاہتی ہوں، امید ہے کہ تم بھی میرا مان رکھو گی۔'' میرب نے بہت مان مگر دوٹوک انداز میں اس سے کہا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ وہ اس خیال کو اپنے دل سے نکال چکی تھی، اس میں وہ پوری طرح کامیاب ہوئی یا نہیں یہ اس کا دل جانتا تھا مگر جس دن سے اس کی بات سعد سے طے ہوئی تھی اس نے پوری ایمان داری سے خود کو اس رشتے کے لئے تیار کرنے کی کوشش کی تھی۔

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی، میری تو بس یہی دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو اور ایک مطمئن زندگی گزارو۔'' نگین نے سارے ملال ایک طرف رکھ کر اس لمحے اسے دوست بن کر پورے دل سے دعا دی تھی۔

''تھینک یو، چلو آؤ اب کچھ کھاتے ہیں، پھر باقی کی شاپنگ کریں گے۔'' وہ خوشدلی سے کہتی ہوئی کھڑی ہوئی تو نگین بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی، اسے دونوں ہی یکساں پیارے تھے، ایک طرف جان سے پیارا بھائی تھا تو دوسری طرف بہنوں سی عزیز دوست، اسے دونوں کا ہی مان رکھنا تھا اور ان کی خوشی میں خوش ہونا تھا، سو اس نے پورے دل سے اس وقت میرب کا ساتھ دیا تھا، شاپنگ کرنے میں وہ ایسی مگن ہوئیں کہ انہیں وقت کا احساس ہی نہیں ہوا تھا، ہوش تب آیا جب اماں کی کال آئی میرب کو، تب وہ سارا کام سمیٹ کر بھاگم بھاگ گاڑی میں آ بیٹھیں، رہ جانے والی چیزوں کو کل پہ اٹھا رکھا، وہ دونوں میرب کی گاڑی میں ہی آئیں تھیں، کیونکہ راحم نگین کو میرب کے پاس ڈراپ کر کے امی کے ساتھ جیولر کے پاس چلا گیا تھا، اس لئے وہ دونوں میرب کے ڈرائیور کے ساتھ آئیں تھیں اور اب میرب نگین کو ڈراپ کرنے جا رہی تھی، گاڑی نگین کے گھر کے سامنے رکی تو نگین اسے اندر آنے کو اصرار کرنے لگی۔

''نہیں یار آج نہیں پھر کبھی سہی، اب بہت دیر ہو گئی ہے، آنٹی کو سلام کہنا، میں آؤں گی ان سے ملنے۔'' میرب نے سلیقے سے معذرت کی تھی، نگین اثبات میں سر ہلا کر اپنا سامان سمیٹ کر گاڑی سے اتر گئی تھی۔

''نگین کا فون گاڑی میں ہی رہ گیا ہے۔'' تبھی میرب کی نگاہ سیٹ پہ پڑے نگین کے سیل فون پہ پڑی تھی، جسے اس نے اپنی امی سے بات کرتے کرتے بے دھیانی میں ادھر ہی رکھ دیا تھا، اچھا ہوا میرب کی نگاہ پڑ گئی تھی، وہ فون نگین کو دینے کے لئے گاڑی سے اتر آئی تھی۔

''او تھینکس یار۔'' نگین نے فون لے کر بیگ میں ڈال لیا تھا۔

تبھی ان کی گاڑی کے پیچھے ایک گاڑی آ کر رکی تھی، ان دونوں کی بے ساختہ ہی نگاہ پیچھے آ کر رکنے والی گاڑی پہ پڑی تھی، اس سے پہلے کہ میرب نظرانداز کر کے گاڑی میں بیٹھتی، ان دونوں کو وہاں کھڑے دیکھ کر زارون گاڑی روک کر گاڑی سے اتر آیا تھا، وہ شاید آفس سے آ رہا تھا، قدرے تھکا تھکا سا، گلے میں ٹائی کی ناٹ ڈھیلی ہو کر لٹک رہی تھی اور کوٹ بازو پہ لٹکا رکھا تھا، وہ چند ہی قدموں میں ان کے پاس آن پہنچا تھا۔

''السلام علیکم بھائی!'' نگین نے اسے دیکھ کر فوراً ہی سلام کیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com

''وعلیکم السلام، کہاں سے آ رہی ہو؟''
زارون نے جواب دے کر پوچھا تھا، میرب اس لمحے چاہ کر بھی اسے نظر انداز کر کے جا کر واپس گاڑی میں نہیں بیٹھ پائی تھی اور کچھ نہ سہی پھر بھی وہ اس کی دوست کا بھائی تھا اور اس کا استاد بھی رہ چکا تھا، اس ناطے احترام واجب تھا اس کا۔

''آپ کیسی ہیں میرب۔'' میرب کے سلام کا جواب دے کر زارون نے اس کی طرف دیکھا تھا، زارون اس لمحے اپنی کیفیت کو سمجھ نہیں پایا تھا، کئی دنوں سے پورے وجود پہ جو ایک بے چینی سی چھائی ہوئی تھی، وہ اس لمحے یکدم ہی ختم ہوگئی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں سر، آپ کیسے ہیں؟''
میرب نے اس لمحے سفید براق شرٹ اور اسکائی بلیو پینٹ کوٹ میں ملبوس تھکے تھکے سے زارون کو غور سے دیکھا تھا، بے شک وہ اس لمحے بہت تھکا تھکا سا تھا مگر کچھ تھا ایسا اس میں جو بہت بدلا بدلا سا تھا، وہ اس وقت سیاہ لباس میں نہیں تھا اور اس کی کتھئی آنکھوں میں ہمہ وقت چھلکتا وہ اضطراب اس لمحے مکمل غائب تھا، اس کی آنکھیں شفاف تھیں کسی بھی سرخی کے بغیر، اس کے چہرے پہ اطمینان صاف چھلک رہا تھا۔

''میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں، آپ سنائیے کہاں غائب ہیں۔'' زارون نے ایک نگاہ اس کے لباس اور پھر خود پہ نظر کی تھی، میرب نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ ہولے سے ہنس دیا تھا، نگین نے اس وقت کو ایسی نگاہوں سے دیکھا کہ جیسے جتلا رہی ہو کہ دیکھا میں نے کہا تھا کہاں وہ بدل گئے ہیں، خوش رہنے لگے ہیں۔

''جی بس کچھ مصروفیات رہی تو اس لئے بس۔'' میرب نے نگین سے نگاہ چرا کر خود کو سنبھالا تھا، وہ اس لمحے چاہ کر بھی خود کو کمپوز نہیں کر پا رہی تھی، وہ جس کی ذرا سی توجہ کی منتظر رہتی تھی وہ اس لمحے مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھا اور اس کی کتھئی نگاہوں سے نگاہ چرانا اس پل میرب کو بے حد مشکل لگا تھا، آج سے پہلے کبھی بھی میرب کو اس کا سامنے کرنے میں اتنی دقت نہیں ہوئی تھی، تو کیا وہ واقعی بدل گیا تھا، اس کی آنکھوں میں یہ چمک پہلے تو کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

''اچھا ایسی بھی کیا مصروفیت رہی، پڑھائی تو آپ کی مکمل ہوگئی اور رزلٹ بھی سنا ہے کہ ٹھیک ٹھاک ہی آیا ہے آپ کا، جاب آپ کوئی کر نہیں رہیں ہیں، پھر ایسی کون سی مصروفیت ڈھونڈ لی آپ نے یا یہ پیچھا چھڑانے کا محض کوئی بہانہ ہے۔'' وہ اس وقت بڑی فرصت سے سینے پہ بازو باندھے اس کے سامنے کھڑا تھا، کہاں وہ آدم بیزار سا زارون، جو مارے باندھے بھی اس کی بات سنا کرتا تھا اور کہاں یہ کہ وہ ایسے سامنے کھڑا تھا کہ جیسے اس سے زیادہ اہم اور کوئی کام ہی نہ ہو، میرب نے کنفیوز سا ہو کر اسے دیکھا تھا، اب وہ اسے کیا جواب دیتی، بہت مشکل سے اس نے اپنے دل کو سمجھایا تھا، اسے کہاں توقع تھی کوئی امید تھی کہ کبھی یہ لمحہ بھی آئے گا کہ یوں وہ کبھی اتنی فرصت سے دوبدو ہوگا اور جواب طلب کرلے گا اور اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑے گا، مگر آج تو زارون حیدر کی جون ہی نرالی تھی، میرب کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ اسے کیا کہے، جواب منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں چلتی ہوں نگین اماں کا میسج ہے وہ انتظار کر رہی ہیں، اللہ حافظ۔'' اس لمحے میرب کے سیل پہ اماں کا میسج آیا تو وہ جان خلاصی ہونے پہ اس نے شکر ادا کیا تھا، وہ بنا زارون کی طرف دیکھے گاڑی میں آ بیٹھیں تھیں دل ابھی بھی معمول

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

سے تیز دھڑک رہا تھا، دراصل وہ ایسی کسی بھی سچویشن کی توقع نہیں کر رہی تھی، اتنے دنوں بعد زارون کو سامنے دیکھ کر اور وہ بھی اس انداز میں، اس کی گھبراہٹ لازمی تھی، جبکہ دوسری جانب زارون کے اس انداز پہ حیران سا تھا۔

''یہ ان محترمہ کو کیا ہوا ہے، کہاں تو پنجے جھاڑ کر ہر وقت پیچھے پڑی رہا کرتیں تھیں اور کہاں یہ عالم ہے کہ جواب نہیں بن پڑ رہا ہے۔'' گھر کے اندر جاتے ہوئے زارون نے ساتھ چلتی نگین سے پوچھا تھا۔

''وقت کے ساتھ ساتھ طبیعت میں ٹھہراؤ آ ہی جاتا ہے بھائی اور خاص کر لڑکیاں جب اپنی نئی زندگی میں قدم رکھنے جا رہی ہوں تو پرانی عادتیں، پرانی کتابوں کی طرح ماں باپ کی دہلیز پہ ہی چھوڑ جاتیں ہیں۔''

''نئی زندگی؟'' اس پورے جملے میں زارون نے شاید اس ایک لفظ کو ہی سنا تھا، اس کے چلتے قدم رکے تھے، اس کے چہرے کے تاثرات اس وقت نگین سے چھپے نہیں رہے تھے۔

''اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے بھائی، اگلے ہفتے اس کی منگنی ہے اس کے تایا زاد سعد کے ساتھ۔''

نگین اندر جا چکی تھی، مگر زارون کے چلتے قدم وہیں تھم سے گئے تھے، ابھی تو اس نے پھر سے جینا شروع کیا تھا، ایک آس ایک امید سی اس دل کو بندھنے لگی تھی، رنگوں سے لفظوں سے کھیلنا شروع کیا تھا، زندگی پھر سے اسے اچھی لگنے لگی تھی، اسے تو اب زندگی کو پھر سے اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت جینا تھا اور یہ سب کس کے لئے تھا اور کسی کی وجہ سے تھا، یہ دیر سے سہی مگر زارون نے جان لیا تھا، مان لیا تھا، اس کے دل کی سرزمین پہ قدم رکھ چکی تھی اور نہ صرف قدم رکھ چکی تھی بلکہ پوری طرح پورے قد سے جم کر کھڑی بھی تھی، آج جس طرح سے اتنے عرصے بعد اسے سامنے دیکھ کر زارون کے دل نے سکون محسوس کیا تھا، کئی دنوں سے وجود پہ طاری بے چینی و بے کلی پل بھر میں ختم ہوئی تھی، زارون نے اسی لمحے آسودگی سے مسکرا کر اس سنہری شام سی لڑکی کو دیکھ کر خود سے اعتراف کیا تھا۔

''تو کیا اس نے دیر کر دی تھی۔''

زارون کو واپس اسی بے چینی نے گھیر لیا تھا، اس کا مطلب کہ میرب اسی لئے اس سے کترا رہی تھی، اس سے نگاہ نہیں ملا رہی تھی، آج اس کی آنکھوں سے وہ ہمیشہ والی مخصوص چمک غائب تھی، جو زارون کو اپنے خاص ہونے کا پتہ دیتی تھی، کیا واقعی اس نے دیر کر دی تھی، کیا محبت پھر سے اس سے روٹھنے لگی تھی، اس کی کتھئی آنکھوں میں پھر سے شام اتر آئی تھی۔

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں
ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب
خمار گندم
دنیا گول ہے
آوارہ گرد کی ڈائری
ابن بطوطہ کے تعاقب میں
لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 371...

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

زارون کو آفس کے ایک انتہائی ضروری کام سے دوبئی جانا پڑا تھا، اس کا جانے کا بالکل بھی دل نہیں تھا، مگر مجبوری تھی کہ کام بہت ضروری تھا اور گھر میں راحم کی شادی کی تیاریاں عروج پہ تھیں، ایسے میں وہ راحم کو آفس کے کاموں میں نہیں الجھا سکتا تھا، جبکہ اس کی شادی میں محض پندرہ دن رہ گئے تھے اور یہاں امی اور نگین کو بھی اس کی ضرورت تھی، کیونکہ اس کی شادی تھی تولازمی ہے کہ ہر کام بھی اس کے مشورے سے ہی ہوتا تھا، اس لئے وہ خود ہی چلا آیا تھا، کام زیادہ نہیں تھا صرف دو تین دن لگنے تھے اور یہی وہ دو دن تھے جن سے در حقیقت زارون فرار حاصل کرنا چاہ رہا تھا، یہ یہاں آ کر اس نے مانا تھا، کام اتنا بھی اہم نہیں تھا کہ اس کو پندرہ دن ٹالا نہ جا سکتا ہو لیکن زارون نے اسے انہی دنوں میں نمٹا دینا ضروری خیال کیا تھا، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ وہاں ہو ان دنوں میں جب میرب کی منگنی تھی اور وہ لوگ پوری فیملی سمیت انوائیٹڈ تھے، اس کے پیرنٹس خود آ کر دعوت نامہ دے گئے تھے اور وہ اگر وہاں ہوتا تولازمی ہے کہ سب اصرار کرتے کہ وہ بھی ساتھ چلے اور وہ خود میں اتنی ہمت نہیں پاتا تھا کہ وہ وہاں جائے اور اس کو کسی اور کے نام ہوتا دیکھے، اسے خود کو کمپوز کرنا ہمیشہ ہی بہت آسان لگتا تھا، مگر اس بار وہ اپنے اندر عجیب سی بے کلی و بے چینی سی محسوس کر رہا تھا، جسے پہلے تو وہ سمجھ نہیں پایا تھا، لیکن اب اسے اچھی طرح سمجھ آ رہا تھا کہ وہ کیا فیل کر رہا ہے، یہ بے چینی اس لئے تھی کہ وہ اسے دیکھ نہیں پا رہا تھا، اس کے واٹس ایپ پہ آنے والے پیغامات آنا بند ہو گئے تھے، وہ اس کی زندگی سے ایک دم ہی غائب ہو گئی تھی، تو اس کا بے چین ہوتا تو بنتا تھا نا، روز صبح اٹھ کر اس نے واٹس ایپ چیک کرنا اپنا معمول بنا لیا تھا، مگر ہر روز اور بہت سے میسج ہوتے تھے مگر اس ایک نمبر سے کوئی میسج نہیں ہوتا تھا، جواب اس نے سیو بھی کر لیا تھا، ایک انسان آپ کو زندگی سے محبت کرنا سکھا دے، آپ کو پچھتاوؤں سے نکلنے میں مدد کرے، اپنے دل میں آپ کے لئے پسندیدگی کے جذبات رکھتے ہوئے اور یہ بھی جانتا ہو کہ آپ کی فیملی بھی اسے اس نگاہ سے پسند کرتی ہے، پھر بھی اپنی حدود کا خیال رکھے اور بنا کچھ ظاہر کیے اس بات کا خاموشی سے منتظر ہو کہ کیا وہ آپ کی زندگی میں جگہ بنا پاتا ہے کہ نہیں اور اپنی جگہ نہ پا کر چپ چاپ واپس اپنی دنیا میں لوٹ جائے تو ایسا انسان آپ کی زندگی میں خود بخود ہی جگہ بنا لیتا ہے، آپ کے دل میں، آپ کی زندگی میں، کہیں بہت قریب، اس کا ہونا معنی رکھنے لگتا ہے اور نہ ہونا دل کو چیرنے لگتا ہے، زارون بھی آج کل انہی کیفیات سے گزر رہا تھا، اس لئے وہاں سے بھاگ آیا تھا، جانتا تھا کہ وہ ان گزرے تین چار دنوں میں خود کو سنبھال لے گا اور یہ تو طے تھا کہ وہ اس بار اپنی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں دے گا، میرب ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی میں اس کے دل میں ایک اچھی یاد بن کر رہے گی، اس نے موبائل اسکرین کو زوم کیا تھا، یہ وہی سیلفی تھی جو نگین نے جھیل کے کنارے کھینچی تھی اور بعد میں اسے واٹس ایپ کر دی تھی، میرب نے گلے میں سرخ اسٹول بل دے کر سیٹ رکھا تھا، اس کی ناک بھی سردی کی شدت سے اس شال کی ہم رنگ ہو رہی تھی، زارون کے لبوں کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

''پاگل.....''

آج اسے خود سے اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ اس کے لبوں پہ کھلتی یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

مسکراہٹ اس پاگل لڑکی کی ہی عطا کی ہوئی ہے،
ورنہ وہ تو کب کا مسکرانا بھول چکا تھا۔

محبت......قیس کا دامن
محبت......اشک لیلیٰ کے
محبت......ہیر کی آہیں
محبت......جوگ رانجھے کا
محبت......بحر وحشت کا
محبت......گرمی صحرا
محبت......موج دریا ہے
محبت......ہی طلاطم ہے
محبت......خون رلاتی ہے
محبت......"میں" مٹاتی ہے
کسی کو......نو جوانی میں
یہی......جنوں بناتی ہے
محبت......شاعری سی ہے
جگر کے......ہار جاتی ہے
محبت......ہجر یوسف میں
بینائی......چھین لیتی ہے

☆☆☆

میرب نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی اسے اس مقام پہ لے آئے گی کہ اس کا دل یوں بے سروسامان رہ جائے گا اور روح خالی ہو جائے گی اور اسے ان دونوں کے برخلاف جا کر اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرنا پڑے گا، میرب کی نگاہ اس لمحے ہاتھ میں انگوٹھی پہ جمی تھی، جو اس کی منگنی کے لئے خریدی گئی تھی، لیکن ان کے دل میں اسے دیکھ کر ہاتھ میں تھام کر کوئی ہلچل نہیں مچی تھی، دو دن بعد اس کی منگنی تھی، سب لوگ خوشی خوشی تیاریوں میں مصروف تھے، تائی کا رویہ ہنوز سرد سا تھا، ماتھے پہ تیوریاں اور منہ سے نشتر، طیبہ بھی ابھی تک کچھ خاص مطمئن نہیں تھیں، انہیں جٹھانی کا رویہ ہرٹ کر رہا تھا، مطلب وہ ابھی تک اپنے

www.pakistanipoint.com

دل کو صاف نہیں کر سکیں تھیں۔ تو آ ... ندگی میں
ان کی لاڈلی کے ساتھ کیا ... یہ کر تیر ... یہی سوچ
ان کو ہمہ وقت گھیرے ہوئے ... تھی، مگر ... ں پہ بیٹی
کے لئے دعائیں تھیں، بابا ... نہ خوش ... ہے، میرب
دنیا داری کو مسکرا رہی تھی ... وہ خوش ... س تھی، وہ
اپنے اندر اطمینان محسوس نہیں ... رہی تھی ... اس نے
ہمیشہ ایک صاف ستھری او ... ندر بے ... بالی سے
بے فکری زندگی گزاری تھی ... فیملی ا ... پڑھائی،
دوستی کے نام پہ سب سے زیادہ قریب ... دستی نگین
سے رہی تھی، اس نے کبھی نہیں سوچا تھ ... کہ وہ کسی
سے محبت کرے گی، یا کر بھی ... لتی ہے ... ہر جانے
زاروں کی شخصیت میں ایسی ... یا کشش ... ی کہ وہ
اول روز سے ہی اس کی جانب ... کھنچی ... گئی تھی،
تب وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ... ن کا بھ ... ہے اور
اس کا کوئی ماضی بھی ہے۔ لیکن جب پہ ... پلا تو اپنی
احساس طبیعت کی بنا پہ وہ ... یز بالا ... ں رکھ کر
صرف یہ سوچنے لگی کہ وہ زند ... جیسا ... پھر سے
زندگی کی طرف لوٹ آئے ... سے مس ... نے لگے
اور ایک نارمل زندگی گزار ... ے۔ کیونکہ ... س کے
ساتھ جو ہوا تھا اس میں اس ... کوئی قص ... ہیں تھا،
وہ صرف ایک حادثہ تھا، جو کسی ... کے بھی ... تھ کہیں
بھی کبھی بھی ہو سکتا ہے اور و ... ہی ہو ... ہا تھا اور
جب وہ یہ بات اسے سمجھا ... میں ... باب ہو
پائی تب بہت دیر ہو چکی تھی ... رزار ... کے سرد
رویے نے اس نازک سی ... ن کو تو ... ڈالا تھا،
زاروں نے کبھی اسے قابل ... ر نہیں ... سا تھا، وہ
ہمیشہ اسے ایک لا ابالی، لا ... ہ سی لڑ ... سمجھتا رہا
تھا، وہ اس کے میسجز کو بھی ا ... قابل نہ ... سمجھتا تھا
کہ ان کا جواب دے، وہ ا ... کیلئے ... ، اس کی
بہن کی دوست تھی اور ایک ... سٹوڈ ... اور اس
سے زیادہ کچھ بھی نہیں، میرب ... کے دا ... ہ ہمیشہ
سے ہی ایک امید سی تھی مگر و ... ی جب

سالگرہ والے دن زاروں نے میرب کی بات کو اس کے کہے کو اسے قابل اعتبار ہی نہیں سمجھا اور اسے مورد الزام ٹھہراتے ہوئے اسے سب کے سامنے ڈانٹ دیا، اس دن وہ بہت ڈس ہارٹ ہوئی، اس کی خودداری کو سخت ٹھیس لگی، اس نے تبھی سوچ لیا تھا کہ اب وہ کبھی بھی کسی طور اس کے سامنے نہیں جھکے گی، محبت کا یا کسی کو پسند کرنے کا مطلب قطعی یہ نہیں ہے کہ آپ اپنی انا اور خودداری اور عزت نفس اس کے پاس گروی رکھ دیں، لیکن پھر اس دن جب وہ اپنے گھر کے باہر ملا تو وہ ایک یکسر بدلا ہوا زاروں تھا، جس کی آنکھوں میں میرب کو دیکھ کر ہمیشہ والی بیزاری کے بجائے ایک چمک سے اتر آئی تھی، جیسے وہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر خوش ہوا تھا، مگر تب میرب فیصلہ کر چکی تھی اور وہ اپنے فیصلے پہ قائم رہنا چاہتی تھی، اس لئے اسے مکمل نظر انداز کیے وہ وہاں سے چلی آئی تھی، وہ اس سے ہر رابطہ توڑے ہوئے تھی، نگین سے رابطہ کم کر دیا تھا، اس کے گھر جانا چھوڑ دیا تھا، اس کا نمبر موبائل میں سیو ہونے کے باوجود اس نے اسے میسج کرنا چھوڑ دیا تھا، کتنی کتنی دیر وہ اس کے نمبر پہ نگاہ جمائے بیٹھی رہتی تھی، کبھی وہ آن لائن نظر آتا تھا، پھر بھی وہ اسے نظر انداز کر دیتی تھی، وہ چاہتا تو خود بھی میسج کر سکتا تھا، چلو کچھ اور نہ سہی خیریت ہی پوچھ لیا، مگر نہیں وہ بھلا اسے اس قابل کہاں سمجھتا تھا، میرب کے سیل فون کی اسکرین پہ وہی تصویر کھلی تھی، جو نگین کے اس جھیل کے کنارے کھینچی تھی اور بعد میں اسے واٹس ایپ کر دی تھی، جس میں وہ دونوں سیاہ لباس میں ملبوس برابر کھڑے تھے اور نگین ان سے دو قدم آگے، جھیل کے پانی کا عکس زاروں کی کتھئی آنکھوں میں پڑ کر انہیں اور بھی دل نشین بنا رہا تھا، تصویر وہی تھی میں دونوں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کی نگاہ اسے الگ الگ زاویے سے دیکھ رہی تھی، دوبئی کے ہوٹل کے کمرے میں اکیلا بیٹھا زارون سرخ ناک والی میرب کو دیکھ رہا تھا تو دوسری طرف میرب کی شکایتی نگاہیں زارون پہ ٹکیں تھیں، وہ دونوں ہی اس لمحے خود فریبی کا شکار تھے، زارون اگر بیل کرنا چاہتا بھی تو چاہ کر بھی نہیں کر سکتا تھا، کہ اب وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا اور وہ کسی اور کے نام ہو چکی تھی، جبکہ دوسری طرف میرب ڈھیروں شکوے دل میں لئے اس سے جیسے ہر امید توڑے بیٹھی تھی۔

تم سے رنجش بھی ہے اختلاف بھی ہے
اور کچھ عین، شین قاف بھی ہے

☆☆☆

زارون جب دوبئی سے واپس آیا تو وہ خود کو مکمل طور پہ سنبھالے ہوئے تھا، گھر میں شادی کی مکمل گہما گہمی شروع ہو چکی تھی اور سب لوگ بہت خوش تھے، زارون نے ہر انتظام بہت شاندار طریقے سے کرنے کی کوشش کی تھی، وہ کسی طور بھی کسی بھی موقع پہ راحم اور نگین کو بابا کی کمی محسوس نہیں ہونے دینا چاہتا تھا، صالحہ بھی ایک لمبے عرصے بعد بچوں کو اس طرح خوش دیکھ کر خوش اور مطمئن تھیں اور اب تو زارون کی طرف سے بھی دل قدرے مطمئن سا تھا، بس اب راحم کی شادی کے بعد وہ زارون کے لئے بھی اچھی سی لڑکی دیکھیں گی، یہ انہوں نے دل ہی دل میں ارادہ کر لیا تھا۔

آج مہندی کی تقریب تھی، چونکہ فنکشن کمبائن تھا، اس لئے زیادہ مہمانوں کے پیش نظر دونوں فیملیز نے اسے ہال میں کرنے کو ترجیح دی تھی، لڑکے والے بس آیا ہی چاہتے تھے، لڑکی والے آ چکے تھے اور اب بارات کا انتظار تھا، تقریب اپنے عروج پہ تھی، ڈھول کی آوازوں میں لڑکے والے آ گئے تھے، جہاں گرین کرتے پہ سرخ چنری والا بنارسی پٹکا گلے میں ڈالے راحم بہت پیارا لگ رہا تھا، وہیں فان کلر کے کرتے پہ ڈل گولڈن اور میرون بنارسی واسکٹ پہنے دولہا کا بڑا بھائی بھی بے حد شاندار لگ رہا تھا، اس لمحے کتنی ہی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں تھیں، پنک لہنگے میں نگین بھی بہت پیاری لگ رہی تھی، وہ تینوں بہن بھائی ایک ساتھ ہی اندر داخل ہوئے تھے، جہاں سامنے پھولوں سے سجے اسٹیج پہ دیدہ زیب لباس اور خوبصورت جیولری پہنے راحم کی دلہن بیٹھی تھی، راحم کو بھی اس کے برابر میں لا کر بٹھا دیا گیا تھا، جب ذرا سی فراغت ہوئی تو نگین نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی تھی۔

"پتہ نہیں یہ میرب کہاں رہ گئی ہے، کہا بھی تھا اسے کہ جلدی آنا یا ہمارے ساتھ ہی چلو، مگر نہیں مجال ہے جو یہ کبھی کسی کی سن لے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنا لہنگا سنبھالتی اسٹیج سے نیچے اتر آئی تھی، پاؤچ کھول کر اپنا سیل نکال کر ابھی وہ میرب کو کال کرنا ہی چاہ رہی تھی کہ سامنے سے وہ اپنی امی کے ساتھ آتی دکھائی دی تھی، نگین نے سیل واپس رکھا اور اس کے استقبال کو آگے بڑھی تھی۔

"تھینکس یار آنے کے لئے۔" نگین نے میرب سے گلے لگتے ہوئے کہا تھا۔

"میرے بھائی کی شادی ہے کیسے نہیں آتی میں۔" میرب نے مسکرا کر کہتے ہوئے سامنے اسٹیج پہ موجود دولہا دلہن کو دیکھا تھا، جو ایک ساتھ بیٹھے ہوئے بہت اچھے لگ رہے تھے۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو میرب۔" نگین نے کاہی رنگ کے گرین اسٹائلش ڈریس میں ملبوس میرب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مگر تم بھی کم نہیں لگ رہی ہو۔" اس نے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

بھی جواباً نگین کو کہا تھا۔

وہ ہنستی ہوئی اسے ساتھ لیے اسٹیج کی طرف چلی آئی تھی، طیبہ پہلے ہی نگین کی امی کے پاس جا بیٹھی تھیں، میرب کا آج یہاں آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، مگر پھر نگین کے محبت بھرے اصرار اور اماں کے سمجھانے پہ چلی آئی تھی اور اچھا ہی ہوا کہ وہ یہاں آ گئی تھی، یہاں آکر وہ خود کو بہت بہتر اور فریش سا محسوس کر رہی تھی، کتنی ہی دیر تک وہ نگین کے ساتھ ہی اسٹیج پہ رہی تھی، راحیل اور مہوش کو مبارک باد دے کر اور ان کے ساتھ تصویریں لے کر وہ اماں کی بوریت کا سوچ کر اسٹیج سے اتر آئی تھی کہ اماں اکیلی بیٹھی بور ہو رہی ہوں گی کیونکہ صالحہ آنٹی بھی مہمانوں میں مصروف تھیں، پوری تقریب بہت اچھی رہی تھی، وہی روایتی سا مہندی کا فنکشن، میوزک مستی ہلا گلا، رسمیں، تصویریں، نگین نے ہر جگہ اسے اپنے ساتھ رکھا تھا، کیونکہ اس کی کوئی بہن نہیں تھی اور آئمہ ہر جگہ اس کا ساتھ نہیں دے سکتی تھیں، اس لیے میرب کو اس نے ہر جگہ اپنے ساتھ ساتھ رکھا تھا، میرب کو بھی کسی بھی جگہ اجنبیت یا بوریت کا احساس نہیں ہوا تھا، رات کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے جب اس نے اماں کے احساس دلانے پر نگین سے واپسی کی اجازت چاہی تھی۔ نگین اسے ابھی مزید روکنا چاہ رہی تھی، مگر پھر اماں کے کہنے پہ بخوشی اجازت دے دی تھی اس وعدے پہ کہ کل وہ بارات کے ساتھ ہی آئے گی، اسٹیج پہ اب رش بڑھ رہا تھا، سب لوگ گھر جانے سے پہلے دولہا دلہن کے ساتھ ملنا اور تصویریں لینا چاہ رہے تھے، ہائی ہیل کی وجہ سے وہ بہت سنبھل سنبھل کر چل رہی تھی، مگر اسٹیج پہ بنی سیڑھیوں کے چار اسٹیپ اترتے ہوئے جانے کیسے اس کا پیر رپٹا تھا، کہ چاہ کر بھی وہ خود کو سنبھال نہیں پائی تھی، لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنا توازن کھوتی، کسی نے اسے بازو سے تھام کر روک لیا تھا۔

''سنبھل کر ابھی آپ گر جاتیں۔'' زارون نے نرمی سے اسے تھامتے ہوئے کہا تھا، میرب کی دھڑکنیں بے ترتیب سی ہوئیں تھیں۔

''سو...... سوری پتہ نہیں کیسے میں......''

میرب نے خود کو سنبھال کر کہا تھا۔

مگر اس لمحے کاہی رنگ کے خوبصورت لباس میں سجی سنوری میرب کا یہ روپ زارون حیدر کے دل میں اتر گیا تھا، وہ کتنی ہی دیر اس کے اس روپ کو دل میں بھرتا رہا تھا، یہ سوچے بنا کہ اب وہ کسی اور کی امانت ہے۔

''شکریہ...... میں اب ٹھیک ہوں۔''

میرب نے شکریہ ادا کر کے اس کی توجہ اپنے بازو کی طرف دلائی تھی، جسے وہ بے خیالی میں ابھی بھی تھامے ہوئے تھا۔

''او سوری...... کیسی ہیں آپ میرب۔''

زارون نے لمحے کے ہزاروں حصے میں خود کو سنبھال لیا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ جو اب تک چھپا ہوا ہے وہ اب اس مقام پہ آکر عیاں ہو، جب وہ ایک نئی زندگی شروع کرنے جا رہی ہے، مگر اس لمحے اس پل کی محویت میرب سے چھپی نہیں رہی تھی۔

''جی ٹھیک ہوں میں، ایکسیوزمی مجھے جانا ہے، اماں میرا ویٹ کر رہی ہیں۔'' میرب اسے سرسری سا جواب دے کر سائیڈ سے ہو کر نکلتی چلی گئی تھی، ایسے جیسے اس سے کوئی شناسائی ہی نہ ہو، جیسے اسے پتہ ہی نہ ہو کہ سامنے کھڑا ہے، زارون کو بے چینی نے گھیر لیا تھا، ہوتا ہے نا کہ ایسا اکثر کہ جب ہم کسی کو مسلسل نظر انداز کرتے رہتے ہیں، تو ہمیں اس کی تکلیف کا احساس تک نہیں ہوتا ہے، مگر جب وہ ہمیں اگنور کرنا شروع کرتا

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ہے، تب احساس ہوتا ہے کہ وہ کتنی تکلیف محسوس کرتا ہوگا، بالکل اتنی ہی جتنی ہمیں اس وقت محسوس ہو رہی ہوتی ہے، وہ جا چکی تھی اور وہ وہیں کھڑا اسے ہی سوچے جا رہا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہیں بھائی۔'' اسی لمحے نگین نے اس کے پاس آ کر اس کے بازو میں اپنا بازو ڈال کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

''کچھ خاص نہیں، نگی یہ میرب اتنی روڈ تو کبھی بھی نہیں رہی نا، کیا منگنی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ انسان بات کرنے کی تمیز ہی بھول جائے۔''

جانے کیوں میرب کا اس طرح اگنور کرنا اسے غصہ دلا گیا تھا، اس لئے وہ غصے اور بے خودی میں نگین کے سامنے خود کو عیاں کر گیا تھا۔

''اس کی تو کوئی منگنی نہیں ہوئی..... وہ سلسلہ ختم ہو گیا۔'' اس وقت نگین نے جیسے اس کی سماعتوں پہ بم پھوڑا تھا، زارون نے بے ساختہ ہی پلٹ کر نگین کو دیکھا تھا۔

''اب وہ آپ کو اگنور کیوں کر رہی تھی، یہ تو مجھے پتہ نہیں ہے، لیکن اگر آپ کہیں تو میں امی سے بات کروں۔'' وہ اس کی کتھئی آنکھوں میں الجھن تیرتی دیکھ کر شرارت سے مسکرائی تھی۔

''نگین پہلے، مجھے پوری بات بتاؤ، ایسا کیا ہوا کہ یوں ایک دم سے، اچانک سب ختم ہو گیا، کیوں نگین۔'' وہ ابھی بھی حیران سا تھا، بلکہ قدرے پریشانی سے اس سے پوچھ رہا تھا، اس نے قطعی کبھی بھی یہ نہیں چاہا تھا کہ نگین کے ساتھ کچھ بھی برا ہو۔

''اچھا ابھی تو آپ، مہندی انجوائے کریں، تفصیل میں آپ کو گھر جا کر بتاؤں گی۔'' وہ شرارت سے کہتی اسے وہیں حیران پریشان کھڑا چھوڑ کر واپس اسٹیج کی سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

''نگین.....'' زارون بے بسی سے اسے پکار کر رہ گیا تھا، اب یہاں اتنے رش میں وہ اسے کیا کہتا، وہ الجھا الجھا سے وہاں سے باہر نکل آیا تھا، اس وقت اسے خوشی کی بجائے ایک فکرمندی نے گھیر لیا تھا، وہ پریشانی، وہ فکرمندی جو کوئی بھی خیال کرنے والا، محبت کرنے والے ایک دوسرے کے لئے محسوس کرتے ہیں، اسے اب گھر جانے کا بے چینی سے انتظار تھا۔

☆☆☆

میرب اور سعد کی منگنی کے لئے اتوار کا دن رکھا گیا تھا، چھوٹی سی گھریلو سی تقریب تھی، اس لئے گھر کے لان میں ہی اس کا انتظام کرنے کا پلان تھا، سب کام ہو چکے تھے۔

دعوت نامے بھی بٹ چکے تھے، زیادہ تر نہیں بس فیملی کے ہی لوگ انوائیٹڈ تھے اور میرب کی واحد قریبی نگین، زیادہ بڑے پیمانے پہ یہ فنکشن کرنے کا ارادہ نہیں تھا، منگنی سے تین دن پہلے جب سعد کی منگنی کی انگوٹھی جیولر سے بن کر آئی تو اس کے سائز میں کچھ مسئلہ تھا، اس لئے وہ واپس کر دی گئی تھی اور جب وہ ٹھیک ہو گئی تو اگلے دن منصور صاحب خود جا کر لے آئے، تب انہوں نے سوچا کہ وہ ابھی اوپر جا کر سعد کو چیک کروا دیتے ہیں، کہ میرب اور طیبہ گھر پہ نہیں تھیں، وہ ٹیلر سے میرب کی منگنی کا جوڑا لینے گئیں تھیں، انس اپنے کمرے میں تھا، وہ باقی سامان وہیں لاؤنج میں رکھ کر انگوٹھی کی ڈبیہ اور جہانگیر بھائی کے لئے لایا ہوا ان کا فیورٹ کیک ہاتھ میں تھامے بڑے خوش اور مطمئن سے اوپر چلے آئے تھے، وہ خوش تھے کہ میرب نے ان کا مان رکھا اور طیبہ کو بھی انہوں نے منا ہی لیا تھا، اب بیٹی کے ساتھ خوشی سے شاپنگ کرتی پھر رہیں تھیں اور اس کی خوشیوں کے لئے دعا گو بھی تھیں، وہ بڑے بھائی

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ساتھ جنہیں انہوں نے ہمیشہ اپنے باپ کی جگہ سمجھا، چاہے بھابھی نے کیسا بھی ناروا سلوک رکھا ہو، مگر انہوں نے دونوں کی دل سے عزت کی تھی، اب وہ اپنے اسی بھائی کے ساتھ دوہرے رشتے میں جڑنے جا رہے تھے، وہ خوش کیوں نہ ہوئے، اوپر آئے تو لاؤنج خالی پڑا تھا، سعد اور فراز کے کمروں کے دروازے بند پڑے تھے، پتہ نہیں وہ گھر پہ تھے یا نہیں، اوپن ایئر کچن بھی خالی پڑا تھا، وہ چند لمحے وہیں کھڑے کچھ سوچتے رہے تھے، پھر بھائی کے کمرے کی طرف چلے آئے تھے، کہ وہ یقیناً اس وقت اندر اپنے کمرے میں ہی ہوں گے، وہ تھوڑا ٹائم اس کے ساتھ گزاریں گے اور انہیں یہ انگوٹھی اور کیک بھی دے دیں گے، مگر اندر سے آتی سعیدہ بھابھی کی بلند آواز نے ان کے بڑھتے قدموں کو وہیں روک دیا تھا۔

''تو اور کیا کرتا میں، کون سی دیوار میں جا کر اپنا سر مارتا، تم موٹی عقل کی عورت تمہیں کبھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے، تم نے اپنے بیٹے کے کرتوت دیکھے تھے، یاد ہے تمہیں میرے دوست ڈی ایس پی افضل نے اسے کہاں سے پکڑا تھا، اس محلے سے جہاں شرفاء نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں، گناہ سمجھتے ہیں کجا کہ وہاں قدم رکھنا اور تمہارے صاحب زادے وہاں رنگ رلیاں مناتے ہوئے پکڑے گئے تھے اور وہ ایک عورت تو اس کے پیچھے گھر تک چلی آئی تھی، کس مشکل سے میں نے پیچھا چھڑایا تھا یہ صرف میں ہی جانتا ہوں، تم نے ہی مشورہ دیا تھا کہ اس کی شادی کر دیں ٹھیک ہو جائے گا۔'' یہ جہانگیر احمد کی آواز تھی، جو ٹھہرے ہوئے مگر سخت لہجے میں بول رہے تھے اور مخاطب یقیناً سعیدہ تھیں۔

''اور آپ نے اس کا یہ حل نکالا کہ سیدھا بھائی کے پاس جا کر میرب کا رشتہ مانگ لیا مجھ سے پوچھے بغیر، مشورہ کیے بنا، جن ماں بیٹی کو میں نے ساری عمر کبھی اہمیت نہیں دی، منہ نہیں لگایا، اب اسے ہی بہو بنا کر لے آؤں، میرا دل نہیں مانتا ہے، میری بھانجی میں کیا برائی تھی، جہانگیر میں بتا رہی ہوں میرے گھر میں اس لڑکی کا بسنا مشکل ہے، پھر مجھ سے بعد میں شکایت مت کیجئے گا۔'' سعیدہ بھابھی کا لہجہ ہمیشہ کی طرح رہانت آمیز اور سرد سا تھا، باہر کھڑے منصور احمد وہیں کھڑے کھڑے گویا پتھر کا بت بن گئے تھے، تو گویا طیبہ صحیح کہتی تھی، سعیدہ بھابھی کبھی ان کی بیٹی کو بسنے نہیں دیں گی، ایک ماں کا دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا، خاص کر اولاد کے معاملے میں۔

''یہاں بات میری یا تمہاری پسند کی ہو بھی نہیں رہی ہے سعیدہ بیگم، بات کو سمجھو، بھلا تم سے کیا چھپا ہوا ہے، تم ماں ہو، جانتی نہیں ہو کیا کہ جب تمہارے کہنے پہ سعد سے شادی کی بات کی تو اس نے سیدھا سیدھا میرب کا نام لیا، تو کیا کرتا میں، میں نے بھی سوچا کہ چلو اچھا ہے گھر کی بیٹی ہے، گھر کی بات گھر میں ہی رہ جائے گی، تب میں نے سعد کے سامنے یہ شرط رکھی کہ وہ پہلے خود کو اس قابل کرے، اپنی تمام برائی عادتیں ختم کرے، کام پہ توجہ دے، تب میں منصور سے میرب کے لئے بات کروں گا اور اس نے میری تمام باتیں مان لیں، ورنہ تو دن بدن برائی کی دلدل میں گرتا جا رہا تھا اب تم ہی بتاؤ میں بیٹے کی بھلائی دیکھوں یا تمہاری پسند، میں تو پس کر رہ گیا ہوں۔'' جہانگیر احمد بے بسی سے بولے تھے، وہ بیٹے کی ضد کے آگے مجبور تو ہو گئے تھے، مگر ابھی بھی سر پہ یہ تلوار لٹک رہی تھی کہ اگر شادی کے بعد سعد دوبارہ سے برائی کی روش پہ چل نکلا تو، با منصور اور طیبہ کو وہ سب باتیں پتہ چل گئیں تو، جو ابھی تک ان سے چھپی ہوئی تھیں، تب وہ چھوٹے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

بھائی اور بھاوج کو کیا منہ دیکھائیں گے، وہ عجیب دوراہے پہ آ کھڑے ہوئے تھے، ایک بھنور میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

"دیکھ لیجئے جہانگیر صاحب، یہ فیصلہ آپ دونوں باپ بیٹے کا ہے، مجھ سے کوئی امید مت رکھیئے گا، میری قطعی کوئی مرضی شامل نہیں ہے اس رشتے میں، نہ پہلے کبھی تھی اور نہ کبھی ہوگی۔"

سعیدہ بھابھی ان لوگوں میں سے تھیں، جو ٹوٹ تو جاتے ہیں مگر جھکنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں، اس سے زیادہ مزید کچھ بھی سننے کی منصور احمد میں نہ طاقت تھی اور نہ سکت، وہ کیک کا ڈبہ وہیں ٹیبل پہ چھوڑ کر انگوٹھی کا کیس ہاتھ میں تھامے، لرزتے دل اور کانپتی ٹانگوں سے سیڑھیاں اتر آئے تھے۔

☆☆☆

"بابا... بابا... آپ ٹھیک تو ہیں نا۔"

انس اپنے کمرے سے کہیں باہر جانے کے لئے نکلا تھا، جب باپ کو اس طرح سے لاؤنج کے صوفے پہ کونے میں نڈھال سا بیٹھے دیکھا تھا۔

"بابا! آپ ٹھیک ہیں، طبیعت ٹھیک ہے آپ کی، کیا ہوا ہے، سب خیریت ہے نا، آپ اس طرح سے کیوں بیٹھے ہیں۔" وہ پریشانی سے گھٹنوں کے بل ان کے پاس زمین پہ بیٹھا تھا، منصور احمد نے خالی خالی نگاہوں سے قدموں میں بیٹھے جوان بیٹے کو دیکھا تھا، جس کے چہرے پہ اس وقت انہیں اس طرح بیٹھا دیکھ کر ازحد پریشانی چھلک رہی تھی۔

"بابا!..." اس نے ان کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر انہیں پھر سے پکارا تھا۔

"میں پانی لاتا ہوں۔" وہ اٹھ کر ان کے لئے پانی لے آیا تھا۔

"یا اللہ یہ میں کیا کرنے چلا تھا، میں اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی لاڈلی بیٹی کو جہنم میں دھکیلنے چلا تھا، طیبہ نے مجھے کتنا سمجھانے کی، احساس دلانے کی کوشش کی تھی، پر مجھ پہ تو بڑے بھائی کا احترام اور ان کی محبت سوار تھی، سعیدہ بھابھی کا رویہ بھی میں نے ہر قدم پہ نظر انداز کیا، جو ہر قدم پہ میری صابر بیوی اور نازوں پلی بیٹی کی انسلٹ کرتی رہی، اپنے آوارہ بیٹے کی خاطر، جو اس قابل ہی نہیں کہ کسی کی بھی بیٹی کے سر کا تاج بن سکے۔ انس کے ہاتھ سے ٹھنڈے پانی کا گلاس لے کر پینے کے بعد وہ اب قدرے بہتر محسوس کر رہے تھے، سوچوں کا اژدھام تھا جو اس وقت ان کے سامنے کھلا پڑا تھا، انس ان کے پاس بیٹھا ابھی بھی خاموش منتظر نگاہوں سے باپ کو دیکھ رہا تھا، کہ وہ چاہیں گے تو کچھ شیئر کریں گے اور چاہیں گے تو نہیں۔

"بابا، اب آپ ٹھیک ہیں۔" چند لمحوں بعد انس نے ان سے پوچھا تھا، منصور احمد نے اثبات میں سر ہلا کر اس کا سر تھپکا تھا، لاابالی سا ان کا یہ بیٹا اس لمحے ان کے لئے ازحد فکر مند تھا، وہ سمجھ سکتے تھے اولاد اور ماں باپ کا رشتہ، فکر مندی، پریشانی، مگر اپنی اولاد کی خاطر کسی اور کی اولاد کو خاص کر بیٹی کو داؤ پہ لگانا یہ سراسر غلط ہے، جرم ہے، دھوکا ہے، اڑی اڑی اکثر ان کے کانوں میں سعدیہ اور فراز کی سرگرمیاں بڑتیں رہتیں تھیں، مگر انہوں نے ہمیشہ ہی ایسی معاملے میں چپ سادھے رکھی، کہ بھابھی بیگم بھی کسی کا بھی اپنے معاملات میں بولنا پسند نہیں کرتیں تھیں، وہ ہمیشہ یہی سوچتے رہے کہ ان کے ماں باپ سلامت ہیں، وہ خود ہی اس معاملے کو دیکھ لیں گے، ہاں وہ اکثر ہی انس اور مہذب کو ان سے ذرا فاصلہ رکھنے کی تاکید کرتے تھے، خاص کر انس کو، مگر شکر تھا کہ انس ایسا نہیں تھا، وہ لاابالی تھا، اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

میں ابھی بچپنا تھا، مگر وہ ہمیشہ سے اپنی پڑھائی کے معاملے میں بہت سنجیدہ رہا تھا اور یہی بات منصور اور طیبہ کو مطمئن رکھتی تھی، تو اب کیوں سعد کی طرف سے ان کی آنکھوں پہ پٹی باندھ گئی تھی، شاید اس لئے کہ جب بھابھی اور بھائی کے عمرے پہ جانے کے بعد وہ یہاں مستقل آنے جانے لگا تھا تو انہیں خاصا بدلا ہوا لگا تھا، مگر پھر بھی وہ کیسے جانتے بوجھتے ہوئے اپنی بیٹی کو کنواں میں دھکیلنے چلے تھے، شاید وہ لمحہ ایسا تھا، جب بھائی صاحب نے ان سے سعد کے لئے بات کی تھی، تب خون کی کشش ہر رشتے پہ حاوی ہو گئی تھی، بڑے بھائی کے احترام اور محبت میں وہ ایسا کرنے چلے تھے، کہ اپنی بیٹی کی آنکھوں کی مانند پڑتی جوت اور بیوی کی آنکھوں کے شکوے بھی انہیں نظر نہیں آئے تھے، مگر اب نہیں، اب اپنے کانوں سے سب سن لینے کے بعد، وہ ایسا نہیں کریں گے، صرف اس امید پہ کہ شاید سعد اب ٹھیک ہو گیا ہے یا شادی کے بعد سدھر جائے گا، قطعی نہیں، رشتے توڑتے وقت سوچنے سے بہتر ہے کہ آپ رشتے جوڑتے وقت سوچ لیں، وہ ایک فیصلہ کر کے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

☆☆☆

طیبہ اور میرب جب شاپنگ کر کے واپس گھر آئیں تو منصور احمد اور انس اسی طرح لاؤنج میں بیٹھے ان دونوں کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

"سب خیریت ہے نا، آپ دونوں اس طرح سے کیوں بیٹھے ہیں۔" طیبہ ہاتھ میں تھاما سامان وہیں ٹیبل پہ رکھ کر بے ساختہ ہی ان کے قریب چلی آئیں تھیں۔

"ہاں سب خیریت ہے، پریشان نہ ہوں۔" منصور احمد اب کہ قدرے نارمل لہجے میں بولے تھے۔

"بابا آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" میرب بھی پریشانی سے ان کے پاس ہی آ بیٹھی تھی، اس نے سوالیہ نگاہوں سے انس کی طرف دیکھا تو اس نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

"طیبہ یہ سب سامان اور جو کچھ بھی بھائی صاحب کی طرف سے آیا ہے، وہ سب اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو۔" وہ خود کو سنبھال کر مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"مگر کہاں، ہوا کیا ہے، منصور کچھ تو بتائیے۔" طیبہ نے قدرے حیرانی اور پریشانی نے ملے جلے تاثرات سے پوچھا تھا، وہ ان کا چہرہ دیکھ کر ہی سمجھ گئیں تھیں کہ کچھ ہوا ہے، مگر اصل بات کیا ہے، یہ تو وہ خود ہی بتا سکتے تھے۔

"تم سامان لے کر آؤ بتاتا ہوں۔" ان کا قطعی انداز دیکھ کر وہ سارا سامان لے آئیں تھیں اور میرب کے ہاتھ میں تھامے بیگز بھی لے لئے تھے، جن میں اس کا منگنی کا جوڑا اور جیولری تھی، یہ وہ سارا سامان تھا جو ان پیسوں سے آیا تھا جو تائی اماں میرب کو دے کر بلکہ منہ پر مار کر گئیں تھیں، کہ وہ خود شاپنگ کر لے، میرب نے خاموشی سے وہ بیگز انہیں تھما دیئے تھے، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اچانک سے بابا کو ہوا کیا ہے، صبح تک تو وہ بہت خوش تھے، اب ان چند گھنٹوں میں ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ اس طرح سے بی ہیو کر رہے تھے۔

"انس یہ سب سامان اٹھاؤ اور میرے ساتھ آؤ، طیبہ آپ بھی آیئے اور میرب بیٹا، آپ اپنے کمرے میں جاؤ، پریشان مت ہو، آپ کے بابا کبھی بھی کچھ بھی غلط نہیں ہونے دیں گے آپ کے ساتھ۔" انہوں نے بیک وقت سب کو مخاطب کیا تھا، اور ساتھ ہی میرب کے سر پہ ہاتھ

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

رکھ کر اسے تسلی دی تھی، کہ اس سے پریشانی اس کی آنکھوں سے چھلکی پڑ رہی تھی، مگر سب خاموش تھے، وہ تینوں اوپر چلے گئے تو وہ پریشان دل کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی، ایسا کیا ہوا تھا ان کی غیر موجودگی میں کہ بابا اس طرح سے ری ایکٹ کر رہے تھے، وہ تو بہت خوشی خوشی سعد کی انگیج منٹ رنگ چینج کروانے گئے تھے، تو اب ایسا کیا ہوا تھا۔

"کہیں تائی اماں نے تو کچھ نہیں کہہ دیا تھا۔" وہ بے چینی اور گھبراہٹ میں ان کے واپس آنے کا انتظار کر رہی تھی، اوپر پہنچ کرانس نے ان کے کہنے پہ وہ سب سامان لاؤنج کی سینٹرل ٹیبل پہ رکھ دیا تھا، جہاں وہ کیک کا ڈبہ ابھی تک پڑا تھا، جو وہ کچھ دیر پہلے وہاں چھوڑ گئے تھے اور جہانگیر احمد وہیں پیچھے صوفے پہ بیٹھے خاموشی سے اس ڈبے کو دیکھے جا رہے تھے، جب وہ کمرے سے نکل کر آئے تو سامنے ٹیبل پہ وہ ڈبا رکھا دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ منصور یہاں آیا تھا اور عین ممکن تھا کہ انہوں نے سب سن لیا ہو، کیونکہ ان دونوں کی آوازیں اتنی بلند ضرور تھیں کہ خاموشی گھر میں با آسانی سنی جا سکتیں تھیں اور اب ان کی آمد اور ٹیبل پہ پڑا سامان اس بات کی گواہی تھا کہ وہ صحیح سمجھ رہے تھے۔

"ارے چاچو، آپ لوگ کب آئے، پلیز بیٹھے نا اس طرح سے کھڑے کیوں ہیں آپ لوگ۔" سعد اسی لمحے اپنے کمرے سے نکلا تھا اور ان سب کو وہاں دیکھ کر وہیں ان کے پاس چلا آیا تھا، اسی پل سعیدہ بھی آواز سن کر اپنے کمرے سے نکل آئیں تھیں۔

"نہیں بس بیٹا ہم یہاں بیٹھنے نہیں آئے ہیں، بس یہ سامان واپس کرنا تھا، میری طرف سے معذرت قبول کیجئے بھائی صاحب۔" منصور

احمد نے ابھی بھی فیصلہ کا دامن ہاتھ سے چھوڑا تھا اور ایک نگاہ خاموش بیٹھے بڑے پہ ڈال کر کہا تھا، جن کے چہرے پہ شرم صاف دیکھی جا سکتی تھی، وہ بیٹے کی وجہ سے کے دل میں اپنا مقام گنوا چکے تھے، اس کا اح انہیں شدت سے ہو رہا تھا۔

"کیا مطلب معذرت قبول کیجئے، یہ کچھ کیا ہے، طیبہ، منصور اور یہ سامان تم واپس کیوں لائے ہو، پیسے کم تھے تو اور لے یہ کیا طریقہ ہے۔" شوہر کو خاموش بیٹھا د سعیدہ تیزی سے بولتی ہوئی سامنے آ ہوئیں تھیں، طیبہ تو خاموش کھڑئیں تھیں کیا خود بھی ابھی تک اصل معاملے سے لاعلم تھیں کا تو اپنا دل یہ سب دیکھ کر بیٹھا جا رہا تھا منصور احمد کا چہرہ ان کی بات سن کر شدت سے سرخ پڑ گیا تھا، سعد حیرانگی سے چچا کو د تھا، وہ تو سمجھا تھا کہ وہ رنگ لے کر آئے گے، جو وہ صبح چینج کروانے لے گئے تھے بہت خوشی خوشی ان کے پاس آیا تھا، مگر یہ معاملہ ہی کچھ اور لگ رہا تھا۔

"مطلب صاف اور واضح ہے بھا منگنی نہیں ہو رہی ہے، اس لئے یہ سامان آیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے چاچو، آپ لوگ کیسے کر سکتے ہو، منگنی سے محض چند دن پہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ منگنی نہیں ہو رہی نہیں ہو رہی ہے۔" سعد نے ان کی بات میں سے کاٹتے ہوئے بے قراری سے پوچھا

"یہ بات تم مجھ سے نہیں اپنے آپ اپنے ماں باپ سے پوچھو سعد، میں شرمندہ بھائی صاحب، میں بولنا نہیں چاہتا تھا بولے بنا کوئی چارہ بھی نہیں ہے، میں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

فیصلہ کبھی نہ کرتا کیونکہ میں دل سے خواہاں تھا اس رشتے کو جوڑنے کا، یاد ہے آپ کو ہمارے ماں باپ بھی ہمیشہ سے یہی خواہش رکھتے تھے کہ ہم دونوں بھائی ہمیشہ جڑے رہیں، میں نے بھی بس وہی سب کچھ سوچ کر اس رشتے کے لئے حامی بھری تھی، میں دل سے چاہتا تھا کہ ہمیشہ آپ کے ساتھ جڑا رہوں، لیکن اگر آپ مجھ سے غلط بیانی نہ کرتے تو، میں نے ہر چیز ہر بات کو نظر انداز کیا، بھابھی کا رویہ، سعدیہ کی ڈھکی چھپی سرگرمیاں جو اڑتے اڑتے مجھ تک پہنچ جایا کرتیں تھیں، مگر مجھے آپ پہ بھروسہ تھا، اپنی بیوی کے ہر اعتراض کو میں نے رد کیا صرف اس لئے کیونکہ مجھے آپ پہ مان تھا بھروسہ تھا، آپ کی محبت پہ اعتبار تھا، لیکن آپ نے جھوٹ کا سہارا لے کر اپنی اولاد کی خاطر میری بیٹی کو داؤ پہ لگانے کا سوچا، اس کا میں کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا مجھے دکھ صرف آپ کی غلط بیانی کا ہے، بیٹیاں اتنی بے مول نہیں ہوتیں ہیں بھائی صاحب کہ انہیں سولی پہ چڑھا دیا جائے اور نہ ہی ہر رشتہ پیسوں کے عوض خریدا جا سکتا ہے بھابھی۔" وہ دکھی لہجے میں بولتے چلے گئے تھے، ان کا مان ٹوٹا تھا، بھروسہ چکنا چور ہوا تھا، وہ دکھی بھی نہ ہوتے، وہ کس مشکل سے خود کو سنبھالے ہوئے تھے، یہ صرف ان کا دل جانتا تھا یا ان کا اللہ۔

"اور اب آپ ایسا بھی کیا ہو گیا کہ تم یوں دکھی لیکچر سنا رہے ہو، کچھ پتہ بھی تو چلے، اگر رشتے سے انکار ہی کرنا تھا تو پہلے ہی کر دیتے نا، پہلے تو میرے جوان کماؤ بیٹے کو دیکھ کر رال ٹپک پڑی اور اب اس سے بہتر کوئی اور مل گیا تو عین منگنی سے چند دن پہلے انکار کر رہے ہو۔"

سچ تھا کہ سعیدہ کی زبان کے آگے خندق تھی، جہنم کا الاؤ تھی ان کی زبان، سب کچھ جلا کر خاکستر کرنے والی، اچھی طرح سمجھ رہیں تھیں کہ وہ کیا بات کر رہے ہیں، اس لئے محض اشتعال دلانے کو جو منہ میں آیا بولتی چلی گئیں، کیونکہ وہ تو دل سے چاہتی تھیں کہ یہ رشتہ ختم ہو جائے۔

"بھابھی میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا ہوں کیونکہ جس کا جتنا ظرف ہو گا ناوہ ویسا ہی بولے گا اور آپ کا ظرف میں نے ساری زندگی دیکھا ہے اور ابھی بھی دیکھ رہا ہوں، مگر سوچیئے گا کہ آپ کی سب سے بڑی ناکامی ہی یہی ہے کہ آپ اپنے بچوں کو صحیح سے تربیت نہیں کر سکیں اور ایک ماں کے لئے اس سے بڑی ناکامی بھلا اور کیا ہو گی اس لئے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے مجھے، گلہ تو مجھے بھائی صاحب سے ہے، شاید ان کی کوئی بیٹی نہیں ہے نا اس لئے انہیں احساس بھی نہیں ہے کہ بیٹیوں کے دکھ بعض اوقات ماں باپ کے سینے پہ رکھی بھاری سلیں بن جاتیں ہیں، جو کبھی سرکتی ہی نہیں ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ بھاری ہوتیں چلی جاتیں ہیں اور میں ایسی کوئی سل اپنے سینے پہ رکھنا نہیں چاہتا ہوں، وہ میری بیٹی ہے کوئی بھیڑ بکری نہیں کہ اسے میں کسی کو سدھارنے کا وسیلہ بنا دوں، جس رشتے کی بنیاد ہی جھوٹ اور ناپسندیدگی پہ ہو، وہ بھلا کیسے پائیدار ہو گا۔"

منصور احمد نے الفاظ اس لہجے ان کے منہ پہ تھپڑ بن کر لگے تھے، سعیدہ ہمیشہ بیٹوں کی ماں ہونے کے زعم میں رہیں تھیں، مگر وہ یہ بھول گئیں تھیں کہ بیٹے پیدا کرنا کمال نہیں ہے، ان کی تربیت کرنا اصل کمال ہے اور بعض اوقات بیٹے کی تربیت کی بیٹی سے بڑھ کر مشکل ثابت ہوتی ہے اور وقت نے ثابت کیا تھا کہ وہ اپنی بیٹوں کی وجہ سے ہمیشہ ہی کہیں نہ کہیں شرمندگی کا شکار رہیں تھیں، ہم جسے ہمیشہ خود سے کم تر سمجھتے رہیں اور پھر اس کے ہی ہاتھوں کبھی شکست کھا جائیں،

WWW.PAKSOCIETY.COM

بازی پلٹ کر ہمارے ہی منہ پہ آ گرے، تب جو
حالت ہوتی ہے نا، بس وہی حالت اس وقت
سعیدہ بیگم کی بھی، ان کی ساری زندگی کا زعم اور
طنطنہ اس وقت ان کے منہ پہ آن گرا تھا۔

"منصور ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا، میں تو
بس......" جہانگیر احمد بڑی ہمت کر کے اٹھ کر
بھائی کے پاس چلے آئے تھے، ان سے بات مکمل
نہیں ہو سکی تھی، ایک ناعاقبت اندیش عورت ان
کی زندگی میں آئیں، جو بچوں کی صحیح تربیت بھی
نہ کر سکیں اور ان کی ہی وجہ سے مجھلے بیٹے کے
سدھر جانے کی خواہش دل میں لیے وہ اس غلط
بیانی پہ مجبور ہوئے اور آج چھوٹے بھائی اور
بھاوج کے سامنے شرمندہ بنے کھڑے تھے اور ان
کی تکلیف کا باعث بنے تھے۔

"ارے جاؤ جاؤ، میرے بیٹے کو کوئی
لڑکیوں کی کمی ہے، تمہاری بیٹی میں ہی کوئی کمی ہو
گی جو اس طرح سے عین موقع پہ انکار کر رہے ہو،
مجھے تو ویسے بھی وہ پسند نہیں ہے۔"

"سعیدہ بس، آگے ایک لفظ نہ کہنا ورنہ
آج کا دن اس گھر میں تمہارا آخری دن بن
جائے گا۔" جہانگیر احمد کی دھاڑ نے سعیدہ کو کسی
چابی والی گڑیا خاموش کر دیا تھا، جیسے کسی نے بٹن
دبا کر روک دیا ہو، سعد بھی اپنی جگہ سن سا کھڑا تھا،
وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب اس طرح سے
ہو جائے گا، اس نے تو باپ کے کہنے پہ ہر ممکن
طریقے سے عمل کیا تھا، پھر یہ سب کیا ہو گیا تھا،
اس بار وہ سب بازیاں جیتتے جیتتے زندگی کی اہم
بازی ہار گیا تھا اور سب کی نظروں میں اپنا مقام
بھی، منصور طیبہ اور انس کے ساتھ سیڑھیاں اتر
گئے تو جہانگیر احمد وہیں نڈھال سے بیٹھ گئے تھے،
ٹیبل پہ دھرا وہ منگنی کا سارا سامان جیسے ان کا منہ
چڑا رہا تھا، کیونکہ غلط طریقے سے جھوٹ سے
شروع کیے جانے والے کام کا انجام ہمیشہ برا
ہوتا ہے، کیونکہ اس کی بنیاد ہی ناپائیدار
ہوتی ہے، تو وہ پایہ تکمیل تک کیسے پہنچے گا، وہ لوگ
جب سیڑھیاں اتر کر نیچے آئے تو میرب تو
لاؤنج میں کھڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر ر
تھی، اس نے سوالیہ نگاہوں سے ماں کو دیکھا تھ
تبھی بابا اس کے قریب آئے اور اسے ا
کندھے سے لگا لیا تھا۔

"جو ہوا اچھا ہی ہوا بیٹا، تم کچھ بھی سوچ ک
اپنا ذہن خراب مت کرنا، یہ رشتہ میں نے جو
تھا، میں نے ہی ختم کر دیا، صرف اس لیے ک
میری بیٹی یہ سب ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔" اس کے
بالوں پہ بوسہ دے کر وہ اپنے کمرے میں چ
گئے تھے، طیبہ تیزی سے ان کے پیچھے گئیں تھیں
شاید بعض اوقات ہمیں صحیح اور غلط اور جھوٹ او
سچ کی پہچان کرانے کے لیے وقوع پذیر ہوتے
ہیں، طیبہ نے پوری بات سننے کے بعد سوچا تھا
جو بات وہ انہیں سمجھانا چاہ رہی تھیں، اسے وہ سمجھ
کر بھی یقین نہیں کر پا رہے تھے، اب اپنے
کانوں سے سن کر سمجھ بھی لیا تھا اور یقین بھی کر لی
تھا، اگلے دن انس اور میرب کو ماں کی زبانی پوری
بات کا علم ہوا تو حقیقتاً میرب نے اطمینان کی
سانس لی تھی، شاید وہ بھی دل سے ایسا ہی کچھ
چاہتی تھی، مگر کیوں، اس کیوں کا اس کے پاس
جواب نہیں تھا۔

☆☆☆

ولیمے کے دو روز بعد راحم اور مہوش جب
گھومنے پھرنے کے لیے دوبئی روانہ ہوئے تو
زارون نے نگین کو گھیر لیا تھا، یہ دو تین دن اس
نے سخت ٹینشن اور بے چینی میں گزارے تھے اور
اب نگین کے منہ سے ساری بات سن کر وہ خاموش
بیٹھا تھا، اس سارے واقعے سے اس معصوم سی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

نازک سی لڑکی تو ... تکلیف پہنچی ہوگی، وہ تو ... ہرٹ ہوئی ہوگی یہ سوچ کر ہی اس کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔

''میں اور امی جب راحم بھائی کی شادی کا کارڈ لے کر وہاں گئے، تب مجھے وہ سب لوگ بہت خاموش سے لگے تھے، انکل کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی، پھر میرے بہت اصرار پہ میرب نے مجھے یہ سب بتایا، امی کو آنٹی نے یہ کہا تھا کہ منگنی کچھ دنوں کے لئے ملتوی کی ہے، اس لئے وہ ابھی تک کچھ نہیں جانتی ہیں، میرب تو شادی پہ بھی آنا نہیں چاہ رہی تھی، پھر میرے بہت اصرار کرنے پہ اور آنٹی کے سمجھانے پہ وہ آئی تھی۔''

نگین نے خاموش بیٹھے زاروں کے چہرے کو بغور دیکھا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی، انکل اور آنٹی بہت خوشی خوشی انہیں منگنی کا دعوت نامہ دے کر گئے تھے اور بصد اصرار آنے کو بھی کہا تھا، لیکن جب وہ لوگ راحم کی شادی کا کارڈ لے کر گئے تو وہاں منگنی کے ملتوی ہونے کا پتہ چلا۔

''کیا وہ بہت ہرٹ ہوئی تھی، اس سب سے نگی، میرا مطلب ہے کہ اس طرح سے تعلق جڑتے جڑتے ٹوٹ جائے تو انسان کو دکھ تو ہوتا ہے نا۔'' زاروں کے لہجے میں چھپے اندیشے وہ جان گئی تھی، وہ کھل کر نہ بھی بولتا تب بھی وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

''پتہ ہے بھائی، وہ میرے سامنے رو پڑی تھی، ان سارے دنوں میں، اتنے عرصے کی دوستی میں وہ پہلی بار میرے سامنے روئی تھی۔'' زاروں کو اس کے رونے کا سن کر تکلیف ہوئی تھی، وہ خاموشی سے نگین کی بات مکمل ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

''تب میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیوں رو رہی ہے، کیا اسے اس بات کا دکھ ہے کہ اس کا رشتہ سعد سے نہیں ... بھائی اس نے کیا کہا۔'' نگین نے رک کر سوالیہ نگاہوں سے بھائی کو دیکھا تھا۔

''کیا، اس نے کیا کہا نگی۔'' زاروں نے بے قراری سے پوچھا تھا۔

''اس نے کہا تھا کہ وہ اس لئے نہیں رو رہی ہے کیونکہ اس کا رشتہ سعد سے نہیں جڑا، اسے اس بات کا کوئی دکھ نہیں ہے، اسے دکھ اس بات کا ہے کہ اس کے ماں باپ کو اس سارے واقعے سے کتنا دکھ کتنی تکلیف پہنچی ہے، اس کے بابا کا مان ٹوٹا ہے، رشتوں پر سے ان کا اعتبار ٹوٹا ہے، تب مجھے اس پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا بھائی کہ اس بے وقوف کو اس سب میں اپنی تکلیف اپنے خسارے سے زیادہ اپنے والدین کی تکلیف کا احساس ہے، ان کے دکھ کی فکر ہے، وہ ایسی ہی ہے بھائی، دوسروں کے دکھوں اور تکلیفوں پہ رونے والی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ہنسنے والی۔'' نگین کے لہجے میں اس کے لئے محسوس کی جانے والی محبت تھی۔

''ہاں میں جانتا ہوں وہ ایسی ہی ہے۔'' زاروں اس لمحے کھل کر مسکرا دیا تھا۔

''بھائی اگر آپ کہیں تو میں امی سے بات کروں، ہمیشہ سے میری اور امی کی یہ خواہش رہی ہے کہ ہم میرب کو آپ کے حوالے سے اس گھر میں لائیں، پلیز بھائی، اب انکار مت کیجئے گا کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اب یہ آپ کی بھی خواہش بن چکی ہے اور وہ پاگل بھی آپ کی محبت میں پاگل ہے، پلیز بھائی۔'' نگین نے بہت مان سے کہتے ہوئے بھائی کو دیکھا تھا، زاروں چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا تھا، جب اللہ اس کے لئے خوشیوں کے در کھول رہا تھا، تو وہ کیوں ناشکری کرتا، اور اب جبکہ دل کو بھی اس سے دوری گوارا

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

نہ تھی۔

"سچ بھائی۔" نگین بے ساختہ چیخی تھی، زارون جھینپ کر ہنس پڑا تھا۔

"کیا بات ہے لڑکی کیوں شور مچا رکھا ہے، میں نماز پڑھ رہی تھی۔" اسی لمحے صائمہ بھی نگین کی آواز سن کر وہیں چلی آئیں تھیں اور آتے ہی اسے سرزنش کی تھی۔

"بات ہی کچھ ایسی ہے امی، آپ سنیں گی تو آپ کی بھی ایسی ہی حالت ہوگی۔" نگین اٹھ کر ماں سے لپٹ گئی تھی، صالحہ نے حیرانگی سے نگین کی خوشی اور زارون کے نہتے چہرے کو دیکھا تھا، اس کے وجیہہ چہرے پہ اس لمحے جیسے کرنیں سی پھوٹ رہیں تھیں، انہوں نے اتنا خوش اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، انہوں نے نظر لگ جانے کے ڈر سے اپنی نگاہ ہٹالی تھی۔

"آپ پہلے یہاں بیٹھیں میں بتاتی ہوں۔" نگین نے انہیں وہیں صوفے پہ زارون کے برابر بٹھا دیا تھا اور پھر دھیرے دھیرے پوری بات بتا دی تھی، جسے سن کر انہیں افسوس ہوا تھا، وہ تو ابھی تک یہی خیال کیے ہوئیں تھیں کہ میرب کی منگنی کچھ عرصے کے لئے ملتوی ہوئی ہے، مگر یہاں تو قصہ ہی کچھ اور نکلا تھا۔

"تم نے مجھے بتایا بھی نہیں نگی، کتنی بری بات ہے، میں جاتی ان کے گھر، میں بھی کیسی مصروف رہی یہ بھی خیال نہ آیا کہ فون کر کے خیریت ہی پوچھ لوں۔" وہ میرب کا سوچ کر افسردہ سے لہجے میں بولیں تھیں، کیسی ہیرا بچی تھی اور کیا برا ہو رہا تھا۔

"امی....." نگین زچ سی ہوئی تھی۔

"آپ بھی کمال کرتیں ہیں، پہلے کیوں جاتیں آپ، ہم تو اب جائیں گے، وہ بھی بھائی کا رشتہ لے کر۔" نگین نے معنی خیز نگاہوں سے بھائی کو دیکھا تھا، جو مسکراتی نگاہوں سے کود میں کشن رکھے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔" وہ واقعی نہیں سمجھی تھیں۔

"پوچھ لیں، سامنے بیٹھے ہیں۔" نگین ہاتھ جھاڑ کر خاموشی سے بیٹھ گئی تھی، صالحہ نے حیرانگی سے گردن موڑ کر پاس بیٹھے زارون کو دیکھا تھا، کیا واقعی ان کے دل کے ارمان، ان کی خواہش پوری ہونے جا رہی تھی، کیا واقعی ان دونوں کا نصیب ایک ساتھ جڑا تھا، کبھی تو اللہ نے ان کے دل میں یہ خیال ڈالا تھا، زارون کا مسکراتا چہرہ تو یہی بتا رہا تھا۔

"یہ سچ کہہ رہی ہے زونی۔"

"میری ماں کی خواہش ہے، جو میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے، بھلا میں کیسے ٹال سکتا ہوں، جو آپ کو ٹھیک لگے، وہ کریں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" زارون نے بال مکمل طور پہ ماں کے کورٹ میں ڈال دی تھی، اب وہ ان کے سامنے یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ چھوٹی سی لڑکی، دل میں آن بسی ہے۔

"اللہ تیرا شکر ہے میرے مالک، تو نے مجھے یہ دن دکھایا۔" صالحہ نے آنکھوں میں آئے تشکر کے آنسو صاف کرتے ہوئے زارون کی شفاف پیشانی چوم کر اسے سدا خوش رہنے کی دعا دی تھی، زارون نے شرارت سے نگین کو دیکھ کر آنکھ ماردی تھی، وہ بھائی کی شرارت پہ دل کھول کر ہنس دی تھی۔

☆☆☆

راحم کو جب صالحہ نے فون پہ زارون کی شادی کی بابت رضامندی کا بتایا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا تھا، باقی میرب لوگوں کے ساتھ ہونے والے اس سارے قصے کا انہوں نے راحم کو نہیں

WAQAR AZEEM www.paksociety.com

بتایا تھا، جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اور اللہ پردہ رکھنے کو اور رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے، ان کی اپنی بھی ایک بیٹی تھی اور اب میرب بھی بہت جلد ان گھر کا حصہ بننے والی تھی، نگین چاہتی تھی کہ وہ لوگ بس ابھی ان کے گھر چلے جائیں مگر صالحہ نے منع کر دیا کہ ابھی چند دن ٹھہر جاؤ، ان لوگوں کو ذرا اس بات کے اثر سے نکلنے دو، تب تک راحم اور مہوش بھی آ جائیں گے پھر سب مل کر چلیں گے اور ان لوگوں کے آنے میں ابھی ہفتہ دس دن تھے، اور یہ دس دن زارون نے کیسے گزارے تھے یہ صرف وہی جانتا تھا، پہلے تو یہ حال تھا کہ وہ اس سے دور جانے کے بہانے ڈھونڈتے تھا اور اب یہ عالم تھا کہ وہ اسے جلد از جلد اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا، اپنے نام سے جڑا دیکھنا چاہتا تھا، وہ ان لوگوں کے گھر جانے سے پہلے ایک بار میرب سے بات کرنا چاہ رہا تھا، یا ملاقات، مگر نگین نے اس سے ریکوئسٹ کی تھی کہ وہ ایسا نہ کرے وہ میرب کو سرپرائز دینا چاہ رہی تھی، زارون نے بھی اس کی بات مان لی تھی۔

اب آج بالآخر وہ دن آن پہنچا تھا، جس کا وہ سب شدت سے انتظار کر رہے تھے، راحم اور مہوش بھی واپس آ گئے تھے، صالحہ نے طیبہ کو فون کر کے اپنے آنے کا بتا دیا تھا اور دبے لفظوں میں انہیں اپنے آنے کا مقصد بھی بتا دیا تھا، طیبہ نے کھلے دل سے انہیں خوش آمدید کہا تھا، وہ لوگ بہت پر تکلف اور روایتی انداز میں ان کے گھر آئے تھے، ڈھیر سارے تحفے تحائف، سب کے لئے الگ الگ گفٹس، پھل اور مٹھائی کے ٹوکرے اور ڈھیروں ڈھیر گفٹس تو صرف میرب کے لئے تھے، وہ سب بہت خوش تھے، زارون البتہ ان کے ساتھ نہیں آیا تھا، صالحہ کے تو پاؤں زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے، اس دن کا انتظار وہ پچھلے کئی برسوں سے کر رہی تھیں، اس لئے آج ان کی خوشی دیدنی تھی، طیبہ کو کچھ کچھ اندازہ تھا کہ وہ لوگ کس سلسلے میں آ رہے ہیں، مگر اس قدر اہتمام کی امید نہیں تھی۔

بھائی صاحب، طیبہ بہن، میری تو سب سے دلی خواہش تھی کہ میں میرب کو اپنی بیٹی بناؤں، مگر یہ بات کبھی زبان پہ نہ لا سکی، مگر آج آپ کے سامنے بہت مان سے جھولی پھیلا رہی ہوں کہ اس چاند کو میرے آنگن میں اتار دیں، میرے زارون کے لئے اپنی میرب مجھے دے دیں، میں بہت آس اور امید کے ساتھ آپ کے پاس آئی ہوں، پلیز مایوس مت لوٹائیے گا۔'' وہ سب اس وقت ڈرائنگ روم میں موجود تھے، جب صالحہ نے بہت مان، محبت اور عاجزی کے ساتھ ان کے سامنے جھولی پھیلائی تھی، میرب کی حیرانگی حد سے سوا تھی، وہ موقع دیکھ کر نگین کو بازو سے پکڑ کر اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔

کیا تماشا ہے، کیا ہو رہا ہے یہ سب، جب میں نے تمہیں منع کر دیا تھا کہ میرے دل میں اب ایسی کوئی خواہش کوئی خیال نہیں ہے، تو ان سب کی کیا ضرورت تھی، یا مجھ پہ ترس کھا کر تمہارے بھائی نے تم لوگوں کو یہاں بھیجا ہے۔'' اس نے غصے سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ نگین کو دیکھا تھا، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جا کر زارون کو کھری کھری سنا دے اور منہ پہ انکار مار کے اس کے سمجھتا کیا ہے خود کو۔

پاگل ہو گئی ہو کیا، میرب کیسی باتیں کر رہی ہو، اس میں ترس کھانے کی کیا ضرورت ہے، یہ تو کب سے ہماری خواہش تھی اور اب تو بھائی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' نگین کے چہرے سے پل بھر میں مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی، وہ تو میرب کو سرپرائز دینے کے چکر میں تھی جبکہ

وہ تو یہاں کچھ اور ہی سمجھ رہی تھی۔

"کیوں اعتراض نہیں ہے، انہیں، ہاں، یہی تو میں پوچھ رہی ہوں نا کہ انہیں کوئی اعتراض کیوں نہیں ہے، اب کون سے سرخاب کے پر لگ گئے ہیں میرے، اب کیا خوبیاں انہیں مجھ میں نظر آ گئیں ہیں، سیدھی بات ہے کہ تم لوگوں نے انہیں اپنی خواہش کے آگے مجبور کیا ہے، ورنہ ان کا اپنا دل تو کبھی میرب منصور کے لئے بدل ہی نہیں سکتا ہے، اتنا تو میں جانتی ہوں زارون حیدر کو۔"

وہ تو کوئی بھی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھی، اس کی آنکھوں میں اس سے پانی سا ٹھہرا ہوا تھا، مگر لہجے سے شعلے سے نکل رہے تھے۔

"میرب میری بات تو سنو۔" نگین کو اس سے اس رویے کی توقع نہیں تھی، وہ بوکھلا سی گئی تھی، ہمیشہ ٹھنڈی میٹھی رہنے والی میرب کا یہ روپ اس نے پہلی بار دیکھا تھا، سچ ہے محبت میں کی گئی توہین انسان کبھی نہیں بھولتا ہے، محبت کا ٹھکرانا انسان کو بہت اذیت دیتا ہے۔

"نگین پلیز مجھے وضاحتیں مت دو، مجھے کچھ نہیں سننا ہے، نہ کچھ سمجھنا ہے، میری زندگی میں اب ان کی کوئی جگہ نہیں ہے، جا کر بتا دو انہیں اور میرا انکار بھی میرے والدین کے ذریعے پہنچ جائے گا، چاہو تو تم بھی میری طرف سے انہیں انکار پہنچا سکتی ہو۔" وہ دو ٹوک انداز میں کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی کہ اماں آواز دے رہی تھیں، جبکہ نگین ہکا بکا سی وہیں کھڑی رہی تھی۔

جبکہ دوسری طرف ڈرائینگ روم میں منصور احمد نہایت عاجزی سے صالحہ سے کہہ رہے تھے۔

"بہن آپ کا آنا سر آنکھوں پہ، آپ کی خواہش ہمارے لئے معتبر ہے، آپ کی محبت نے دل میں گھر کر لیا ہے، زارون دیکھا بھالا لڑکا ہے، مگر بیٹی والے اس طرح سے یکدم سے فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں، کچھ وقت درکار ہے، پھر انشاء اللہ جو ہوگا اچھا ہوگا۔"

"ہاں ہاں ضرور کیوں نہیں یہ آپ کا حق ہے بھائی صاحب۔" صالحہ نے نہایت شائستگی سے کہا تھا، وہ جس طرح محبت سے آئیں تھیں اور بات کی تھی، اس سب نے منصور احمد کو بہت متاثر کیا تھا، وہ دل سے انکے متعرف ہوئے تھے۔

"چلیں تو پھر سب آئیے کھانا بالکل تیار ہے، چل کر کھاتے ہیں ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا، باتیں تو ہوتیں رہیں گیں۔" اسی لمحے طیبہ کے خوشگوار انداز میں کہنے پر وہ سب کھانے کے لئے اٹھ گئے تھے، کھانا بہت پر تکلف اور شاندار تھا، اپنی باتوں کے دوران وہ لوگ محسوس ہی نہیں کر سکے تھے، کہ میرب اور نگین قدرے خاموش سے تھیں، میرب کی پلیٹ خالی تھی اور نگین کا منہ بھی اترا ہوا تھا۔

☆☆☆

میرب نے رشتے سے انکار کر دیا تھا، طیبہ نے جب اس سے زارون کے رشتے کے متعلق بات کی تو اس نے فوراً ہی انکار کر دیا تھا، پھر ماں باپ کے لاکھ سمجھانے پر بھی اس کی ناں ہاں میں نہیں بدلی تھی، صالحہ کا فون آیا تو طیبہ نے بجائے کسی غلط بیانی کرنے کے انہیں پوری بات بتا دی تھی، اور ان سے کچھ وقت کی مہلت اور مانگی تھی، صالحہ نے اطمینان سے ان کی پوری بات سنی تھی۔

"طیبہ آپ پریشان نہ ہوں، میرب کو ابھی تھوڑا وقت دیں، لازمی ہے ابھی اتنی بڑی بات ہوئی ہے، نہ چاہتے ہوئے بھی ذہن پہ اثر تو پڑتا ہے نا، آپ جلدی نہ کریں، اگر اللہ نے چاہا تو

www.paksociety.com

سب ٹھیک ہو جائے گا، ویسے بھی ان معاملات میں جلد بازی اچھی نہیں ہوتی ہے۔'' صالحہ اصل معاملے سے لاعلم تھیں، لاعلم تو طیبہ بھی تھیں کہ میرب کیوں زارون کے لئے منع کر رہی ہے، وہ سب اسے سعد والے معاملے کا ردعمل سمجھ رہے تھے، اس لئے انہوں نے اپنے طور پہ طیبہ کو تسلی دی تھی۔

''آپ کا بہت شکریہ صالحہ بہن، آپ نے تو میری پریشانی ہی ختم کر دی، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں کہ ہمیں میرب کو ٹائم دینا چاہیے، آپ پلیز برا مت مانیئے گا، بچی ہے، میں پھر بات کروں گی اور انشاء اللہ بہت جلد آپ کو خوشخبری دوں گی۔'' صالحہ کے الفاظ سے طیبہ کو خاصی ڈھارس ملی تھی، وہ تو توقع کر رہی تھیں کہ کہیں انہیں برا نہ لگ جائے آخر بیٹے کی ماں تھیں، پھر اتنی چاہ سے میرب کو مانگ رہی تھیں، مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا اور ان کی انہی عادات و اطوار کو دیکھتے ہوئے منصور اور طیبہ اس رشتے پہ مطمئن تھے، انہوں نے مطمئن ہو کر فون رکھ دیا تھا، جبکہ نگین نے پوری بات جا کر زارون کو بتا دی تھی۔

''میں نے تمہیں کہا تھا نا نگین کہ مجھے پہلے اس سے بات کرنے دو، اسے اعتماد میں لینے دو، پھر تم لوگ وہاں جاؤ، مگر تم نے منع کر دیا۔'' زارون اس پہ خفا ہوا تھا اور وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا، وہ دونوں ہی میرب سے اچھی طرح واقف تھے۔

''ہوں، آپ صحیح کہہ رہے ہیں بھائی، غلطی میری ہی ہے، مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ اس طرح سے ری ایکٹ کرے گی۔'' نگین نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے شرمندگی سے کہا تھا، جبکہ زارون میرب کے پچھلے کچھ عرصے کے رویے کو دیکھتے ہوئے دل میں یہ خیال رکھے ہوئے تھا کہ ایسا ہی کچھ ہوگا، اور وہی ہوا تھا، لیکن اب وہ کسی طور بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا، اسے ہر صورت میرب سے بات کرنا تھی، اسے سمجھانا تھا، وضاحت دینی تھی کہ جیسا وہ سمجھ رہی ہے ویسا کچھ نہیں ہے، پھر چاہے وہ جو بھی فیصلہ کرتی اسے قبول ہوتا، کم از کم اس کے دل میں یہ پچھتاوا تو نہ رہتا نہ کہ اس نے میرب سے بات نہیں کی۔

☆☆☆

زارون اس وقت اپنے بیڈ پہ نیم دراز سیل فون ہاتھ میں پکڑے یہی سب سوچ رہا تھا، ایک ہاتھ میں سیل فون جبکہ دوسرے ہاتھ میں وہ ایک جگمگاتی بالی تھی، جو میرب کی گھوڑے سے گرتے وقت گری تھی اور اس گھوڑے والے نے وہاں سے آتے وقت زارون کو پکڑائی تھی، پھر اس ڈاکٹر کی بات کی وجہ سے غصے میں زارون اسے وہ دینا بھول گیا تھا اور تب سے اب تک اس نے سنبھال رکھی تھی، وہ اس وقت اسی پہ ہی نگاہیں جمائے ہوئے تھا، موبائل اسکرین پہ وہی سلفی تھی، جو نگین نے جھیل کنارے لی تھی۔

''لڑکی انکار کی وجہ جان سکتا ہوں۔'' اس نے پہلی بار خود سے میرب کو واٹس ایپ کیا تھا، وہ آن لائن نہیں تھی، زارون انتظار کرنے لگا تھا اس کے آن لائن آنے کا، وہ نہیں جانتا تھا کہ انتظار کتنا لمبا ہوگا اور وہ جواب دے گی بھی یا نہیں کیونکہ زارون نے اسے کبھی اس کے کسی میسج کا جواب نہیں دیا تھا۔

''میں آپ کو وجہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی ہوں۔''

مگر حقیقت انگیز طور پہ اگلے پانچ منٹ بعد ہی اس کی اسکرین پہ میرب کا پیغام چمکا تھا وہ اب آن لائن تھی۔

''مگر میں وجہ جاننے کا حق رکھتا ہوں۔'' زارون نے فوراً ہی ٹائپ کیا تھا، مبادا وہ آف

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے ایسا کوئی حق کبھی آپ کو دیا ہی نہیں ہے۔"

سیکنڈ میں ہی اسے جواب موصول ہوا تھا، دوسری طرف میرب حیران تھی کہ آج جب اپنی باری آئی تو کیسے میسج پہ میسج کر رہے ہیں، وگرنہ تو کبھی جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا، اسے توقع نہیں تھی کہ دوسری طرف موجود زارون کے دل کی دنیا یکسر بدل چکی تھی، وہ اب پہلے والا زارون نہیں رہا تھا، وہ دل سے اب اس کے ساتھ کا متمنی تھا۔

"ٹھیک ہے کوئی حق نہ دو، مگر اتنا تو کرو کہ ایک بار میری بات سن لو، پلیز۔" زارون نے پیغام کو بے قراری سے ہوا کے سپرد کیا تھا۔

"مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی ہے، نہ کچھ پوچھنا ہے نہ کچھ کہنا ہے، میں اپنا جواب دے چکی ہوں۔" میرب اس پیغام کے آف لائن ہو گئی تھی، مگر زارون جانتا تھا کہ وہ اب بھی دوسری جانب موجود ہے، بے شک آن لائن شو نہیں ہو رہی تھی، تو کیا ہوا۔

"ٹھیک ہے کچھ کہو مت، بس سن لو، مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے میرب، پلیز ایک موقع تو دو نا، کیا اتنا بھی نہیں کر سکتی ہو۔" زارون کو اس کے جوابات سے اس کے موڈ کا اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا مگر وہ آج ہر حال میں اس سے بات کرنا چاہ رہا تھا، اسے احساس تھا کہ اس نے کتنی ہی بار میرب کو ہرٹ کیا ہے، سو وہ اپنے رویے میں حق بجانب تھی۔

"میرب......!" دوسری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر زارون نے اسے پکارا تھا، اس پکار پہ دوسری طرف موجود میرب کے دل کی دھڑکن یکدم ہی تیز ہوئی تھی، کتنے ہی لمحے خاموشی کی نذر تھی، وہ آج ہر صورت میں اس سے بات کرنا چاہتا تھا، وڈیو کال آتی دیکھ کر میرب بوکھلا کر اٹھ بیٹھی تھی اور سیل ہاتھ سے رکھ دیا تھا، جیسے سامنے زارون نہ کال نہ ہو وہ خود ہو، چند لمحے بعد کال کٹ گئی تھی، مگر ایک سیکنڈ کے وقفے سے دوبارہ آنے لگی تھی، میرب کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کال اٹینڈ کرے یا نہ کرے، وہ زارون سے اس بے قراری کی توقع نہیں کر رہی تھی، کیا واقعی نگین صحیح کہہ رہی تھی کہ وہ اب زارون کی بھی خواہش بن چکی ہے اور کیا واقعی کہ کب سے میرب کے دل میں دبی خواہش کہ وہ خود سے پہل کرے آج پوری ہونے جا رہی تھی، کال دوبارہ کٹ گئی تھی، اب میرب کا دل بے قرار ہوا تھا، کال اٹینڈ کر لینی چاہیے تھی۔

"میرب پلیز کال اٹھاؤ، جتنا لڑنا ہے لڑ لو، مگر بات تو کرو، کال تو پک کرو، دیکھو بات کرنے سے بات بنتی ہے، مسئلے حل ہوتے ہیں، خاموشی ہر مسئلے کا حل نہیں ہوتی ہے، پلیز پک اپ دی کال۔" اب کہ زارون کا پیغام اسکرین پہ چمکا تھا اور سیکنڈ کے وقفے سے اس کی کال آنے لگی تھی، جیسے یقین ہو کہ اب میرب ضرور کال پک کر لے گی۔

"کیوں میں کیا پاگل ہوں، بے وقوف ہوں جو ہر وقت لڑتی رہوں گی، اپنے بارے میں کیا خیال ہے، ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں، ہر وقت لڑتے ہیں، اتنا روڈلی بی ہیو کرتے ہیں اور الزام مجھ پہ کہ میں لڑتی ہوں۔" اس نے لمحے کے ہزاروں حصے میں کال پک کی تھی اور زارون کا چہرہ سامنے نظر آتے ہی شروع ہو گئی تھی، جبکہ دوسری طرف زارون نے شکر ادا کیا تھا کہ وہ بات کرنے پہ آمادہ تو ہوئی۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

"اب میں کچھ کہوں گا تو تمہیں برا لگے گا، اس لیے چھوڑو، کیسی ہو؟" وہ مسکرا رہا تھا، وہ ایک آسودہ سی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے میرب کو دیکھ رہا تھا، میرب کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ کیا وہی زارون ہے، جس کے ماتھے پہ ہر وقت بل چڑھے رہتے تھے، یہ تو کوئی اور ہی زارون تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" میرب نے ابرو اچکا کر خفگی سے پوچھا تھا۔

"تم روئی ہو میرب؟" زارون نے پل بھر میں اس کی متورم آنکھوں اور بھیگی پلکوں کو دیکھ کر اندازہ لگایا تھا، وہ اب ان آنکھوں کے تمام رنگ پہچاننے لگا تھا۔

"نہیں تو۔" میرب نے نگاہ چرائی تھی۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں روئی ہوں، میرب نے حیرانگی سے خود ہی پوچھا تھا۔

"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں، ورنہ مجھے پتہ ہے کہ تم روئی ہو، میری ذات سے تمہیں کوئی بھی دکھ یا تکلیف پہنچی ہے نا تو میں اس کے لئے شرمندہ ہوں میرب، مگر پلیز بس اتنا بتا دو کہ تم نے انکار کیوں کیا، کیا میں اس قابل نہیں کہ تم ایک بار مجھ پہ بھروسہ کر سکو، میں پورے دل پورے خلوص سے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔" زارون نے نگاہ اس کے ملیح چہرے پہ ٹکا دی تھیں، کتنے دنوں بعد تو اسے دیکھا تھا، ایک سکون سا روح میں اتر رہا تھا اسے دیکھ کر۔

"میں نے نگین کو سب بتا دیا تھا، اسے آپ کو یقیناً سب بتا دیا ہوگا۔" وہ نگاہ چرائے ہوئے تھی، کترا رہی تھی اور اس لمحے اس کی گھنی پلکوں کا سایا اس کے چہرے پہ پڑ رہا تھا، اس لمحے زارون کا دل شدت سے چاہا ان گھنی پلکوں کو چھونے کا، جن پہ ایک پانی کا قطرہ بن کر ابھی بھی اٹکا تھا۔

"تم جو سوچ رہی ہو وہ غلط ہے، ایسا کچھ بھی نہیں ہے، نہ میرے دل میں نہ دماغ میں اور چلو مجھ پہ نہ سہی تمہیں خود پہ بھروسہ نہیں ہے کیا، اگر تم چاہو تو ہم کہیں بیٹھ کر یہ ساری باتیں ڈسکس کر لیتے ہیں، تاکہ کوئی بھی فیصلہ کرنے میں آسانی ہو، بلکہ میں ایسا ہی چاہ رہا تھا، مگر نگین نے منع کر دیا کیونکہ وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہ رہی تھی اور اب وہ بھی خاصی اپ سیٹ ہے۔"

"نہیں تو..... نہیں تو..... بس ٹھیک ہے، ملنا کیوں ہے، آپ پلیز مجھے وقت دیں، میں سوچ کر جواب دوں گی۔" میرب نے بوکھلا کر اسکرین پہ نظر آتے زارون کے چہرے کو دیکھا تھا، جواب سنجیدگی لئے ہوئے تھا، وہ بھلا سامنے بیٹھ کر اس کی بولتی آنکھوں کا سامنا کیسے کرے گی، پہلے کی بات اور تھی، وہ کبھی اس کی طرف دیکھتا ہی نہیں تھا، اس لئے وہ بلا جھجک اس کے سامنے کچھ بھی بول دیتی تھی، اب تو یہ نگاہیں اسے اندر پڑھ رہی تھیں، وہ فون پہ اس سے بات نہیں کر پا رہی تھی تو سامنے بیٹھ کر کیا خاک بولتی۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی، ٹیک یور ٹائم۔" وہ مضمحل سا کال کاٹ گیا تھا، میرب کا بات کرنے کا انداز اور نگاہ چرانا اسے صاف بتا رہا تھا کہ وہ اب اس کا ساتھ نہیں چاہتی ہے، شاید اسے غلط فہمی ہوئی ہو وہ کبھی اسے پسند ہی نہ کرتی ہو اور محض انسانیت کے ناطے اسے زندگی کی طرف واپس لانا چاہتی ہو، تو کیا اس کی آنکھوں نے وہ تمام رنگ جھوٹے تھے، نہیں، مگر زارون زبردستی کا قائل نہیں تھا، اس لئے اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور یہی خاموشی میرب کو بے قرار کر گئی تھی، زارون نے اپنی انا کو پیچھے دھکیل کر ان سے رابطہ کرنے میں پہل کی تھی اور ایسا ہی تو شاید میرب چاہتی تھی اور اب جبکہ وہ پورے خلوص اور نیک نیتی سے اسے اپنی زندگی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

میں شامل کرنا چاہتا تھا، تو بھلا میرب کیونکر ناشکری کرتی، سب کچھ ویسا ہی تو ہو رہا تھا، جیسا وہ چاہتی تھی، تو وہ کیوں انکار کرتی، کیوں دل کی نافرمانی کرتی، ایک مہینے کے طویل اور جان گسل انتظار کے بعد بالآخر میرب نے ہاں کر دی تھی۔

☆☆☆

منگنی کی تقریب کو نکاح میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور ایسا سراسر زارون کی خواہش پہ ہوا تھا، پتہ نہیں کیوں اسے منگنی سے خوف آ رہا تھا، وہ جب میرب کے لئے منگنی کی انگوٹھی پسند کرنے لگا تو اسے عجیب سے خوف نے گھیر لیا تھا، اسی ایک انگوٹھی کے پیچھے وہ سب ہوا تھا، جس نے اس سے زاریہ کو چھین لیا تھا اور اس کی زندگی کے کتنے ہی ماہ و سال تباہ کر دیئے تھے، لیکن اب وہ کسی طور پہ بھی میرب کو کھونا نہیں چاہتا تھا، بس اس لئے اس نے اپنے اس خدشے کا اظہار امی سے کیا تو انہوں نے بنا کسی حیل و حجت کے اس کی بات مان لی تھی، انہیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا، یہی بات جب طیبہ اور منصور تک پہنچی تو انہوں نے بھی رضامندی دے دی تھی، کیونکہ وہ بھی اس منگنی کے قصے سے خوف زدہ تھے، بس جب سب مان گئے تو اس بات پہ میرب اڑ گئی، آپ کو تو پھر پتہ ہے نا میرب کا، کہ اسے نکاح نہیں ابھی منگنی کرنی ہے۔

"اتنی جلدی کیا ہے امی، اچھی بھلی منگنی ہو رہی تھی، آپ نے لے کر نکاح کا شوشا چھوڑ دیا ہے۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی، درحقیقت وہ دل ہی دل میں گھبرا رہی تھی، اتنا جلدی سب کچھ ہو جانے پہ۔

"میری جان یہ میری نہیں ان لوگوں کی خواہش ہے، اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیسے انکار کرتی۔" طیبہ نے اسے بازوؤں میں بھر کے سمجھانے کی کوشش کی تھی، یوں بھی اچھے رشتے روز روز تھوڑی ہی ملا کرتے ہیں۔

"ہاں ابھی نکاح کے لئے کہا ہے پھر وہاں سے رخصتی کا شوشہ چھوڑ جائے گا، آپ تب بھی کچھ نہ کہنا، اماں اتنی جلدی کیا ہے یار۔" اس کا دل ابھی سے دھڑک رہا تھا، یہ سب سوچ کر، منگنی کی بات اور تھی مگر نکاح اور وہ جانتی تھی کہ یہ سب زارون کی خواہش پہ ہو رہا ہے اگر اس نے وہاں رخصتی کا بھی کہہ دیا تو، اس کے مساموں سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔

"ارے ایسے اتنی جلدی رخصتی، نہیں بھئی میں تو بالکل نہیں مانوں گی، اتنی جلدی رخصتی کے لئے کم از کم بھی ایک سال، میں نے تو ابھی تک کوئی تیاری بھی نہیں کی ہے، بس ابھی صرف نکاح ہی ٹھیک ہے۔" طیبہ نے اسے بچوں کی طرح پچکارا تھا، وہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھیں، مگر کیا کرتی یہ دن تو آنا ہی تھا نا ایک دن، وہ دھڑکتے دل کے ساتھ ابھی بھی ان کے سینے سے لگی تھی۔

☆☆☆

رنگوں اور روشنیوں سے سجی وہ سنہری شام اتنی شاندار اتری تھی کہ کیا ہی کبھی کوئی شام ایسی ہوئی ہوگی، محبتوں کی کرنیں وجیہہ چہرے پہ سجائے شاندار سا دولہا اور شرماہٹ کی لالیاں معصوم چہرے پہ بکھرائے دلربا سی دلہن، جو آج بھی روٹھی روٹھی سی تھی، فنکشن کا اہتمام ہال میں کیا گیا تھا، کیونکہ دونوں طرف سے کافی مہمان تھے، مگر زیادہ تر فیملی کے ہی لوگ تھے اس ہال کی مکمل فلورل ارینج منٹ کی گئی تھی، اسٹیج کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا ایک حصہ دلہن کے لئے مختص تھا، تو دوسرا حصہ دولہا کے لئے اور بیچ میں جالی دار سفید پردہ تھا، جس کے اردگرد کی سجاوٹ گلابی اور سفید پھولوں سے کی گئی تھی، تکمیل آج مکمل دولہا

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

والی بنی ہوئی تھی، میرب اپنی کزنز کے جھرمٹ میں تھی، زارون کو اپنی جگہ لا کر بٹھایا گیا تو چند لمحوں بعد پردے پار دلہن بھی آ گئی تھی، زارون اس وقت سفید شیروانی میں ملبوس تھی، جس پہ ٹول گولڈن اور میرون کڑھائی تھی گلے میں میرون شال تھی، جس کے چاروں کونوں پہ دیدہ زیب گولڈن اور میرون امتزاج کے کرسٹلز لٹک رہے تھے، دوسری طرف ڑل گولڈن، فان اور میرون امتزاج کے لہنگے میں جس کا دوپٹہ زارون کی شال کے ہم رنگ میرون تھا میں ملبوس میرب بہت حسین لگ رہی تھی، یہ ڈریسز میرب اور نگین نے آرڈر کیے تھے اور اسٹیج کی سجاوٹ زارون کے ذمے تھی، جسے اس نے بہت خوبصورت کروایا تھا، ایجاب وقبول کا سلسلہ مکمل ہوا تو اسٹیج پہ لگا سفید جالی دار پردہ اٹھا دیا گیا اب میرب کو لا کر اس کے برابر میں بٹھا دیا گیا تھا، زارون کو اس سے اپنا پہلو دل روشن سا محسوس ہوا تھا، وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتا کم تھا، کہ اللہ نے اسے صحیح وقت پہ درست فیصلہ کرنے کی طاقت دی تھی۔

"مبارک ہو۔"

اس نے مہندی سے سجا نازک ہاتھ تھام کر انگوٹھی پہناتے ہوئے سرگوشی کی تھی، وہ سر جھکا کر مسکرا دی تھی اور اس مسکراہٹ کو کتنے ہی کیمروں نے سیو کیا تھا، وہ خوش تھی بے انتہا خوش، دل میں اس سے جیسے سارے شکوے دم توڑ گئے تھے، وہ تو ہر امید چھوڑنے بیٹھی تھی، مگر اللہ نے اس کی قسمت میں وہی مرد لکھا تھا، جس کے نام پہ پہلی بار اس کا دل دھڑکا تھا اور یہ سعد جیسے لوگ تو محض پڑاؤ ہوتے ہیں اصل منزل تک پہنچنے کا، تقریب بخیر و خوبی اپنے اختتام پہنچی تھی، رخصتی کے متعلق ابھی کچھ طے نہیں کیا گیا تھا، کھانا کھانے اور فوٹو سیشن

کھڑے تھے۔

"انکل آنٹی اگر آپ لوگ اجازت دیں تو کیا میرب کو میں ڈراپ کر سکتا ہوں۔" زارون نے اپنائیت بھرے انداز میں بہت ادب سے ریکوئسٹ کی تھی، میرب کا چہرہ اس لمحے دیکھنے والا تھا، نگین کے لبوں پہ دبی دبی مسکراہٹ تھی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں بیٹا، ہمیں کیا اعتراض ہونا ہے، اب تمہاری بیوی ہے، تمہارا حق بنتا ہے۔" طیبہ نے اس کے لاکھ اشاروں پہ بھی زارون کو اجازت دے دی تھی، وہ مرتی کیا نہ کرتی کے تحت اس کے ساتھ چلی آئی تھی، اس کی خشمگیں نگاہوں کو دیکھ کر نگین بھی ساتھ ہی آئی تھی، دل کو تھوڑی سعی ہوئی کہ چلو وہ ساتھ ہی چل رہی ہے، مگر جب وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تو نگین دروازہ بند کر کے دور ہٹ گئی تھی اور زارون نے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی، مطلب کہ نگین ساتھ نہیں جا رہی تھی، اس کی ہتھیلیوں سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا، دل کی دھڑکن حدا سے سوا تھی، زارون نے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک نگاہ اس پہ ڈالی اور پھر ہاتھ بڑھا کر میوزک آن کر دیا تھا۔

یہ جھونکا تیرے گھر کا راستہ بنے گا
اکیلے میں تجھ سے ملا تو کہے گا
دیکھ تیرا کیا رنگ کر دیا ہے
خوشبو کا جھونکا تیرے سنگ کر دیا ہے

اس وقت حسب حال بول گاڑی میں گونجنے لگے تھے، زارون زیر لب مسکرا دیا تھا، خوشی اس کے ہر انداز سے پھوٹ رہی تھی۔

تو آ جا میں تیرے سنگ چلوں
سترنگی کرے کر رنگ چلوں

"سو کیسا لگ رہا ہے مسز میرب زارون حیدر۔"

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

گاڑی میں گونجی تھی، وہ شوخ نگاہ سے اسے دیکھ رہا تھا، آج تو موصوف کہ رنگ ڈھنگ ہی نرالے تھے، وہ بنا جواب دیئے خاموشی سے اسی طرح باہر دیکھتی رہی تھی، جس طرح سے پچھلے دس منٹ سے دیکھ رہی تھی۔

"میرب آخر کب ناراض رہو گی یار۔"

"گاڑی روکیں۔"

"کیا مطلب گاڑی روکوں۔" زارون نے اس غیر متوقع بات پہ اسے حیرانگی سے دیکھا تھا۔

"میں کہہ رہی ہوں نا گاڑی روکیں آپ۔" وہ اب بھی اسی طرح رخ موڑے اپنی بات دوہرا رہی تھی۔

"اس طرح سے بیچ سڑک پہ گاڑی روکنا رسکی ہے میرب، بات کو سمجھا کرو، پاگل پن مت کرو۔" زارون نے گاڑی کی اسپیڈ ضرور کم کر دی تھی، مگر گاڑی مکمل روکی نہیں تھی۔

"ہاں ہوں میں پاگل، میں پاگل ہوں بے وقوف ہوں، تو کیوں شامل کیا مجھے اپنی زندگی میں، کیا فرق پڑتا ہے آپ کو کہ میں آپ کی زندگی میں رہوں یا نہیں۔"

"میرب۔" زارون نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی تھی، اسے میرب کی بات سے تکلیف ہوئی تھی، مطلب کہ اس لڑکی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی، اب جبکہ نکاح ہو چکا تھا تب بھی۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو بتاؤ مجھے، میں سن رہا ہوں، یہی چاہتی تھی نا تم کہ میں پہل کروں، تم تک آؤں۔" میرب نے حیران نظروں سے، اسے دیکھا تھا۔

"یا اللہ اسے کیسے پتہ چلا کہ میں کیا چاہتی ہوں۔"

"میں نے اپنے اور تمہارے درمیان کھڑی انا کی دیوار کو محبت سے گرا دیا، کتنی بار تم سے بات کرنے کی ملنے کی کوشش کی مگر تم نہیں مانی، پھر اب کیوں ناراض ہو، ہاں میں نے نادانستگی میں تمہیں ہرٹ کیا، تکلیف پہنچائی، مگر تم جانتی ہو کہ میں کس فیز میں تھا اور سب کچھ جانتے پوچھتے بھی اس سے نکلنا نہیں چاہ رہا تھا، مگر تم نے احساس دلایا، تم نے محبت کو پھر سے میرے اندر جگایا، مجھے رنگوں کی روشنیوں کی زندگی کی تمام تر رعنائیوں کی طرف پھر سے لوٹایا، پھر بھی کہتی ہو کہ مجھے فرق نہیں پڑتا ہے۔" اب وہ اس کی طرف رخ کیے بیٹھا تھا اور اس کی کتھئی آنکھوں میں لکھی سچائی میرب با آسانی پڑھ سکتی تھی۔

"آپ نے ہمیشہ مجھے غلط سمجھا، ڈی گریڈ کیا، میں نے کبھی آپ کی زندگی میں زاریہ کی جگہ لینے کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ ہی کبھی کروں گی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کا آپ کی زندگی میں کیا مقام ہے، لیکن ہاں سب جاننے کے باوجود بھی میں آپ کو پسند کرنے لگی تھی، تو کیا کسی کو پسند کرنا بری بات ہے جرم ہے۔" اس نے نگاہ اٹھا کر اپنے پاس بیٹھے زارون سے پوچھا تھا۔

"بالکل نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلا کر اس کی تائید کی تھی۔

"مگر آپ نے کہا کہ میں صرف آپ کی اسٹوڈنٹ ہوں اور نگین کی دوست اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں، سالگرہ والے دن سب کے سامنے میری اتنی انسلٹ کی، میرا گفٹ دیکھا تک نہیں، حالانکہ میری کوئی غلطی بھی نہیں تھی، وہاں ٹرپ پہ بھی بارہا سب کے سامنے مجھے ڈانٹا، جب میں وہاں گھوڑے سے گر گئی تھی، تو میں وہاں اتنا ڈر گئی تھی تو جب آپ کو وہاں دیکھا تو ایک اپنائیت کا احساس ہوا، اس ڈاکٹر کو میں نے

WAQAR ZEEM
www.pakistanipoint.com

نہیں کہا تھا کہ مجھے آپ کی بیوی سمجھے، آپ نے پھر بھی مجھے ہی ڈانٹا، کبھی میرے کسی میسج کا جواب نہیں دیا۔" وہ اس طرح معصومانہ سے شکوے کرتی سیدھی اس کے دل میں اتر رہی تھی، زارون خاموشی سے ہاتھ تھوڑی تلے ٹکائے اسے سن رہا تھا۔

"اور اب جبکہ میں ہر امید توڑ کے بیٹھی تھی تو ہیرو بن کر آ گئے دوبارہ سے، صرف اس لئے ناں کہ میں اور میری فیملی تکلیف میں تھے، آپ نے سوچا کہ فیملی کے کہنے پہ کہیں تو شادی کرنی ہے ناں اسی سے کر لیتا ہوں، مجھے بس اسی بات سے تکلیف ہوئی، اگر واقعی میری سعد سے شادی ہو جاتی تو، اگر محبت کا احساس ہو ہی گیا تھا تو پہلے کیوں نہیں آئے، صرف اس لئے ناں کہ میں خود آئی آپ کے پاس، کبھی میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ کبھی خود سے اب پہل نہیں کروں گی چاہے کچھ ہو جائے۔"

نین کٹورے پانیوں سے بھرنے لگے تھے، میرب کو تو گویا زمانوں کے بعد دل کے پھپھولے پھوڑنے کا موقع ملا تھا، وہ بھلا خاموش کیونکر رہتی، اس نے دل میں جمع تمام شکوے کر ڈالے تھے اور مزے کی بات زارون زیر لب مسکراہٹ لئے اسے سن رہا تھا، گویا اس سے اہم کام کوئی اور نہ ہو۔

"بس یا کچھ اور۔" وہ چپ ہوئی تو زارون نے ابرو اٹھا کر پوچھا تھا، وہ جھینپ کر مسکرا دی تھی اور نفی میں سر ہلا دیا تھا، میرب کے سنگھار نے بھی اس کے ساتھ شور مچایا تھا، زارون نے دلچسپی سے اس کے سجے سنورے روپ کو دیکھا تھا، وہ پورا پورا اس کے لئے سجی تھی، اس کے نام ہو چکی تھی، اپنی تمام تر محبتوں سمیت، وہ خوش کیوں نہ ہوتا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم نے کبھی بھی میری زندگی میں زاریہ کی جگہ لینے کی کوشش نہیں کی اور میں ایسا چاہتا بھی نہیں کہ تم کبھی اس کی جگہ لو، کیونکہ تمہارا اپنا الگ ایک مقام ہے، تم میرے لئے اپنی جگہ بہت خاص ہو اور میری خواہش کہ تم ہمیشہ ایسی ہی رہو، زاریہ میرا ماضی تھی، جو ہمیشہ میرے دل کے ایک کونے میں محفوظ رہے گی، تم حال ہو اور میں مستقبل میں بھی تمہیں ہی دیکھنا چاہتا ہوں، ہمیشہ اپنے ساتھ۔" زارون نے اس کی صبیح پیشانی سے لٹکتی سنگھار لٹ کو سیدھا کیا تھا، اس کی تحریر انگلیوں کے لمس نے میرب کے دل کی دھڑکنوں کو بڑھا دیا تھا۔

"اول روز سے جانتا تھا کہ تم مجھے پسند کرنے لگی ہو، کیونکہ تمہاری آنکھوں کے یہ رنگ میرے لئے انجان نہیں تھے، پسند تو میں بھی کرنے لگا تھا، شاید اس روز سے جب میری ٹائی بناتے تمہارے ہاتھ پہ خراش پڑی تھی یا شاید اس روز سے جب تم اس بلی کے بچے کی مرہم پٹی کر رہی تھی پودوں کے پچھلے لان میں، لیکن اس دن تو پوری شدت سے تمہاری محبت کو اپنے دل میں محسوس کیا تھا، جب تم گھوڑے سے گر رہی تھیں، مجھے لگا کہ تمہیں میں کھو دوں گا اور اسی احساس نے مجھے عجیب سا کر دیا تھا، میں محبت کرنے لگا تھا، تمہیں کھونے سے ڈرنے لگا تھا مگر خود سے اعتراف کرنے سے ڈرتا تھا، کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ مجھے بھی دوبارہ محبت ہو ہی نہیں سکتی ہے لیکن ایسا ہو رہا تھا اور پوری شدت سے ہو رہا تھا، مجھے اس بات سے تکلیف نہیں ہوئی کہ تمہاری سعد سے منگنی کیوں ٹوٹی ہاں اس بات سے ضرور ہوئی کہ تمہارا نام میرے علاوہ کسی اور سے جڑنے والا ہے اور میں کچھ نہیں کر پا رہا ہوں، لیکن پھر دیکھو تمہاری قسمت میں میرا ہی نام لکھا تھا، اس لئے اللہ نے اسے میرے دل پہ بھی لکھ دیا، اتنا کافی

ہے یا کچھ اور بھی سننا ہے پاگل لڑکی اور ہاں وعدہ رہا آئندہ ہر میسج کا جواب دوں گا اور روز کال بھی کروں گا، اب خوش۔'' زارون نے اس کے مہندی لگے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھینچ رکھا تھا، ہولے سے اس کے سر سے اپنا سر ٹکرایا تو وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی تھی، وہ بھی ہنس دیا تھا۔

''آئی ایم سوری، میں نے آپ کے ساتھ روڈ لی ہیو کیا، بس میں خفا ہوگئی تھی، ڈر گئی تھی کہ آپ کو کھودوں گی، میں جو ہر قسم کے حالات کا بہادری سے مقابلہ کرلیتی ہوں، محبت کے معاملے میں کمزور پڑ گئی تھی، آپ کی خاموشی نے مجھے توڑ دیا تھا، بس اس لئے میں پیچھے ہٹ گئی تھی۔'' سر جھکائے اس نے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا تھا، وہ پاس تھا تو گویا ہر غم ہر تکلیف، ہر شکوہ خود بخود ہی ختم ہوگیا تھا۔

''بس میری قسمت، اب تو ساری زندگی یہی ہونا ہے۔''

''کیا مطلب۔'' سنجیدہ سی بات کے جواب میں زارون کی دہائی میرب نے اسے گھورا تھا، وہ کھل کر ہنس دیا تھا، وہ ہنستا ہوا کتنا اچھا لگتا ہے، کتھئی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی اس لمحے۔

''مطلب یہ کہ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ تم ساری زندگی مجھ سے لڑتی رہو، روٹھتی رہو اور میں تمہیں مناتا رہوں، تمہیں پتہ ہے اس طرح سے بولتے ہوئے لڑتے ہوئے روتے ہوئے، تم کتنی کیوٹ لگتی ہو میرب لڑاکا بلی بنی تھی۔''

وہ اب اسے تنگ کر رہا تھا، وہ پاس تھی دل کے قریب تھی تو روح میں کیا سکون سا اتر رہا تھا۔

''مطلب میں ساری زندگی اسی طرح جلتی کلستی رہوں گی۔'' وہ روٹھی تھی۔

''ہاں کیونکہ میں تو بدلنے والا نہیں ہوں۔''

وہ لاپرواہ سے تھا۔

''میں آپ کو بدل دوں گی۔'' انداز چیلنج تھا۔

''بدل تو تم نے دیا ہے میرب، تمہارا رنگ مجھ پہ بہت گہرا چڑھا ہے میرب اور میں چاہتا ہوں کہ محبت کا یہ رنگ ہمیشہ ہم یہ اسی طرح چڑھا رہے اور ہم ہمیشہ اسی طرح اس ست رنگی محبت کے پھوار میں بھیگتے رہیں۔''

وہ اب اس سے عہد و پیمان کر رہا تھا اور سر جھکائے اسے سن رہی تھی، اس کی کتھئی پلکیں لرز رہی تھیں، زارون نے ہولے سے انگلی پور سے انہیں چھوا تھا۔

''میرا خیال ہے مسز، اب ہمیں گھر چاہیے، سب لوگ گھر پہنچ گئے ہوں گے اور ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے، یا کیا خیال ہے پھر کہیں تو یہیں سے ہی پہاڑوں پہ چلیں اور پھر سیدھے سیف الملوک کی پریاں دیکھیں۔'' وہ شرارت سے اس کی طرف جھکا تھا، اب دل کی فرمائش کے سوا ہونے لگی تھی، سو بہتر یہی تھا کہ واپسی کی راہ لی جائے، وہ ایک دوسرے کے نام ہو چکے تھے، شرعی رشتے میں بندھ چکے تھے، دل کی اطمینان کو یہی کافی تھا، اب کوئی غلط فہمی کوئی دوری رکھے بیچ نہیں آسکتی تھی۔

''جی نہیں گاڑی چلایئے اور مجھے میرے گھر ڈراپ کیجئے اور رخصتی کا خیال فی الحال اپنے دماغ سے نکال دیجئے جناب۔'' وہ سیٹ پہ سیدھی ہو کر بیٹھی تھی اور اپنے ازلی شوخ پن سے بولی تھی۔

''دیکھتے ہیں۔'' زارون نے کندھے اچکا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی،

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

انسان غفلت میں ہے

عابدہ حسین

روگ کے دریچوں پر
کب دیا کوئی جلتا ہے
من ہی من سلگتا ہے
عشق ہی پھر جلتا ہے

اس کے وجود کی آگ اسے کب سے اندر ہی اندر جھلسا رہی تھی، کاش میں ایک بار میں ہی جل کر خاک ہو سکتی، مگر یہ جو موت ہے ناں۔

''یہ انسان کے بس سے باہر ہے، قطعی بے اختیار ہے یہ انسان۔'' اس نے گہری آہ خارج کی۔

''ہائے۔'' اس اچانک تیز آواز پر سوچوں کا تسلسل ٹوٹا، مگر ذہن شاید ابھی بھی وہیں تھا بھی تو قطعی خالی نگاہوں سے وہ نرمین کو دیکھتی چلی گئی۔

''کہاں غائب تھیں تم؟'' دھپ سے کتابیں عین شوال کے پاس رکھ کر وہ خود بھی بیٹھ گئی تھی، شوال نے گہری سانس خارج کی اور خود

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ناولٹ

کو موجودہ منظر کا حصہ بنایا۔

''بخار تھا۔''

''اچھا، کیا ڈاکٹر نے بخار میں کال اٹینڈ کرنے سے بھی پرہیز بتایا تھا۔'' نرمین نے طنز کیا وہ خجل سی ہوئی۔

''قسم سے نرمین طبیعت خراب تھی دل الگ بوجھل سا تھا موبائل کی شکل تک نہیں دیکھی، اتنے دن سائلینٹ پر تھا تمہاری کال کا علم بھی نہ ہوا۔''

''آگ لگے تمہارے دل کو، جانے کس کے غم میں بوجھل رہتا ہے۔''

''بکو مت۔'' نرمین کی بات پر وہ برا مان گئی۔

''سچ سچ بتاؤ کوئی روگ تو نہیں لگا لیا کسی کا دل کو۔'' نرمین نے شوخی کی۔

''روگ!!'' زہریلی سی مسکراہٹ اتری تھی لبوں پر۔

''اور تم اچھے سے جانتی ہو نرمین ایسا ممکن نہیں۔'' شوال نے اسے دیکھا۔

''ارے ہاں، میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تمہیں صنف مخالف سے ویسے ہی خدا واسطے کا بیر ہے۔'' اس نے سرد آہ بھری، پھر بیگ سے موبائل نکالا تو جیسے سر پیٹ کر رہ گئی۔

''ارے یار، دو بج گئے چاچو تو غصے سے غبارہ بن گئے ہونگے۔'' وہ عجلت سے اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔

''اور تم کیوں اتنے سکون سے بیٹھی ہو گھر نہیں جانا۔'' اس نے اطمینان سے بیٹھی شوال کو دیکھا۔

''میں تیار ہوں، تمہاری منتظر تھی۔'' شوال نے حجاب درست کرتے ہوئے جواب دیا تھا اور نرمین سے پہلے ہی بیگ سنبھالتی اٹھ گئی۔

''چل یار، چاچو تو مجھے کھا جائیں گے۔''

''تم سے اک بات کہوں نرمین مائنڈ تو نہیں کروگی۔'' شوال نے چلتے چلتے اسے دیکھا۔

''حد ہو گئی شوال تم میری بیسٹ فرینڈ ہو تمہاری بات کا کیوں برا مناؤں گی کہو۔'' نرمین نے گھورا۔

''تم اپنے چاچو سے کچھ زیادہ فرینک نہیں ہو، آئی نو نرمین ان کا اور تمہارا محرم رشتہ ہے مگر یہ جو دور حاضر ہے ناں بہت برا ہے، بہت ظالم اس نے تو رشتوں سے تقدس اور اعتبار ہی ختم کر دیا ہے محتاط رہا کرو۔''

''شوال؟'' نرمین نے انتہائی بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''وہ میرے سگے چاچو ہیں بہت محبت کرتے ہیں مجھ سے، اور یار تم تمہارے اندر یہ اتنی تلخی کیوں ہے؟''

''مانا کہ وہ سگے چاچو ہیں تمہارے، مگر کیا تم ان پر مکمل اعتبار کر سکتی ہو کہ وہ.....''

''خود سے زیادہ اعتبار ہے ان پر پلیز شوال۔'' نرمین نے اسے ٹوکا، شوال چپ ہو گئی وہ سمجھ گئی تھی کہ نرمین برا مان گئی ہے۔

''حد ہے نرمین ایک گھنٹہ ہو گیا ہے مجھے۔'' چاچو اسے دیکھتے ہی چیخے، پھر اس کے ساتھ کھڑی شوال کو دیکھ کر چپ ہو گئے۔

''ایم سوری چاچو، مجھے پتہ نہیں چلا کہ دو بج گئے۔'' اس نے وضاحت کی۔

''اب چلو!'' اسے گھورتا وہ آگے بڑھا۔

''تم بھی آجاؤ ہم.....''

''نہیں تھینکس۔'' شوال نے اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی کہا تو طلال یوسف بے ساختہ مڑ کر دیکھنے لگا، وہ سر تا پیر مکمل شرعی پردے میں تھی، اگلے ہی لمحے اس نے نگاہ خود بخود جھکا لی تھی۔

☆☆☆

''قسم سے چاچو آئیڈیل لڑکی ہے آپ کے لئے، آپ کی سوچ سے میچ کرتی ہے۔'' طلال یوسف نے نہایت بیزاری سے ہمیشہ والا راگ الاپتی بھتیجی کو دیکھا۔

''بس ایک بار آپ ہاں کہہ دیں باقی میں سنبھال لونگی۔'' اس کی رٹ پر طلال نے سر پیٹا۔

''مجھے یقین ہے بھابی کہ آپ کی یہ بیٹی یقیناً پاگل ہو چکی ہے۔'' طلال نے سبزی بناتی اس کی امی کو مخاطب کیا وہ ہنس دیں۔

''تمہاری شادی کی خواہش کرنا پاگل پن ہے کیا؟'' امی نے بھی اس کی سائیڈ لی تو وہ چہک اٹھی۔

''یاہو۔''

''ایمان سے امی آپ بھی ایک بار شوال کو دیکھ لیں ناں تو فوراً ہی اسے دیورانی بنانے کو تیار

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ہو جائیں گی، کاش میرا کوئی بڑا بھائی ہوتا تو سچ میں اسے بھابھی بنانے میں لمحے نہ لگاتی، اب تو چاچو کی منتیں کرنی پڑ رہی ہیں۔"

"چلو جی ایموشنل بلیک میلنگ شروع۔" طلال مسکرا دیا۔

"نرمین یہ شادی کے معاملات ہیں کوئی کھیل نہیں ہے۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

"بھابھی آپ سمجھائیں ناں اسے۔"

"ہاں طلال تم ٹھیک کہہ رہے ہو، مگر ایک بار دیکھ لینے میں کیا حرج ہے، ہوسکتا ہے وہ واقعی تمہاری سوچ اور خیالات جیسی ہو۔" وہ گہرے سانس خارج کرتا اٹھا۔

"مرضی ہے آپ کی۔"

"لیکن بھابھی اگر ایسا کوئی ارادہ ہو تو یاد رکھیے گا کہ میں ایک بار اسے ملنا چاہوں گا پھر ہی کوئی فائنل فیصلہ لونگا۔" وہ اس معاملے میں خاصا محتاط تھا، اس کے ساتھ حادثہ بھی تو ایسا ہو چکا تھا کہ اس کا یہ رویہ حق بجانب تھا، بھابھی نے اثبات میں سر ہلایا، یہ بھی بہت تھا کہ وہ راضی تو ہوا تھا۔

"نرمین پھر کسی دن مقرر ہیں شوال کے گھر۔" امی کی بات نے اسے سرشار کر دیا۔

"جی امی۔"

"مگر پیپرز کے بعد۔"

"ہوں۔" وہ سبزی والی ٹوکری اور چھلکے سمیٹ کر اٹھنے لگیں جبکہ نرمین یہ سوچ رہی تھی کہ اس سے بات کیسے کرے گی وہ تو مردوں کے نام سے متنفر ہے۔

☆☆☆

"امی سے ہمیشہ یہی سنا ہے کہ یہ معاشرہ مردوں کا ہے۔"

"مگر نرمین میں نے تو یہی سیکھا یہ معاشرہ مرد کا نہیں گدھ اور بھیڑیوں کا ہے جنہیں نوچنے کے لئے جسم درکار ہوتا ہے اور یہ گدھ یہ نہیں سوچتے کہ جسم کس کا ہے اور اس سے ہمارا کس قدر معتبر رشتہ ہے، انہیں تو صرف گوشت پوشت سے بنی عورت کے جسم کی بھوک ہوتی ہے اور اس بھوک میں یہ ہر مقام ہر رشتہ چاہے کتنا ہی پاکیزہ ہو پیروں تلے روند دیتے ہیں اور نرمین مجھے نفرت سے گھن آتی ہے مجھے ان جسموں کے بھوکے گدھوں سے۔" شوال کے چہرے کا کرب نرمین کو اپنے اندر اترتا محسوس ہوا اس کے لہجے میں کراہیت تھی، وہ نہیں جانتی تھی کہ آخر وہ کیا وجہ ہے جس نے شوال کے اندر اتنی نفرت بھر دی تھی، انہیں تو ہمیشہ یہ ہی بتایا گیا اور خود اس کی زندگی میں جتنے مرد معتبر رشتوں کے روپ میں تھے، سب قابل فخر تھے، اس کا ماننا تھا کہ "اس معاشرے میں عورت بہت کمزور ہے اور عورت کی اصل طاقت یہی مرد ہے یہ ہی ہیں تو اک عورت کے محافظ ہیں جو مختلف روپ اور رشتوں میں ہمارے سائبان ہیں۔"

"شوال آئی ایم سوری یار، میں نہیں جانتی کہ تمہارے اندر یہ تلخی کیوں ہے مگر میں نے مرد کو ہر رشتے میں بہت معتبر اور قابل فخر پایا ہے، ہوسکتا ہے شوال کسی ایک مرد نے تمہیں دکھ دیا ہو مگر ہم محض اک مرد کے لئے سب سے نفرت نہیں کر سکتے۔" نرمین نے بہت تحمل سے اس کی باتیں سنیں اور پھر اسے سمجھانے کو بہت مدبرانہ انداز اختیار کیا۔

"ہاں نرمین تم کہہ سکتی ہو اور میری دعا ہے کہ تمہارا یہ فخر اور اعتبار ہمیشہ سلامت رہے۔" شوال کے چہرے پہ چھانے والی سختی میں قدرے نرمی آئی تھی۔

"طلال چاچو بہت اچھے اور سلجھے ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

انسان ہیں، انہیں بھی آج کل کی لڑکیوں کی ضرورت سے زیادہ غیر ذمہ داری بے پردگی بہت بری لگتی ہے، ان کے خیالات سے تم بہت ملتی جلتی ہو بھی..... اور آئی بلیو شوال وہ تمہارے لئے آئیڈیل شوہر ثابت ہونگے۔"

"اچھا!" نرمین نے جتنی سنجیدگی سے کہا تھا وہ اتنا ہی زور سے ہنسی تھی، پھر یکدم چپ ہوگئی۔

نرمین کے دل کے خدشات بڑھ گئے، اسے یقین ہوگیا کہ وہ منع کردے گی۔

"تم میری بہت اچھی دوست ہو نرمین اس خودغرض کے دور میں بہت مخلص اور قابل اعتبار، مجھے تم سے امید نہیں تھی کہ میری سوچ اور احساسات کو جان کر بھی تم یہ قدم اٹھاؤ گی۔" شوال کی بات پر لب بھینچے وہ اسے دیکھتی چلی گئی۔

"بہت معذرت شوال، آئی نو کہ میں جو بات کہنے لگی ہو وہ تمہیں بری لگے گی، تمہاری سوچ اور احساسات اپنی جگہ مجھے اتنا اندازہ ہے کہ تمہاری اس سوچ کے پیچھے یقیناً کوئی بہت برا حادثہ ہے مگر مائی ڈیئر شوال خاور احمد یہ بھی سچ ہے کہ اس معاشرے میں سروائیو کرنے کے لئے تمہیں انہی مردوں کے حوالے کی ضرورت ہے، انہی سے تمہاری شناخت ہے، تم لاکھ انکار کرو، نا مانو مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ تم ان کے بنا اس معاشرے میں نامکمل ہو، اک تحفظ اک سائبان یہ مرد ہی ہیں ہمارے لئے، آج نہیں تو کل تمہیں یہ بات ماننا ہوگی۔" نرمین بہت سنجیدگی سے اپنا پوائنٹ آف ویو دے رہی تھی مگر شوال کے چہرے پر کرختگی تھی۔

"پھر میں امید رکھوں کہ تم دوبارہ ایسا کوئی سوال نہیں کرو گی مجھ سے۔" شوال اس کے خاموش ہونے کے بعد اتنے اطمینان سے گویا ہوئی کہ جیسے نرمین کی تمام تر باتیں بے معنی اور بے مقصد ہوں۔

"یو آر میڈ۔" نرمین نے غصے سے کہا۔

"مگر! مائنڈ اٹ میں بار بار دہراؤں گی، یہ سوال تاوقت تمہیں احساس نہ دلا دوں۔"

"اینڈ دس از امپاسبل۔" اس بار وہ بہت سنجیدہ تھی نرمین اسے دیکھتی چلی گئی۔

☆☆☆

"اماں یہ لڑکی پاگل ہو چکی ہے، پاگل خانے بھیج دیں اسے اس کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے اس منحوس نفسیاتی لڑکی کا۔" رضیہ خاور کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"ساری غلطی میری ہے اماں، کاش میں نے ان دن اسے نہ بچایا ہوتا مر جاتی جان کو سکون ملتا میری، ارے اس ٹیننٹل گرل نے تو قسم کھالی ہے مجھے ذلیل کرنے کی۔" وہ مزید چیخیں شوال کے چہرے پر بے آواز آنسو پھیل رہے تھے۔

"کاش! مما آپ مجھے واقعی اس دن نہ بچاتیں۔" اس کے لبوں نے دھیرے سے سرگوشی کی۔

"نہ میرا بچہ!" نانی نے دل تھام لیا۔

"شکر ادا کرو کہ حرام موت سے بچ گئیں۔" اس نے دکھی نظروں سے نواسی کو دیکھا۔

"اور یہ حرام زندگی اپنا گندہ غلیظ وجود، نانی مجھے گھن آتی ہے خود سے، میرا دل کرتا ہے کہ اپنے جسم کا ریشہ ریشہ نوچ ڈالوں۔" وہ جیسے چلائی تھی۔

"اور آپ! رضیہ خاور احمد آپ، آپ یوں چلا کر، یہ بے تاثر سے الفاظ ادا کرکے بری الزماں نہیں ہوسکتیں یہ سچ ہے اور ایک کھلا اور کڑوا سچ ہے کہ غلطی ہے آپ کی ہے۔"

"ہاں ہاں ہے ناں، میں کب منکر ہوں بھلا، اس سے بڑی اور کیا غلطی ہوگی میری کہ میں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

نے تمہیں جنم دیا، پتہ ہوتا کہ تم جیسی منحوس لڑکی پیدا ہو گی تو نہ کرتی یا پھر پیدا ہوتے ہی گلا دبا دیتی۔'' رضیہ بیگم نے نفرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا، یہ لڑکی انہیں اتنا اسٹریس دیتی تھی کہ حد نہیں۔

اور یہ ٹینشن نا صرف اندرونی بلکہ ان کی سکن اور اس کے بالوں کو بھی بے حد متاثر کرتی تھی وہ ان تھک کوشش سے خود کو میٹین کرتیں اور شوال۔

''ہاں تو اب سدھار لیں غلطی، اب بھی آپ یہ کام کر سکتیں ہیں دبا دیں میرا گلا، مار دیں مجھے، دبا تیں میرا گلا۔'' وہ ہذیانی سی ہو کر ان کے سامنے آن کھڑی ہوئی نانی کو اس لمحے اس پر بہت ترس آیا۔

''جس طرح آپ نے تربیت کی ہے وہ تربیت اسی قابل ہے کہ میں مر جاؤں، شرم آتی ہے مجھے اپنی تربیت پر۔''

''لعنت ہو تم پر ناشکری اور ناخلف اولاد، ارے لوگ ترستے ہیں ایسی زندگی کو۔''

''اور اس زندگی پر لعنت بھیجتی ہوں۔'' وہ زاروقطار رو رہی تھی اور نانی کا کلیجہ کٹ رہا تھا اسے دیکھ دیکھ کر، وہ غلط نہیں کہہ رہی تھی۔

انہیں تو خود سخت افسوس ہو رہا تھا، اور افسوس تو واجب تھا ناں، وہ معمار جو پورے خلوص ایمانداری کے گارے سے عمارت تعمیر کر کے، اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کرے، مگر پھر بھی عمارت ذرا نہ جھیل سکے تو دکھ تو ہوتا ہے۔

رضیہ سلطانہ! آہ یہ نام رکھا تھا انہوں نے اپنی بیٹی کا اور بہت چاؤ سے رکھا تھا منتوں مرادوں کے بعد دو بیٹوں کے بعد ملی اور ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی، لاڈ پیار اپنی جگہ مگر انہوں نے بیٹی کی تربیت میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی

نہیں برتی تھی، پھر بھی آج اپنی بیٹی کو دیکھ سخت دکھی تھیں۔

''اسے اچھی طرح سمجھا دیں اماں کہ میں اس کی ضد نہیں مانوں گی۔'' اور زہریلی شوال پر ڈالی اور اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر چل د نانی سسکتی ہوئی شوال کے پاس آئیں اور ا بانہوں میں بھر لیا۔

''نانی انہیں کہیں مجھے مار دیں، مجھے سے گھن آتی ہے، روز جب اپنا وجود دیکھتی ہو لگتا ہے کہ دہکتی ہوئی کسی بھٹی میں جل ہوں۔'' وہ پاگلوں کی طرح روتی جا رہی تھی بڑبڑاتی جا رہی تھی اور نانی اسے خود میں سمو اس کا درد اپنے اندر اتار رہی تھیں اور سوچ تھیں کہ۔

''کیا غلط ہے جو ہم پر روز قدرتی آفا نازل ہو رہی ہیں، ہم اور ہمارے اعمال تو قابل ہیں کہ ہمیں غارت کر دیا جائے، قوم لو طرح عذاب دیا جائے، مگر وہ کریم ہے ب کریم، اس کی رحمت کی اس کے کرم کی کوئی نہیں، جو ہمیں روز موقعہ دے رہا ہے کہ میر بندے تو ہو کر لے، میری طرف لوٹ آ، اور ہیں کہ ایک مکمل ضابطہ حیات کے ساتھ جنہیں دین ملا جس میں نجات ہے، جس میں زند گزارنے کے تمام ڈھنگ ہیں اور ہم بظ مسلمان رہ گئے ہیں اور ہمارے مسلمان ہونے ہمارا کوئی اختیار نہیں، یہ بھی اس رب کی دین اس کا ہم پر کرم ہے جو ہمیں مسلمان پیدا کیا، ا محبوب کا امتی بنایا اور ہم ناشکرے نافرمان مغر معاشرے کو راہ نجات جان کر اندھا دھند ان تقلید کر رہے ہیں، ہم اس قدر مغربی معاشرے غلاظت میں دھنس گئے کہ اپنے اقدار اپنے ر تک پامال کرنے لگے ہیں، مغرب کی یہ اند

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

تقلید ایک ناسور کی طرح ہمارے معاشرے کی جڑوں میں پھیل رہی ہے اور ہم دھیرے دھیرے اس ناسور کا شکار ہو کر خود اپنے ہاتھوں اپنا معاشرہ کھوکھلا کر رہے ہیں، ہمارے معاشرے کو مغربی کینسر ہو ہے جو اب لاعلاج ہو چکا ہے۔''

☆☆☆

نرمین کے لئے یہ انتہائی حیران کن خبر تھی جب امی نے اسے بتایا کہ وہ آج شوال کی طرف جائیں گی۔

''مگر امی پہلے ہمیں ان سے فون پر بات......''

''ہو چکی ہے، تم نے جو گھر کا نمبر دیا تھا میں نے پچھلے ہفتے اس نمبر پر کال کی تھی شوال کی نانی سے بات ہوئی تھی، انہوں نے تو سرسری سا ہی لہجہ اپنایا تھا مگر کل شوال کی مما نے خود کال کی تھی اور ہمیں بلایا ہے آج۔'' حالانکہ یہ بریکنگ نیوز تھی اور نرمین کو تو سب سے زیادہ خوش ہونا چاہیے تھا مگر وہ عجیب سی کیفیت سے دو چار تھی، شوال کے صاف الفاظ میں منع کے بعد یہ سب، ایک سوالیہ نشان تھا آگے۔

''اب تمہیں کیا سانپ سونگھ گیا ہے؟'' اس کے یوں ساکت بیٹھنے پر امی نے پوچھا تو وہ چونکی۔

''نہیں تو، کچھ بھی نہیں۔'' بے وجہ ہنسی۔

''چاچو بھی جائیں گے۔''

''شوال کی مما نے تو کہا تھا کہ لڑکے کو بھی لے کر آیئے گا مگر نہ تمہارے ابا مانے اور نہ چاچو۔'' نرمین کی سوچیں الجھیں، شوال کو دیکھ کر وہ یہ ہی اندازہ لگا پائی تھی کہ ان کی فیملی خاصی مذہبی ہو گی اور اس کی نانی کے گھر کا ماحول بھی واقعی بہت مذہبی اور سادہ سا تھا وہ کئی بار جا چکی تھی مگر شوال کی امی، وہ بہت الجھے ہوئے ذہن سے سارا دن تیاری کرتی رہی اور شام میں جب شوال کی نانی کے یہاں پہنچے اور شوال کی مما سے ملاقات ہوئی تو وہ شاکڈ تھی، شوال اور اس کی مما متضاد شخصیت تھیں، مانو مشرق اور مغرب۔

کئی لمحے تو امی بھی سراسیمہ سی رہیں، مگر شوال کی نانی سے مل کر ان کے دل کو تسلی ہوئی، مگر پھر بھی بار بار شوال کی مما پر نظر پڑتی تو وہ بے چینی محسوس کرتیں، بنا آستین اور کھلے گلے والے بلاؤز پر ان کی باریک ساڑھی ان کا ہیر اسٹائل میک اپ۔

''نانی شوال کہاں ہے؟'' دس پندرہ منٹ ویٹ کر کے نرمین پوچھے بنا نہ رہ سکی نانی مسکرائیں مگر جانے کیوں نرمین کو ان کی مسکراہٹ میں دکھ کا تاثر ملا۔

''ارے یہیں ہے میں بلاتی ہوں اسے۔''

عجلت میں رضیہ بیگم اٹھی تھیں اور جب دس منٹ بعد وہ آئیں تو شوال ان کے ساتھ تھی۔

بالکل سادہ دھلا ہوا چہرہ اور اچھے سے دوپٹے کو خود پر لپیٹے، وہ ساتھ آئیں ہوئی بھی متضاد ہی لگیں۔

''السلام علیکم!'' اس نے ادب سے سلام کیا امی اسے دیکھ کر کچھ مطمئن نظر آئیں، بہت مسکرا کر خوش دلی سے وعلیکم السلام کہا۔

''شوال بیٹھ جاؤ بیٹا۔'' نانی نے کہا وہ نرمین کے ساتھ ہی بیٹھ گئی، مگر انتہائی خاموش۔

''مسز سلیم اگر لڑکا بھی آ جاتا تو۔'' رضیہ بیگم نے کہنا چاہا۔

''جی دراصل......'' وہ ہچکچائیں۔

''ہمارے ہاں لڑکے نہیں جاتے یوں، بہت برا سمجھتے ہیں۔'' آخر قدرے توقف کے بعد وہ سچ کہہ گئیں۔

''اوہ، اٹس او کے۔'' رضیہ بیگم مسکرائیں۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''اچھا تو یہ بتایئے کہ آپ کے دیور جاب کیا کرتے ہیں؟''

''نہیں ہمارا اپنا کاروبار ہے میرے شوہر اور طلال دونوں مل کر وہ ہی سنبھالتے ہیں۔'' مسز سلیم نے بتایا۔

''اوں ہوں گڈ۔''

''کاروبار؟ کس طرح کا مطلب؟''

''ریڈی میڈ گارمنٹس۔'' اس بار نرمین نے جواب دیا تھا۔

''تم بہت چپ ہو؟'' وہ رضیہ بیگم کو جواب دے کر شوال کی طرف متوجہ ہوئی اور شوال یہ اندازہ لگا رہی تھی کہ اس کی مما نے اس رشتے پر اسی فیصد رضامندی اپنے رویئے کی لچک سے ہی ظاہر کر دی ہے، بنا طلال یوسف کو دیکھے، اب وہ کیا کرے گی۔

''نرمین ہم اندر چلیں میرے کمرے میں۔'' اس نے نرمین سے دھیرے سے کہا جس پر نرمین نے فوراً ہاں کر دی تھی۔

''مما ہم کمرے میں چلے جائیں۔'' اس نے اخلاقاً اجازت چاہی رضیہ بیگم نے مجبوراً سر ہلا دیا، مگر انہیں اندر ہی اندر دھڑکا لگا تھا کہ شوال کوئی بدمزگی نہ کر دے، حقیقت میں وہ اب شوال کی جلد از جلد شادی کر کے اپنی جان چھڑوانا چاہ رہی تھیں۔

شوال نرمین کا ہاتھ تھامے اسے اپنے روم میں لے آئی اور نرمین کو جیسے ہی موقع میسر آیا وہ چپ نہ رہ سکی۔

''امیزنگ یار، قسم سے اب تک حیران ہوں تمہاری مما سے مل کر، انہیں دیکھ کر اچھا خاصا جھٹکا لگا میں تو سمجھی تھیں وہ بھی تمہاری طرح ہونگی، مگر یار وہ تو زبردست خود کو کتنے اچھے سے انہوں نے مینٹین رکھا ہوا ہے۔'' شوال تلخی سے مسکرائی۔

''یہ نئی بات نہیں۔'' اس کی مما کی پرسنیلٹی سے اس کی فرینڈیوں ہی متاثر ہو جاتی تھیں، کبھی وہ بھی اپنی مما کو بہت آئیڈیلائز کرتی تھی، مگر اب نہیں، اسے کم از کم نرمین سے ان الفاظ کی امید نہیں تھی۔

''تم سے کچھ کہنا ہے۔'' وہ اصل موضوع پر آئی بنا وقت ضائع کیے۔

''تم میری سوچ میرے خیالات سے واقف ہو، مما نے ضد پکڑ لی ہے، کہ وہ ہر صورت میری شادی کریں گی۔'' نرمین اچنبھے سے اسے دیکھنے لگی۔

چلو اس الجھن سے تو خلاصی ملی یعنی شوال تو اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہے، یہ سب اس کی مما کر رہی تھیں۔

''تو اب تم بغاوت کرو گی؟'' نرمین بولی۔

''نہیں۔'' اس نے پوری سنجیدگی اور اعتماد سے نرمین کو دیکھا۔

''اگر مما چاہتیں ہیں تو ٹھیک ہے مگر تم میری دوست ہو مجھے یقین ہے ہمارے بیچ ہونے والی بات میری مما تک نہیں جائے گی۔''

''کون سی بات؟'' اس کا لہجہ نرمین کو بہت گہرا سا لگا۔

''میری مما کو یہ رشتہ ہر صورت قبول ہے میں جانتی ہوں مگر میں چاہتی ہوں کہ تمہاری طرف سے کوئی بھی فیصلہ ہو اس کے قبل میں تمہارے چاچو سے ایک بار بات کرنا چاہتی ہوں۔'' شوال بول رہی تھی اور نرمین آنکھیں پھیلائے صرف سن رہی تھی۔

☆☆☆

بال اب نرمین کی فیملی کے کورٹ میں تھی۔

نرمین کی امی شوال کو دیکھ کر مطمئن تھیں مگر رشتے محض لڑکی سے نہیں رشتہ پورے خاندان

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سے جڑتا ہے، وہ کشمکش میں تھیں جس کا برملا اظہار انہوں نے اپنے شوہر سے بھی کر دیا تھا۔

''اتنے امیر لوگ ہیں اتنا جدید طرز رہائش ہے خود بھی بہت لبرل ہیں، مگر شوال ان سے میچ نہیں کرتی اور اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود وہ اپنی نانی کے ساتھ رہتی ہے عام سے گھر میں، عجیب سا لگا سلیم صاحب۔''

''رضیہ بیگم نے بتایا تو تھا کہ والدہ کی تنہائی کی وجہ سے شوال کو ان کے پاس چھوڑا ہے اور......!!'' وہ بولتے بولتے رک سی گئیں۔

''اور ظاہر ہے کہ شوال کی شخصیت پر اس لئے ماں سے زیادہ نانی کا اثر ہے۔''

''کمال ہے بیگم خود ہی سوال اور پھر خود ہی جواب دراصل آپ مطمئن کسے کرنا چاہتی ہیں ہمیں یا خود کو۔'' سلیم یوسف نے مسکرا کر کہا۔

''پتہ نہیں بھئی میں تو سچ مانیں الجھ گئی ہوں۔'' وہ شش و پنج میں تھیں۔

''ارے بھئی اللہ مالک ہے ابھی آپ انہیں دعوت دیں گھر بلائیں تاکہ ہمارا گھر رہن سہن اور سب سے بڑھ کر طلال کو دیکھ لیں باقی معاملات تو پھر ہی ہونگے ناں ہم ٹھہرے سادہ سے لوگ، کیا انہیں پسند بھی آتے ہیں یا نہیں۔'' شوہر کی بات پر وہ کچھ پرسکون ہوئیں تھیں۔

طلال یوسف کو تمام صورتحال کا علم ہوا تو وہ بہت سنجیدگی سے بھابھی سے مخاطب ہوا۔

''عمر بھر کے رشتے الجھن میں نہیں جڑتے بھابھی، جب تک مطمئن نہ ہوں کوئی بھی حتمی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔'' مسز سلیم اس کی بات سے متفق تھیں۔

''طلال سچ کہوں تو شوال بہت اچھی لڑکی ہے، وہ اپنی نانی کے ساتھ۔''

''بھابھی یہی تو وہ سوال ہے ناں جو ذہن میں اٹھتا ہے کہ اتنے بڑے اور امیر وکبیر گھر کی لڑکی ہے وہ، ماں اور بیٹی کی شخصیت قطعی الٹ ہے بقول آپ کے اپنے......اور ایسا کیوں ہے؟ وہ اپنے گھر اور والدین کے ہوتے ہوئے بھی نانی کے ساتھ کیوں رہتی ہے؟'' وہ طلال کی باتوں پر پرسوچ انداز میں سر ہلا رہی تھی۔

''تمہارے بھائی کا تو کہنا ہے کہ انہیں گھر بلاؤ۔''

''بے شک بلائیں مگر یاد رکھیئے گا میری شرط ذہن میں رہے۔'' طلال نے اپنی بات کو اختتام کرتے ہوئے انہیں یاددہانی کرائی تھی۔

انہیں یاد تھا کہ طلال نے شرط رکھی تھی کہ رشتہ طے ہونے سے قبل وہ لڑکی سے ملے گا، پھر فائنل ڈی سی ژن لے گا، بات نامناسب تھی، مگر شوال کی امی کو دیکھتے ہوئے انہیں امید تھی کہ وہ منع نہیں کریں گی۔

اور ادھر طلال جو کہ اپنی شرط پر قائم تھا، نرمین کی بات سن کر کئی لمحے ساکت رہ گیا۔

یہی شرط جب وہ خود رکھ رہا تھا تو اس کی نظر میں جائز تھی اور جب یہ ہی خواہش شوال کی طرف سے آئی تو ذہن میں اٹھتے کئی سوال، شاید اس کی وجہ سے شرط تھی کہ وہ طلال سے ملنا چاہتی، مگر ان کی اس ملاقات کا علم اس کی یا شوال کی فیملی کو نہ ہو یہی وعدہ لیا تھا اس نے نرمین سے بھی تبھی تو نرمین بہت احتیاط سے شوال کی خواہش اس کے سامنے رکھی تھی۔

''اوکے، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' طلال نے کافی دیر سوچا پھر کندھے اچکائے۔

''شوال کیسی لڑکی ہے؟ جیسی نرمین اور بھابھی کہتی ہیں یا پھر ویسی جیسا کہ اس کے ذہن میں امیج بن رہا ہے، یہ تو اسی صورت پتہ چل سکتا تھا جب وہ شوال سے روبرو مل پائے گا۔''

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''انہیں بتا دو، وہ جب کہیں گی۔'' طلال چاچو کے تاثرات صاف واضح تھے اور وہ اچھے نہیں تھے، وہ شوال کے لئے اچھی سوچ نہیں رکھ رہے تھے یہاں پہلی بار اس کا ذہن الجھا تھا۔

چاچو خود بھی تو یہی کہتے رہے کہ وہ پہلے خود لڑکی سے ملیں گے پھر فیصلہ کریں گے تب انہیں یہ قدم ٹھیک لگتا تھا اور جب یہی خواہش شوال کی طرف سے آئی تو ان کے ذہن میں قطعی نیگٹیو سوچ آئی، یہ کھلا تضاد تھا۔

☆☆☆

ایسا نہیں کہ نفس کا شیطان مر گیا
شیطان تو ہے زندہ ہاں انسان مر گیا

بہت ناز تھا مجھے خوش قسمت ترین سمجھتی تھی میں خود کو، اور واقعی اس معاشرے میں ان خوش بخت لوگوں میں تھی جو منہ میں سونے کا نوالہ لے کر پیدا ہوتے ہیں میرے گھر میں دنیا کی ہر نعمت موجود تھی۔

اور میرے والدین میرے آئیڈیل تھے، بچپن سے مجھے اپنی ماما کی خوبصورتی اٹریکٹ کرتی تھی، وہ عام عورتوں کی طرح نہیں تھیں جو شادی اور بچوں کے بعد اپنی ذات کو مائنس کر دیتی ہیں، ان کی شخصیت میں شادی کے بعد دن بدن نکھار آتا گیا اور میرے ڈیڈ ان کے دیوانے تھے، صرف ڈیڈ کیوں سارا گھر ہی ان کی پرسنیلٹی سے مرعوب تھا، میں پہلے آزاد ماحول میں پروان چڑھی، میرے گھر کا ماحول بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ عام طور پر ایلیٹ کلاس کا ہوتا ہے۔

ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہے میں بھائی کے بعد بہنوں میں سب سے بڑی تھی، میری ماما کی ہزار یا مصروفیت تھیں مگر ہمیں ان سے کوئی شکایت کبھی نہ ہوئی آفٹر آل وہ پورے دو گھنٹے شام میں اپنے قیمتی وقت سے دیتیں اور ہم اس میں ہی خوش تھے، ہماری ڈریسنگ ہمارا رہن سہن سب ماما ڈیسائیڈ کرتی تھیں، حتی کہ سکول بھی ان کی پسند کا، سبجیکٹ بھی ان کی مرضی کے، ہم بہن بھائی ماما کی اتنی توجہ اور التفات ہی بہت خوش ہوتے اور خود کو لکی تصور کرتے کہ ہماری ماما ساری دنیا سے بیسٹ ہیں۔

میری ماما کو پارٹیز میں جانا بہت پسند تھا وہ اکثر پارٹیز کی جان مانی جاتی تھیں ان کی خوبصورتی دوسرے کو متاثر کرتی تھی اس پر ان کی بے باک ڈریسنگ ان کی ادائیں، وہ سامنے والے کو متاثر کرنے کا ہنر جانتی تھیں، تبھی تو واقعی لوگ ان کے دیوانے تھے، ان کی یہی خوبیاں مجھے اٹریکٹ کرتی وہ جیسے جیسے بڑی ہوئی انہیں فولو کرنے لگی، ان جیسے لک کے لیے ویسی ہی ڈریسنگ، ان کی طرح فرینڈز کے ساتھ گیدرنگ اور پارٹیز اور جب لوگ ماما کی طرح میرے حسن میری فیگر کی تعریف کرتے تو میں خوشی سے نہال ہو جاتی، آفٹر آل میں مما جیسی بن گئی مگر نہیں، بظاہر میں ان جیسی تھی مگر اندر کہیں خالی تھا، میرا اندر تو میرے اپنے باہر جیسا نہیں تھا پھر ماما جیسا کیسا ہو سکتا تھا۔

ڈیڈ کے فرینڈز ان کے کولیگز اور ماما کے اپنے فرینڈز جو میل تھے جب ماما سے گلے ملتے ان کے جسم کو چھوتے تو مجھے بہت عجیب لگا کرتا تھا، مجھے حیرت ہوتی تھی کہ ماما کو کیوں محسوس نہیں ہوتا اور پھر جب ماما مجھے اپنے ساتھ ہر پارٹی میں لے جاتیں اور وہ ہی لوگ بظاہر مائی بے بی، میرا بیٹا کہتے مگر جب ان کے ہاتھ میرے بنا آستین والے بازوؤں سے ٹچ ہوتے تو مجھے سخت جھنجھلاہٹ ہوتی اور فوراً پیچھے ہو جاتی، مما نے یہ نوٹس کیا مجھے سمجھایا کہ ایسا نہ کیا کرو اس طرح کی گیدرنگ میں یہ سب ہوتا ہے۔

NAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

لیکن میں نہ سمجھ سکی، بلکہ دھیرے دھیرے باقاعدہ ان ہاتھوں کو جھٹک دیتی جو مجھے چھوتا، مگر پھر مجھے ان کی آنکھوں سے کوفت ہونے لگتی گندی غلیظ آنکھیں، مما کو میرا یہ رویہ ناگوار گزرتا وہ اب مجھے اکثر گھر چھوڑ جاتیں اور مجھ سے چھوٹی بہن کو لے جاتیں۔

مما نے ڈیڈ کو بھی میرے رویے کے بارے میں بتایا کہ میں سب سے مس بی ہیو کرتی ہوں، ڈیڈ نے بھی مجھے ڈانٹا، پھر سمجھایا۔

ان کا خیال تھا وہ سب ہمارے اپنے ہیں اور اپنوں کے ساتھ اس طرح بی ہیو نہیں کرتے۔

میں خاموش ہو جاتی میرے مزاج کا یہ کلیشن دھیرے دھیرے بڑھنے لگا حتی کہ میں نے اپنے گھر میں ہونے والی پارٹیز میں بھی شریک ہونا چھوڑ دیا۔

ماما مجھ سے خفا رہتیں انہی دنوں امریکہ میرے سب سے چھوٹے چاچو آ گئے، وہ مما کے بہت لاڈلے تھے، بہت ہی شوخ مزاج اور امریکی رنگ میں رنگے ہوئے۔

ان کا نام آفتاب تھا مگر گھر میں سب انہیں تابی کہتے تھے، تابی چاچو اپنے مزاج کا باعث میرے بھی اچھے دوست تھے، مجھ سے کافی بڑے تھے مگر عمر کے فرق کو کبھی ہم نے اہم نہ سمجھا اور ان کی میری دوستی بہت اچھی تھی، میں ان سے اپنی ہر بات شیئر کرتی سارا وقت جب بھی وہ آتے ان کے ساتھ گزارتی، اس بار بھی یہی روٹین تھی اور مما نے انہیں خاص طور پر کہا تھا کہ شوال کو سمجھائے اس کا رویہ غیر مناسب ہے۔

''تابی چاچو مجھے وہ سب زہر لگتے ہیں وہ لوگ جب گندے طریقے سے چھوتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔'' میں نے ان سے اپنی فیلنگس بیان کیں۔

''یہ کیا بات ہوئی بچے تو میں بھی تمہیں کرتا ہوں اور دیکھتا بھی ہوں بی کوز تم ہو ہی اتنی بیوٹی فل کہ انسان تمہیں دیکھ کر ہوش کھو دے۔'' انہوں نے کامیڈی کی۔

''شٹ اپ چاچو، آپ میرے ریلیٹو ہیں میرے چاچو ہیں ان میں اور آپ میں فرق ہے۔'' میں بگڑی۔

''مطلب مجھے چھونے اور دیکھنے کی اجازت ہے۔'' وہ غیر سنجیدہ تھے میں نے بھی ان کی بات کو سیریس نہیں لیا انہوں نے آنکھ مارتے ہوئے کہا تو میں ہنس دی۔

''او گاڈ چاچو!'' میں نے سر پیٹا، خیر بات آئی گئی ہوگئی، میں اپنے دن کا بیشتر حصہ ان کے ساتھ گزارتی کالج کے بعد ہم اکٹھے باہر چلے جاتے، چاچو کا ہم چاروں بہن بھائی سے بہت اچھے فرینڈز والا ہی ریلیشن تھا، سو ان کی کمپنی کو ہم سب انجوائے کرتے تھے۔

اس شام ڈیڈ کے فرینڈ کی ویڈنگ اینورسری تھی اور سب ہی انوائیٹڈ تھے مگر میں نے صاف منع کر دیا، مما نے چاچو کو اشارہ کیا کہ وہ مجھے منالیں، لیکن ان کے کہنے سے بھی میری ناں ہاں میں نہیں بدلی۔

''اٹس اوکے بھابھی اگر شوال نہیں جانا چاہتی تو فورس مت کریں۔''

''سب جا رہے ہیں یہ اکیلی یہاں!''

''اوکے اگر آپ کو اس کے اکیلے ہونے پر اعتراض ہے تو فائن میں اس کے ساتھ رک جاتا ہوں۔''

''اونو چاچو آپ چلیں، بہت مزہ آئے گا۔'' اس کی بہنیں اصرار کرنے لگیں، میں اٹھ کر اپنے روم میں آ گئی۔

''ارے یار ڈونٹ وری میں ایک دو گھنٹے

HAMOAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

میں شوال کو لے کر آ جاؤں گا، آئی بلیو میں اسے منا لوں گا۔'' آفتاب چاچو نے سب کو اطمینان دلایا تھا۔

کچھ دیر کے بعد وہ سٹنگ روم میں آئی تو چاچو ٹی وی آن کیے بیٹھے تھے۔

''ارے یار آؤ بڑی زبردست مووی ہے۔'' وہ آ کر ان کے ساتھ بیٹھ گئی، وہ اس وقت معمول کے حلیے میں تھی اکثر ہی وہ گھر میں بنا سلیوز کی شرٹ اور ٹائٹس پہنتی تھی۔

''واؤ پریٹی۔'' چاچو نے سراہا، وہ عام انداز میں مسکرا دی اور مووی کی طرف متوجہ ہو گئی، مگر چاچو کی توجہ آج صرف شاید اس پر تھی۔

اس کا اندازہ اسے تب ہوا جب چاچو کے ہاتھ اس کے کندھے پر تھرتھرائے وہ یکدم چونکی، وہ مسکرا رہے تھے، آج شوال کو ان کی آنکھوں میں بھی عجیب سا تاثر ملا۔

''خیریت ہے چاچو۔'' اس کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی ناگواری در آئی تھی۔

''یس آف کورس۔'' وہ کچھ خجل ہوئے تھے اور ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے، شوال کی بھی ساری توجہ اسکرین پر تھی، مگر یکدم وہ اٹھنے لگی۔

''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں بس اپنے روم میں جا رہی ہوں۔'' اس نے چاچو کا ہاتھ نرمی سے ہٹایا جو انہوں نے اسے روکنے کے لئے کلائی پکڑتے ہوئے پوچھا تھا۔

آج اس کا موڈ اچھا خاصا برا ہوا تھا، پہلے چاچو کی نظریں ان کا سکین کرنا اور پھر اسکرین پر آنے والے بے حد بے ہودہ سین، اور چاچو کا چینل نہ بدلنا، یہ سب نیا نہیں تھا مگر اس نے کبھی نوٹس نہیں کیا شاید کہ چاچو بھی سب جیسے ہی تھے حالانکہ وہ تو ان کے اپنے تھے ان سے تو سگا رشتہ تھا حد ہے۔

''مجھے تمہارا موڈ آف لگا زبردستی سی کافی بنوا لایا، لو انجوائے کرو۔'' اسے روم میں آئے چند منٹ گزرے ہونگے جب چاچو کافی کے دو مگ لئے آ گئے، شوال تو بہت ناگوار گزرا۔

''آپ کو کس نے کہا کہ میں نے کافی پینی ہے؟''

''میرے دل نے؟''

''غلط کہا ہے آپ کے دل نے میرا اس وقت کافی پینے کا کوئی موڈ نہیں۔''

''پھر کیا پینے کا موڈ ہے۔'' وہ ان کی بات کا مطلب سمجھ گئی۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟'' وہ کچھ ناگواری سے بولی۔

''کیا پرابلم ہے شوال آج تم کیسے بی ہیو کر رہی ہو، اتنی اجنبی لگ رہی ہو۔'' انہوں نے اپنائیت سے کہتے ہوئے بازو اس کے کندھوں پر پھیلائے تھے۔

''کم آن یار موڈ بدلو اپنا۔''

''پلیز چاچو لیو می۔'' وہ بہت بیزاری سے بولی تھی مگر شاید آج وہ کسی اور موڈ میں تھے یا پھر ان کے اندر سے انسان مر کر ان کے اندر شیطان کو زندہ کر گیا تھا، جتنی بیزاری سے وہ اٹھنے لگی تھی اتنی ہی سختی سے انہوں نے شوال کا جکڑا تھا اور وہ جو کچھ دیر قبل چاچو کی نگاہوں سے خائف ہو کر ان سے بہت بددل ہوئی، وہ تو شاید بہت چھوٹا لفظ تھا، انہوں نے تو بس لمحہ لگایا تھا رشتوں کے تقدس کو پیروں تلے روندنے میں، انسانیت خود پر شرما گئی اور قیامت شاید یہ قیامت ہی تھی کہ وہ چیختی رہی چلاتی رہی مگر اس کے سگے چاچا اس کے ڈیڈ کے سگے بھائی نے اپنے رشتے کو خود اپنے نفس کے پیر پکڑ کر قتل کر دیا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

☆☆☆

''شوال.....شوال۔'' مما نے اس کا گال تھپکا۔

''اوگاڈ اسے کیا ہوا ہے؟'' ان کے دل کو انجانے خدشے نے گھیرا۔

''نوال اپنے بھائی کو بلاؤ بیٹا اسے ہاسپٹل لے کر چلو یہ تو ہوش میں ہی نہیں۔'' رضیہ سلطان شاید زندگی میں پہلی بار اتنی بدحواس ہوئیں تھیں انہیں بہت سے انجانے خدشوں نے گھیر رکھا تھا، تابی کا اچانک رات کو ہی امریکہ واپس جانا حالانکہ شام تک اس نے ذکر تک نہ کیا، پھر یکدم یہ پلان؟ اس نے فون پر ہی انہیں انفارم کیا تھا کہ اسے اچانک جانا پڑ رہا ہے تب انہوں نے خاص توجہ نہ دی مگر اب شوال کی حالت اس کے کمرے کی ابتر صورتحال انہیں تابی کا لہجہ بھی اب یاد آیا کہ بہت زیادہ خوفزدہ سا تھا۔

رضیہ سلطان کو ہول اٹھنے لگے ان کا دیور کوئی بہت اچھے کردار کا مرد نہیں تھا، جس نے بھابھی کی عزت نہ کی وہ بھلا.....اف ان کا دماغ پھٹنے لگا۔

شوال کو ایمرجنسی ٹریٹ منٹ دی جا رہی تھی، مگر اس نے نشہ آور گولیوں کا بہت زیادہ یوز کیا تھا، تب ہی ڈاکٹرز بھی کچھ خاص پر امید نہیں تھے۔

مگر چھ گھنٹے بعد شوال کی حالت کچھ سنبھلی تھی مگر اب تک اس کا معدہ مکمل واش نہیں ہوا تھا۔

''پیشنٹ نے بہت زیادہ سلیپنگ پلز یوز کی ہیں وقت تو لگے گا، شکر کریں کہ اب خطرے سے باہر ہیں۔'' خاور احمد کے بار بار پوچھنے پر ڈاکٹرز نے بتایا تھا اور خاور احمد کے لئے یہ انکشاف ہی تھا کہ شوال نے نشہ آور گولیاں کھائی تھیں۔

''شوال نے یہ حرکت کیوں کی ہے رضیہ؟'' وہ بیوی پر برہم ہو گئے۔

''مجھے کیا پتہ؟ میں تو آپ کے ساتھ ہی تھی۔'' فی الوقت وہ شوہر سے کچھ بھی ڈسکس نہیں کرنا چاہتی تھیں، جانے ان کا ری ایکشن کیا ہو؟

''عجیب بچے ہیں، اتنا کچھ یاد ہے انہیں، معاشرے میں سر اٹھا کر جینے کے لئے ہر چیز مہیا کی پھر بھی ایسی حرکت، امپاسبل رضیہ، مجھے تمہارے بچے نفسیاتی مریض لگتے ہیں۔''

وہ ایسے ہی تھے ذرا سی بات پر بدلحاظی اور غیریت برت جاتے ذرا سی غلطی بھی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی ان کی خاطر خود کو سرتاپیر بدل دینے والی رضیہ سلطانہ ان کے اس رویے پر لحہ بھر کو بری طرح بکھر جاتی تھی مگر پھر اگلے ہی پل نئے عزم سے تن کر کھڑی ہو جاتی۔

''خاور پلیز ریلیکس کیوں اسٹریس لے رہے ہیں۔'' انہوں نے نرم لہجے میں شوہر سے کہا۔

''آپ گھر جا کر ریسٹ کریں میں اور یاسر ہیں ناں پلیز جسٹ ریلیکس۔'' وہ ان کی نیچر سے واقف تھیں تبھی انہیں بے خبر رکھا تھا مگر ڈاکٹر نے بتا دیا۔

''یاسر اپنے ڈیڈ کو گھر ڈراپ کر دو۔''

''اٹس اوکے میں خود چلا جاؤں گا، یاسر تم یہیں رکو اور رضیہ تم زیادہ دیر یہاں مت رکنا، خود پر توجہ دو یہ بچے تو۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے، بیوی ہی تو ان کی شاندار کامیابی کی سب سے بڑی وجہ تھی، وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ رضیہ ذرا بھی خود سے لاپرواہی برتے۔

مگر اس وقت شوال کی کنڈیشن نے انہیں ہراساں کر دیا تھا اور اس سے بھی زیادہ وہ تب ہراساں ہوئیں جب شوال نے ہوش میں آتے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ہی چلانا شروع کر دیا، خود کو نوچنے اور مارنے لگی ڈرپ نکال کر پھینک دی سارا بازو خون سے بھر گیا۔

''شوال مائی چائلڈ مائی بے بی یہ کیا کر رہی ہو۔'' انہوں نے شوال کے ہاتھ پکڑے خود سے لگایا اور ان کی محبت کا یہ آسرا پا کر بکھرتی چلی گئی پاگلوں کی طرح روتی چلی گئی۔

''پلیز میرا بچہ رو نہیں مجھے بتاؤ تو کیا ہوا؟ تم نے کیوں سوسائیڈ کی کوشش کی، پلیز ٹیل می۔'' وہ چاہتیں تھیں ان کے وہم جھوٹے ہو جائیں ان کے خدشے غلط ہوں مگر نہیں۔

شوال نے جب منہ کھولا تو وہ ان کے وہم حقیقت کا کڑوا ترین روپ دھارے ان کے سامنے کھڑے تھے، انہوں نے بغور شوال کو دیکھا اس کی گردن پر اس کے بازوؤں کے نشان منہ چڑا رہے تھے ان کا۔

''کیوں بچایا آپ نے مجھے، مجھے مرنا ہے مجھے گھن آتی ہے خود سے ماما۔''

''نو..... نو پلیز شوال مائی بے بی نو، بی بریو۔'' انہوں نے شوال کا چہرہ تھاما۔

''بی بیریو پلیز۔'' مگر وہ نفی میں سر ہلاتی چیخنے لگی چلانے لگی حتی کہ ڈاکٹرز کو سکون کا انجکشن دینا پڑا۔

وہ جب تک دوا کے زیر اثر رہتی سکون رہتا مگر ہوش میں آتے ہی وہ پھر سے چیخنے لگتی حتی کہ اس نے ایک بار پھر سوسائیڈ کی کوشش کی۔

رضیہ سلطانہ کے لئے معاملہ سنبھالنا مشکل ہو گیا شوال جس طرح سے بی ہیو کر رہی تھی وہ کسی صورت اسے گھر نہیں لے کر جا سکتی تھیں خاور احمد نے قیامت برپا کر دینی تھی، ایک ہفتہ مکمل ہو چکا تھا، مگر شوال نہ سنبھلی یا پھر وہ سنبھلنا ہی نہیں چاہتی تھی اور ایک ہفتے بعد رضیہ سلطانہ بھی چیخ گئیں۔

''اسٹاپ اٹ ایڈیٹ گرل، کیا تماشا لگایا ہوا ہے تم نے جو ہو چکا اسے بھول جاؤ، آگے بڑھو، بیڈ تھنگز یاد نہیں رکھتے۔'' وہ ششدر ان کا منہ دیکھتی چلی گئی، جس ماں کی بیٹی برباد ہو چکی ہو اس کے اپنے رشتوں نے اس کی آبرو پامال کر دی ہو، وہ کتنے سکون سے اسے کہہ رہی تھی کہ بھول جاؤ آگے بڑھو۔

''مما!''

''کم آن سلی گرل خود کو کیوں سب کے سامنے ایکسپوز کرنا چاہتی ہو، اپنا منہ بند رکھو اسی میں تمہاری اور میری بھلائی ہے او کے اب چپ کر کے گھر چلو اور فار گاڈ سیک وہاں کوئی تماشہ نہ لگانا، تمہارے ڈیڈ کو پتہ نہ چلے او کے۔''

''نو میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ خوفزدہ ہوئی۔

''تابی امریکہ واپس جا چکا ہے۔''

''مگر ڈیڈ تو ہیں، یا سر تو ہے۔'' وہ شاید پاگل ہو گئی تھی۔

''جسٹ شٹ اپ شوال وہ تمہارے ڈیڈ اور بھائی ہیں۔'' ماما نے اسے گھورا۔

''وہ بھی چاچو تھا، سگا بھائی تھا ڈیڈ کا ماما۔''

''تم پاگل ہو گئی ہو شوال۔'' ان کا دل چاہا اپنے بال نوچ لیں۔

''شوال میرا بچہ ایسا نہیں ہے۔''

اس کی اس حالت پر وہ بری طرح پریشان ہو چکی تھیں گھر لے جانا بھی خطرے سے خالی نہ تھا، وہ دیکھ چکی تھیں کہ یاسر اس کی طبیعت پوچھنے کے لئے اس کے قریب آتا تو وہ بری طرح ری ایکٹ کرتی چیخنے لگتی اور اگر یہی حرکت خاور کے سامنے کر دی تو۔

''او نو شوال تم مجھے پاگل کر دو گی، میری حالت دیکھو تمہاری وجہ سے کیا ہوئی ہے یو نو تمہارے ڈیڈ کتنے ناراض ہیں مجھ سے، تمہاری

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

وجہ سے میری ساری ایکٹویز ختم ہوگئی ہیں۔"
انہیں اس کی نہیں اپنی فکر تھی، شوال ان سے بھی متنفر ہوگئی۔

"تو مت آیا کریں میرے پاس، آپ اپنی لائف کو انجوائے کریں آپ کو کیا فرق پڑتا ہے کہ آپ کی وجہ سے میری زندگی خراب ہوگئی۔"

"میری وجہ سے؟ واٹ نان سینس۔"

"آپ کی وجہ، ہمیں یہ لائف آپ نے دی، اٹھنا بیٹھنا پہننا، چلنا کھانا پینا سب آپ کی چوائس تھی مما، ہماری نہیں ہم تو آپ کی دی لائف ایڈاپٹ کرتے چلے گئے اور اسی وجہ سے آج......" وہ پھر سے خود کو مارنے لگی نوچنے لگی، رضیہ سلطانہ آج غصے سے اسے چھوڑ کر گھر چلی گئیں، انہیں شوال کا سچ اپنے منہ پر تھپڑ لگا تھا۔

جوان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا، مگر انہیں نہیں پتہ تھا کہ شوال اس سے بڑھ کر بھی بے وقوفی کر سکتی ہے، اندازہ تب ہوا جب وہ صبح ہاسپٹل آئیں۔

☆☆☆

نانی کے لئے اس کی حالت بھی تکلیف دہ تھی اوپر سے جب وہ روتی گئی اور انہیں بتاتی گئی تو جیسے قدموں تلے زمین نکل گئی، آج شوال کو اسی نانی کا گھر پناہ گاہ لگا جہاں آنا اسے پسند نہ تھا، نانی کی سادہ زندگی دیکھ کر انہیں حیرت ہوتی تھی کہ کیا واقعی وہ ان کی اتنی اسٹائلش اور لبرل ماما کی سگی ماں ہیں، مگر آج جیسے ساری دنیا میں اسے تحفظ اور پناہ گاہ یہ گھر نظر آیا تھا وہ بنا بتائے ہاسپٹل سے سیدھی ان کے پاس آگئی تھی۔

نانی اس کے ساتھ رو رہی تھیں اسے خود سے لپٹائے بیٹھی تھیں اور کسی خوفزدہ بچے کی طرح ان کی آغوش میں تھی، آج شوال کی حالت دیکھ انہیں افسوس اس پر نہیں خود پر ہوا دکھ اپنی بیٹی پر ہوا، جس نے ان کی تربیت کیسے مٹی میں ملا دی تھی۔

انہوں نے تو اعلیٰ تربیت دی تھی حافظ قرآن بنایا تھا اپنی لاڈلی بیٹی کو تمام شرعی زندگی سبق کی صورت اسے سکھائی تھی، انہیں تو خود تکلیف ہوتی تھی رضیہ سلطانہ کو دیکھ کر پانچ وقت کی نمازی تھی وہ صبح کی تلاوت اس کا معمول تھی، کتنی خوبصورت زندگی گزاری تھی اس نے کنوار پن میں مگر پھر شادی کے بعد وہ یکا یک کیسے بدلی، کہ وہ افسوس کرتی رہ گئیں ان کا سمجھانا بھی برا لگنے لگا اور ان کی بیٹی نہ ان کے گھر آنا چھوڑ دیا بچے بھی نہ آتے انہیں یہاں کا ماحول ہی پسند نہ تھا اور جب ان کے دونوں بیٹے باہر شفٹ ہو گئے تو تنہائی انہیں بے کل کرتی وہ بیٹی کو فون کر لیتی، کبھی بیٹی گھڑی دو گھڑی کو آ جاتی، ہاں اب انہوں نے کہنا چھوڑ دیا تھا، کیونکہ رضیہ سلطانہ اب سمجھنے کی حدود سے باہر نکل گئی تھی۔

لیکن آج شوال کی اس حالت کی ذمہ دار و خود کو سمجھ رہی تھیں، کاش وہ دستک دینا نہ چھوڑتیں کبھی تو رضیہ پر ان کی دستک اثر کرتی، ان کی ایک بیٹی تھی مگر رضیہ کی تین۔

اور یہ ہی بات انہیں ہولائے دے رہی تھی شوال روتے روتے ان کے پہلو میں ہی سو گئی تھی اور تب انہوں نے فون کر کے رضیہ کو بتا دیا ک شوال ان کے پاس ہے۔

رضیہ سلطانہ جو ہوسپٹل میں شوال کے غا ہونے کا سن کر مرنے والی حالت میں تھیں سکون ہوگئی، اب صرف خاور کو ہینڈل کرنا تھا نا تو انہیں یقین تھا کہ وہ اب با آسانی شوہر کو ہینڈل کر لیں گی۔

☆☆☆

ایک لمبا عرصہ لگ گیا اسے سنبھلنے اور زند

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کی طرف لوٹنے میں، مگر اس کی زندگی اب بالکل بدل گئی تھی وہ مڑ کر اپنے گھر کبھی نہیں گئی، اسے کوئی سروکار نہیں تھا کہ اس کی ماما نے کیسے اور کیا کیا جواز دیے ہونگے اس کے نانی کے گھر رہنے کے لئے۔

حقیقت تو تھی کہ اس گزرتے وقت کے اک اک پل میں اس کے اندر مرد ذات کے لئے نفرت بڑھتی چلی گئی اس کا ہر رشتے سے اعتبار ختم ہو چکا تھا، سو اس کے لئے مرد کسی بھی روپ میں معتبر نہیں تھا۔

وہ اتنا سمجھ چکی تھی کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں وہ بھی قصوروار تھی اور اپنے اس قصور اور غلطی ذمہ داری وہ برملا اپنی مما کی پرورش اور تربیت پر ڈالتی تھی، بچوں کی تربیت کی ذمہ دار ہمارے معاشرے میں ماں کو سمجھا جاتا تھا۔

یہ کوئی نہیں کہتا کہ تمہارے باپ نے تمہیں تمیز نہیں سکھائی یا تمہارے باپ نے تمہاری تربیت نہیں کی، ہمیشہ یہی کہتے سنا کہ تمہاری ماں نے تمہاری تربیت نہیں کی۔

سو ان کی تربیت کی ذمہ داری بھی ان کی ماں کی تھی، وہ ویسی ہی بنی جیسی اس کی مما نے اسے بنایا اس نے وہ ہی سیکھا جو اس کی مما نے سکھایا۔

مگر کاش اس کی مما انہیں وہ بتاتی وہ سکھاتیں جو مما کو ان کی ماں نے سکھایا تھا، کتنا گہرا اور کہرا رنگ تھا ان کی تربیت کا مگر افسوس انہوں نے شوہر کا رنگ اپنا کر اپنی دنیا اور آخرت دونوں کا رنگ سیاہ کر لیا اور انہیں بھی اسی سیاہ رنگ میں رنگ دیا۔

اصل تربیت تو اسے نانی نے دی سال لگے مگر وہ شکر گزار تھی ان کی کہ انہوں نے نا صرف اس کی دنیا سنوار دی بلکہ اسے آخرت سنوارنے کا رشتہ بھی بتایا۔

نانی نے اسے لباس پہننے کے آد
سکھائے، نانی نے بتایا لباس کا مقصد جسم کو
کرنا نہی بلکہ خود کو چھپانا ہے، لباس کیسا
چاہیے یہ بتایا۔

تب اسے پتہ چلا کہ کسی کے چھونے پر
برا کیوں لگتا تھا، اسے اپنے آپ سے
گزرے کل سے بھی گھن محسوس ہوتی کہ وہ
بے حیاء اور بے پردہ دوسروں کو اپنا جسم نما
کے لئے پیش کرتی تھی، وہ خود ہی تو دعوت نظ
دیتی تھی ایسا لباس دعوت نظارہ ہی ہوتا ہے،
مناسب لباس اور بے پردہ ہو کر ہم کسی کو خو
دیکھنے سے منع نہیں کر سکتے تھے۔

نانی نے اسے خود چھپانے پہننے اوڑھ
طریقہ بتایا، نانی نے اسے دنیا اور آخرت کی
سکھائی نماز اور کلام پاک سکھایا، اس نے پ
ناظرہ اور پھر تفسیر قرآن سیکھی۔

نانی نے اسے بتایا کہ لڑکیوں کو کیسے ا
بیٹھنا چاہیے کیسے دوسروں سے ملنا چاہیے محر
محرم کے بارے میں معلومات دیں، محرم رشتو
سے بھی کس طرح ملنا ہے، کتنا فاصلہ رکھنا ہے، ک
طرح بات چیت کرنی ہے، وہ تمام باتیں
میری مما کو مجھے سکھانا چاہیے تھیں وہ مجھے نانو
سکھائیں افسوس ہوتا ہے، مجھے کہ وہ میری
ہیں۔

جنہیں میرے ساتھ ہونے والا حا
معمولی لگتا ہے، حد ہے آج بھی وہ شخص اس گ
میں اسی طرح آتا ہے اور میری ماں اس طرح
ہے، اس کا خون نہیں کھولتا اور وہ بے غیر
بھیڑیا، اس کے حلق میں کچھ اٹکا شاید ڈھ
سارے آنسوؤں کا گولا تھا جو اڑ گیا۔

اس کی آنکھیں لبالب بھری ہوئی تھیں

WAQAR AZEEM
www.paksociety.com

طلال یوسف اس کی حالت کا اندازہ بخوبی لگا سکتا تھا۔

''میں شادی کرنا ہی نہیں چاہتی مگر پہلے نرمین اور پھر مما نے ضد پکڑ لی، انہیں لگتا کہ یہ واحد حل ہے میرے پاگل پن کا، انہیں میں پاگل نفسیاتی مریض لگتی ہوں، کہ اتنے معمولی سے حادثے کی وجہ سے خود کو تیاگ دیا، ان کے نزدیک وہ عام اور معمولی واقعہ ہے، مگر میرے لئے نہیں، وہ حادثہ نہیں ناسور ہے جس نے میرے وجود کو جکڑ لیا ہے جب تک میری سانسیں ہیں یہ ناسور میری جان نہیں چھوڑے گا۔''

''میں شادی کر کے کسی کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتی اور وہ بھی اسے لاعلم اور بے خبر رکھ کر، بس اسی لئے میں نے مما کی ضد بھی مان لی، اور مجھے یقین ہے کہ میرا سچ جان کر کوئی بھی مجھ سے شادی نہیں کرے گا، تبھی نرمین کو آپ سے ملنے کا کہا۔''

''مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کیا سوچ لے کر میرے بارے میں یہاں آئے اور کیا سوچ لے کر جائیں گے، مگر میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے آپ کو لاعلم نہیں رکھا کیونکہ مجھے پتہ ہے میری ماں آپ کو اس بارے میں کچھ نہیں بتائے گی، وہ ہزاروں بہانے بنا کر جواز دے گی میرے نانی کے گھر رہنے کے مگر کبھی سچ نہیں بتائے گی وہ لاکھ لبرل ہو جائے مگر ہے تو اسی معاشرے کا حصہ ناں، اسے پتہ تھا کہ یہ ان کی بیٹی کا عیب ہے، زبردستی ہی سہی ان کی بیٹی پر اس عیب اس داغ کا ٹیگ لگ لیا ہے، اب وہ لاکھ چاہیں مٹا نہیں سکتیں اور کسی کو بتا بھی نہیں سکتیں۔''

''ہاہ۔'' اس کی ہنسی میں طنز تھا مگر تکلیف دہ طنز اور وہ بس ساکت بیٹھا تھا۔

☆☆☆

طلال یوسف کی خاموشی طویل ہو گئی تھی، سلیم صاحب اور مسز سلیم بنا اس کی رضا کے کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے ادھر رضیہ سلطانہ کے فون آتے رہتے تھے۔

نرمین اتنا تو جانتی تھی کہ چاچو کی خاموشی کے پیچھے وہ ملاقات ہے جو شوال سے ان کی ہوئی تھی، مگر آخر ایسا بھی کیا کہا ہوگا شوال نے؟

شوال کو تو ویسے بھی مردوں سے نفرت تھی کیا پتہ چاچو کی انسلٹ ہی نہ کر دی ہو۔

لیکن اگر ایسا ہوتا تو یقیناً چاچو صاف منع کر دیتے ان کی پراسرار خاموشی نے تو نرمین کو الجھا دیا تھا، کبھی من چاہا کہ چاچو سے کھل کر اس معاملے پر بات کرے مگر چاچو کے چہرے پر اتنے سخت تاثرات ہوتے کہ وہ چپ ہو جاتی ہمت ہی نہ پڑتی، ادھر اک ماہ کی خاموشی نے شوال کو پرسکون کر دیا تھا کہ طلال یوسف نے انکار کر دیا ہوگا، مما نے بھی تو آنا ترک کر دیا، نانی کے لئے اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

''شوال میری بچی تم سے ایک بات پوچھوں سچ بتاؤ گی ناں؟''

''نانی آپ نے تو مجھے سچ بولنے کا حوصلہ دیا ہے، مجھے پھر سے تعمیر کیا ہے ورنہ میری عمارت تو ڈھے گئی تھی، سچ کیا ہوتا ہے آپ نے یہ سکھایا تھا۔'' اس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھا۔

''نرمین کے گھر والے تمہارے رشتے کے بہت خوش بھی تھے اور سنجیدہ بھی، مگر پھر یکدم ان کی طرف سے اتنی خاموشی۔'' انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر شوال کو دیکھا۔

''تم نے ایسا کہا ہے طلال سے۔'' انہوں نے قدرے توقف کے بعد پورے یقین سے پوچھا تھا وہ نہ چونکی نہ ڈری بلکہ اسی اطمینان سے لیٹی رہی۔

www.pakistanipoint.com

''صرف سچ۔''

''یعنی تو نے اسے.....''

''جی نانی میں نے انہیں سارا سچ بتا دیا، میں جھوٹ اور دھوکے کے پر رشتے قائم نہیں کرنا چاہتی۔''

''اور تجھے یقین ہے کہ تیرا سچ جان کر وہ ہاں کر دے گا۔'' نانی کے لہجے میں خدشے تھے۔

''نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ کب کا انکار کر چکا ہوگا۔'' وہ تلخی سے مسکرائی۔

''تو نے ایسا کیوں کیا شوال تجھے پتہ ہے ناں تیری ماں کو پتہ چلا تو وہ کتنا ناراض ہوگی۔''

''مجھے کوئی پروا نہیں ہے ان کی۔''

''میری لاڈو اس معاشرے میں تنہا عورت کی زندگی بہت مشکل ہے اور معاشرے کے بھیڑیوں سے حفاظت کے لئے تمہیں مرد کا تحفظ دے گا نانی۔'' وہ تلخ ہوئی۔

''اپنی سوچ مثبت کرو شوال میں نے تمہیں ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات صحابہ اکرامؓ کی زندگی ازدواج مطہرات سب کے بارے میں پڑھایا ہے بتایا ہے، تمہارے سامنے تو روشن مثالیں ہیں اور تم پھر بھی اتنا منفی سوچتی ہو۔''

''آپ نے جو سکھایا جو پڑھایا سب برحق ہے نانی مگر ہمارے اس معاشرے میں کوئی اک مثال ہے ان جیسی، کوئی ایک ایسا مرد بتا دیں؟'' وہ بولی۔

''ہیں بیٹا اسی معاشرے میں موجود ہیں اچھے مرد بھی اچھائی برائی کا ہمیشہ سے ساتھ ہے شوال ہے، جہاں تم مرد کا ایک روپ دیکھا ہے، اسی معاشرے میں اسی مرد کا دوسرا روپ بھی ہے۔'' نانی نے اسے سمجھایا۔

''رہنے دیں نانی، بس کریں۔'' وہ قائل نہیں ہونے والی تھی۔

''بہت اچھا گھرانہ تھا نرمین کا اور طلال بھی بہت ہی نیک اور سلجھا ہوا بچہ ہے، شوال تم نے اچھا نہیں کیا۔'' انہیں افسوس ہوا تھا۔

''آپ سچ سیکھا کر اب میرے سچ بولنے پر افسوس کر رہی ہیں نانی، میں نے کیا غلط کیا اگر انہیں ساری حقیقت بتا دی، جھوٹ اور دھوکہ سے قائم ہوا رشتہ مضبوط نہیں ہوتا اور میں ساری عمر ان کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ رہتی، میرا اپنا ضمیر مجھے تکلیف دیتا۔'' وہ بہت دکھ سے بولی۔

''بعض سچ اتنے بھیانک ہوتے ہیں کہ ان سے بہتر خاموشی ہوتی ہے، بسا اوقات خاموشی میں مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے شوال، ہم ان سے جھوٹ نہیں بول رہے تھے۔''

''اور یہ دھوکہ تھا نانی۔'' اس نے کہا۔

''پلیز نانی اس معاملے میں میرے لئے سوچنا چھوڑ دیں اور اپنی بیٹی کو بھی پلیز سمجھا دیں، ان کے پاس فرض ادا کرنے کے لئے دو بیٹیاں اور ہیں ان کے بارے میں سوچیں۔'' وہ پھر تلخیوں میں گھرنے لگی تھی تبھی نانی چپ کر گئیں۔

☆☆☆

''مجھے شوال کا فون نمبر چاہیے۔'' وہ حیرت سے دیدے پھاڑے اپنے ہینڈسم چاچو کو دیکھ رہی تھی جو بہت سنجیدہ تھے۔

''اس کے پاس موبائل نہیں ہے۔'' اس کے جواب پر وہ شاید مایوس سے ہوئے تھے، یا شاید نرمین کو ہی ایسا لگا ہو۔

''ہاں نانی کے گھر کے نمبر پر۔''

''نہیں چاہیے۔'' وہ صاف منع کر گئے۔

ایک ماہ سے زائد عرصہ بیت گیا تھا ان کی خاموشی سے تو وہ سب مایوس ہو گئے تھے اور ان کی چپ کو ان کا انکار سمجھ کر چپ کر کے بیٹھ گئے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

اور آج اچانک سے ان کا یوں آ کر شوال کا نمبر مانگنا، مطلب ابھی امید باقی رکھیں۔

نرمین ابھی انہی سوچوں میں الجھی تھی کہ وہ پھر سے آ گئے اس بار وہ تذبذب کا شکار تھے۔

''پریشان ہیں چاچو؟'' اس نے پوچھا انہوں نے جواباً خاموش نگاہ اس پر ڈالی۔

''مجھے شوال سے شادی پر کوئی اعتراض نہیں۔'' نرمین خوشی سے اچھلی تھی۔

''مگر میں چاہتا ہوں شادی سے پہلے تم اسے میرے بارے میں تمام حقائق بتا دو۔'' انہوں نے نرمین کی خوشی دیکھ کر ٹوکا اور پھر اپنی بات مکمل کی۔

''یہ ضروری نہیں ہے چاچو۔''

''میرے لئے ضروری ہے۔'' اس نے اٹل لہجے میں کہا۔

''میں چاہتا ہوں کہ میری تمام سچائی جان کر وہ پھر فیصلہ کرے۔''

''سچ جان کر کون سا اس نے ہاں کر دینی ہے۔'' وہ بڑبڑائی۔

''وہ اس کی مرضی ہو گئی مگر میں اپنا فیصلہ سنا رہا ہوں میں یہ شادی کرنے پر رضامند ہوں، لیکن تم اسے پہلے میرے بارے میں بتا دینا۔''

''میں ہی کیوں؟ آپ خود۔'' وہ کہتے کہتے رک گئی اسے خود افسوس ہوا تھا کہ چاچو کو اس کی بات سے تکلیف پہنچی ہو گی۔

''او کے میں امی سے بات۔''

''ان سے میری بات ہو گئی ہے مگر یہ بات صرف تمہارے میرے اور شوال کے بیچ رہے گی۔'' وہ اپنی بات مکمل کر کے چلے گئے اور اسے شش و پنج میں ڈال گئے۔

☆☆☆

خوش تو نانی بھی بہت تھیں مگر رضیہ سلطانہ کی خوشی قابل دید تھی اور جس سے یہ خوشی وابستہ تھا وہ گہری خاموشی کا شکار تھی اسے یقین ہنس ہو رہا تھا کہ اس کا اتنا بھیانک سچ جان کر بھی طلال یوسف نے ہاں کر دی، نانی کی خوشی تو سمجھ آتی تھی مگر۔

''مما مجھے آپ کی خوشی سمجھ نہیں آ رہی، یا تو یہ بھی ڈرامہ ہے، آپ جیسی لبرل لیڈی جن کا حلقہ احباب نرمین اس کے گھر والوں کو دقیانوسی اور گھٹیا سمجھتے ہیں آپ کیسے اتنے اطمینان سے ان سے رشتہ جوڑ رہی ہیں، کیسے سامنا کریں گی آپ ان کا کیا جواب دیں گی؟ اور کیسے متعارف کروائیں گی انہیں۔'' رضیہ سلطانہ کے لئے اس کا لہجہ اب معمول بن چکا تھا۔

''مجھے کون سا ان سے رشتے استوار کرنے ہیں میں تو تم سے جان چھڑوانا چاہتی ہوں، دراصل تم ایسے ہی لوگوں کو ڈی زور کرتی وہ مائی بے بی تم ہمارا حلقہ احباب کے لائق نہیں ہو۔'' ان کے انداز میں بیگانی کی انتہا تھی۔

''اور میں شکر ادا کرتی ہوں اپنے اللہ کا کہ میں آپ کے اور آپ کے حلقہ احباب کے لائق نہیں۔'' وہ مزید بولتی مگر نانی نے اس کے کندھے پر ہاتھ دھر کے اسے چپ کر دیا۔

''اسے کہہ دیں اماں میرا فرض جو ہے وہ میں پورا کر دوں اس کے بعد میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھوں گی، ایسی اولاد سے تو بہتر تھا کہ میں بے اولاد رہتی، اس منحوس کی وجہ سے روز میرا میرے شوہر سے جھگڑا ہوتا ہے۔''

''تو مت کریں میرے لئے اپنے شوہر سے جھگڑا میں خوش ہوں، آپ کے بغیر پلیز یہاں نہ آیا کریں آپ کو دیکھ کر مجھے پھر سے وہ گناہوں بھری زندگی یاد آتی ہے، میرا رب کریم ہے جس نے مجھے ہدایت کا رستہ دیکھایا لیکن آپ کو دیکھ کر۔'' شوال کی آنکھیں بھر آئیں۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

''اچھا اچھا تم سے زیادہ نالج ہے میرے پاس، یہ جو اماں نے تم پر رنگ چڑھایا ہے ناں یہ رنگ تمہیں اس معاشرے کے ساتھ میچ نہیں ہونے دے گا تم تنہا ہو اور تنہا رہو گی، زندگی میں آگے بڑھنے کے لئے بہت کچھ کرنا ہوتا ہے خود کو بدلنا پڑتا ہے، جو لائف تم چھوڑ کر آئی ہو ناں، اس پر پچھتاؤ گی ضرور۔'' وہ تاسف سے اپنی ماں کو دیکھتی چلی گئی۔

''مجھ پر جو رنگ چڑھا ہے ناں ہے وہ ہی اصل ہے اسی میں میری بقاء ہے مما دراصل جس رنگ نے ہمارے معاشرے کو رنگ ڈالا ہے، وہ مغرب کا سیاہ رنگ ہے اور سیاہ رنگ صرف سیاہی پھیلاتا ہے مما، سیاہ رنگ سے روشنی نہیں پھوٹتی، ہم نے مغرب کے ناسور کو اپنی زندگی بنا لیا ہے، چودہ سو سال پہلے جو روشنی میرے نبی ﷺ لے کر آئے اور دنیا کو اس روشنی سے منور کیا، دراصل مغرب کے لوگ اس روشنی سے خوفزدہ ہیں، انہیں یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ روشنی پھر سے ساری دنیا کو روشن نہ کر دے اسی لئے انہوں نے ہمیں راہ سے بھٹکانے کے تمام انتظامات کر ڈالے اور ہم جن کا دین ایک قرآن، ایک ہمیں یوں وسوسوں میں ڈال کر ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا، کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان ہی دوسرے مسلمان پر ہنستا ہے، مذاق اڑاتا ہے، ہم سب نے اپنی مرضی چلانے کے لئے دین کو سیڑھی بنا لیا، دین کا رستہ تو دراصل ہم سب چھوڑ چکے، تبھی تو ہم تنہا ہیں، صرف میں نہیں مما ہم سب تنہا ہیں کیونکہ ہم سب نے اپنا سیدھا راستہ چھوڑ دیا ہے اور جس رستے پر ہم چل رہے ہیں وہ بند گلی ہے، وہ جہاں صرف اندھیرا ہے، صرف سیاہی۔'' وہ بولی تو بولتی چلی گئی۔

''اماں اس کے یہ لیکچر آپ خود سنا کریں آپ نے تو اس کی مت مار دی۔'' رضیہ سلطانہ بیزاری سے اٹھ گئیں اور وہ دونوں انتہائی دکھ سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

''میں جانتا ہوں میرا فیصلہ آپ کے لئے غیر متوقعہ اور انتہائی ناقابل یقین ہوگا، کیونکہ آپ اپنی جگہ بالکل ٹھیک تھیں ہمارے معاشرے میں عمومی رویہ یہی ہوتا ہے کہ چاہے ہم خود کتنے ہی عیب دار ہوں مگر کسی دوسرے کا ایک عیب بھی ہمارے لئے ناقابل قبول ہے پھر چاہے وہ انسان کتنا ہی بے قصور ہو مگر اسے معاشرتی رویوں کی سزا دیتے ہیں اسے ٹھکرا کر، آپ بھی یہی توقع کر رہی تھیں در حقیقت آپ نے مجھے ساری سچائی بتائی ہی اس لئے تھی کہ میں انکار کر دوں۔''

شوال خاموشی سے سر جھکائے اس کی باتیں سن رہی تھی یہ واقعی سچ تھا اسے یقین بھی تھا کہ طلال یوسف انکار کر دے گا وہ داغ دار تھی اور ایسی لڑکی کو ہمارا معاشرہ قبول نہیں کرتا۔

لیکن طلال یوسف نے اس کی توقع کے برعکس فیصلہ کیا تھا بھی وہ آج اس کی منکوحہ بن کر اس کے سامنے تھی۔

''بے عیب صرف رب کی ذات ہے شوال، باقی رہے انسان تو میرا ماننا ہے کہ عیب ہر انسان میں موجود ہے، تمہارے ساتھ جو ہوا وہ اک حادثہ تھا، اور یہ حادثہ تمہیں ہدایت دے کر تمہاری ساری زندگی بدل گیا تم اپنے اصل کی طرف لوٹ آئیں، جو تمہارے ساتھ ہوا اور جو حادثے میرے ساتھ ہوا اس میں ایک کردار تمہارے اور میرے درمیان مشترک ہے۔'' وہ جواب تک سر جھکائے سن رہی تھی اس کی بات پر قدرے چونکی۔

''ہوں۔'' طلال یوسف نے اس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

آنکھوں کی الجھن پر اثبات میں سر ہلایا۔

''کرب سے تم بھی گزری ہو اور میں بھی۔''

وہ بولا۔

''میں نے نرمین سے کہا تھا کہ وہ تمہیں میرے بارے میں تمام باتیں کلیئر کر دے تا کہ تم پھر سہولت سے فیصلہ کر سکو، مگر شاید وہ ہمت نہ کر سکی، پھر مجھے مناسب یہی لگا جس طرح تم نے ڈاریکٹ مجھ سے کہا مجھے بھی تمہیں خود بتانا چاہیے۔'' اس کی تمہید شوال کی الجھن بڑھا رہی تھی۔

''تمہیں پتہ ہے جس طرح تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری زندگی کے ساتھ جو بھی برا ہوا اس میں تمہاری ماں کا کلیدی کردار ہے اسی لئے مجھے برباد کرنے والی بھی میری اپنی ماں ہے، وہ ماں جس کے قدموں تلے جنت ہے، جس کا رتبہ اور مقام بہت بلند ہے، مجھے اس رشتے کی عظمت سے قطعی انکار نہیں مگر بعض دفعہ عورت اپنے مقام سے بہت نیچے گر جاتی ہے، ہر عورت ایسی نہیں ہے، ہمارے اسی معاشرے میں ایسی عورتیں بھی ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، مگر عورت بھی تو انسان ہے ناں اور شیطان کا کام تو انسان کو بہکانا ہے وہ اسی کام پر معمور ہے اب وہ مرد ہو یا عورت وہ یہ فرق نہیں دیکھتا، میری ماں بھی انہی لوگوں میں سے تھی جو شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنا مقام رشتہ رتبہ سب بھول گئی، میرے بابا کی ڈیتھ میرے بچپن میں ہو گئی تھی اور میری مما نے ہی مجھے پالا، میری پرورش کی، میری ماما بہت خوبصورت تھیں کم عمری میں ہی ان کی شادی ہو گئی تھی اور پھر بیوہ، مگر انہوں نے دوسری شادی نہیں کی بلکہ بابا کے بعد وہ جاب کرنے لگیں اور اپنی اور میری ضروریات کے لئے وہ کبھی کسی کے پاس نہیں گئیں ناں اپنے پیرنٹس کے پاس اور نہ بابا کے، ہمارا اپنا چھوٹا سا گھر تھا جہاں میں اور مما رہتے تھے وہ ورکنگ وومن تھیں اور اسی وجہ سے عام گھریلو عورت سے زیادہ انہیں اپنا دھیان رکھنا پڑتا تھا، بابا کے ہوتے ہوئے بھی مما بہت ان فیشن ہی رہتی تھیں مگر لمٹ میں اور یہ لمٹ ان کے بعد بھی برقرار رکھی، بہت سوبر خاتون تھیں وہ، وقت گزرا میں کالج میں آ گیا اور میرا ایک دوست بنا مجھ سے سال بھر سینئر تھا مگر کالج میں مجھے ہر معاملے میں اس نے ہیلپ کی، یوں دھیرے دھیرے ہم بیسٹ فرینڈ بن گئے وہ اکثر میرے گھر بھی آ جاتا تھا، مما میرے تمام فرینڈز سے ملتی تھیں ان کی فیملی کے بارے میں بھی معلومات لیتی تو جب علی ہمارے گھر متواتر آنے لگا مما نے مجھ سے سوال جواب شروع کر دیئے، میں خود بھی اس کی فیملی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا سوائے اس کے کہ وہ گلبرگ میں رہتا تھا اور اس کے والد بینک میں ملازم تھے، مما نے ایک دن خود ہی علی سے اس کے بارے میں معلومات لیں اور یوں وہ مطمئن ہو گئیں سمجھو کہ علی کو ہمارے گھر آنے کا پرمٹ مل گیا، اب وہ بے دھڑک جب چاہتا آ جاتا، مما گھر ہوتیں تو مما سے اکثر فرمائش کر کے کھانے کے لئے کچھ نہ کچھ بنوا لیتا اور مما بھی بخوشی بنا دیتیں، وہ مجھ سے بھی اکثر مما کی بے تحاشہ تعریف کرتا تھا، اس کا خیال تھا کہ تمہاری ماما اتنی ینگ ہیں وہ مما نہیں تمہاری سسٹر لگتی ہیں، کبھی میں سن لیتا کبھی ٹوک دیتا کہ علی میری مما کے سامنے ایسی باتیں مت کرنا انہیں برا لگتا ہے، مگر علی کو باتیں بنانے کا ہنر آتا تھا، وہ مما کو بھی اپنی باتوں سے گرویدہ کر گیا، مجھے پتہ ہی نہ چلا کب میرے ہی گھر میں میرا دوست نقب لگا گیا، کئی بار نوٹس تو کیا کہ مما مجھ سے زیادہ علی کو توجہ دینے لگی

ہیں، مگر پھر خود ہی سرزنش کی کہ میں اپنی مما کے بارے میں غلط سوچ رہا ہوں، دو سال گزر گئے، میرا لاسٹ ائیر تھا اور علی اب کالج سے جا چکا تھا مگر میری اس کی دوستی ویسی ہی تھی، ہاں اب ملاقات روز نہیں ہوتی تھی، کیونکہ میں نے کالج کے بعد چھوٹی سی جاب اسٹارٹ کی تھی تا کہ میں مما پر مکمل ڈی پینڈ نہ کروں، میرا ارادہ تھا کہ اپنی جاب کے بعد مما کو مکمل ریسٹ دونگا، مگر میرے خواب تو خواب ہی رہ گئے اور وہ ہوا جو سوچا نہ تھا، علی سے میری ملاقات روز نہیں ہوتی تھی، مگر مجھے پتہ چلا کہ علی میرے گھر روز آتا ہے اور کئی گھنٹے مما کے ساتھ باتیں کر کے گزار کے جاتا ہے، مجھے ان باتوں پر یقین نہیں تھا، مگر ایک دن اچانک جب میں گھر آیا تو علی کو موجود پایا، مجھے دیکھ کر مما اور علی ایکدم دونوں کے چہرے متغیر ہوئے تھے، اس دن پہلی بار مما کے لئے میرے دل میں بری سوچ آئی تھی، جس کا اگلی صبح میں نے باقاعدہ اظہار کر دیا۔"

"وہ تم سے ملنے آیا تھا۔" مما بوکھلا گئیں۔

"وہ روز ہی مجھ سے ملنے آتا ہے؟" میرے لہجے میں طنز تھا مما نے چونک کر دیکھا۔

"اور بنا مجھ سے ملے چلا جاتا ہے۔"

"طلال تم!......" مما نے کچھ بولنا چاہا مگر میں بنا سنے نکل گیا، مجھے لگا تھا مما شام میں میری غلط فہمی دور کر دیں گی مگر شام میں تو نئی قیامت منتظر تھی، مما ہمیشہ کے لئے چلی گئی تھیں اور میرے لئے دو سطروں کا پیغام دے گئی تھیں کہ انہوں نے کچھ عرصہ قبل علی سے نکاح کر لیا ہے۔

میرے لئے میری عزت اور غیرت کے لئے یہ مرنے کا مقام تھا اور میں یہی کر گزرتا اگر سلیم بھائی مجھے نہ بچاتے، سلیم بھائی بابا کے کزن کے بیٹے تھے بابا ان سے بہت پیار کرتے تھے،

میں نے بھی سلیم بھائی کو ہمیشہ بڑا بھائی ہی جا
تھا، میری ماما کے قدم نے عورت ذات سے می
اعتبار ختم کر دیا تھا، میری زندگی میں کسی عورت ک
گنجائش نہیں تھی، مگر بھابھی اور نرمین کی ضد
میں مان گیا لیکن شرط یہ تھی کہ میں پہلے خود لڑ

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب
خمار گندم
دنیا گول ہے
آوارہ گرد کی ڈائری
ابن بطوطہ کے تعاقب میں
چلتے ہو تو چین کو چلیئے
نگری نگری پھرا مسافر
خط انشاء جی کے
اس بستی کے اک کوچے میں
چاند نگر
دل وحشی
آپ سے کیا پردا

ڈاکٹر مولوی عبد الحق
قوائد اردو
انتخاب کلام میر

ڈاکٹر سید عبدللہ
طیف نثر
طیف غزل
طیف اقبال

لاھور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سے ملوں گا اور جب مجھے نرمین نے تمہارا پیغام دیا تو مجھے لگا کہ ایم سوری مگر میرے ذہن میں تمہارا امیج اچھا نہیں بنا تھا۔

''اور مجھے لگا میرے لئے اور آسان ہو گیا ہے انکار کرنا مگر تم نے جو سچائی میرے سامنے رکھی اس کے بعد میری سوچ بدل گئی، میں بھی عام انسان ہوں شوال اک لمحے کو خیال آیا تھا کہ انکار کر دوں مگر پھر ذہن پر دستک ہوئی، کہ تم بھی معاشرے کی ڈسی ہوئی ہو اور میں بھی ہم دونوں کے ساتھ جو ہو چکا میں اس بارے میں بہت سوچا اور پھر فیصلہ کیا، کہ ہم معاشرے کو نہیں بدل سکتے تم ٹھیک کہتی ہو کہ ہمارے معاشرے کو مغربی کینسر ہو چکا ہے جو اب ناسور بن گیا ہے جس کا علاج ممکن نہیں، مگر شوال ہم دونوں مل کر نئی نسل کو سنوار سکتے ہیں کچے ذہنوں پر دستک دے کر انہیں روشنی کا رستہ دیکھا سکتے ہیں، یہ قدم آٹے میں نمک کے برابر ہو گا مگر یقین ہے کہ انشاء اللہ آنے والے دنوں میں ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے، ہم دستک دیتے رہیں گے اور دروازے کھلتے جائیں گے۔'' شوال جواب تک ساکت سی اسے سن رہی تھی پہلی بار اس نے لب کشائی کی۔

''انشاء اللہ'' اسے یقین ہو چلا تھا کہ اللہ کریم انسان کے لئے بہترین کرتا ہے، اس سے کہیں زیادہ بہترین جو اک انسان اپنے لئے سوچتا ہے، اسے لگتا تھا اس کی زندگی برباد ہو چکی تبھی اس نے حرام موت کو اپنانا چاہا مگر اس کے رب نے اس کے لئے حلال کا اتنا خوبصورت رستہ رکھا تھا، جس کا کبھی اس نے گمان بھی نہیں کیا تھا۔

''آپ سچ کہتے ہیں میں نے یہی سوچا تھا کہ آپ لمحے کی تاخیر کے بغیر انکار کر دیں گے کیونکہ میں جانتی ہوں میرے ساتھ جو ہوا ہمارا معاشرہ کسی صورت مجھے قبول نہ کرتا، مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ ہمارے یہاں عورت کی غلطی کو غلطی سمجھا نہیں جاتا ہے گناہ کا لیبل لگا کر ناقابل معافی قرار دے دیا جاتا ہے جزا اور سزا کا مالک بن جاتے ہیں ہم اور ہمارے اسی رویئے کے باعث ناکردہ گناہ کی پاداش میں وہ عورت طوائف بن جاتی ہے۔''

''میں اپنے رب کی ذات کا بھی شکر ادا کرتی ہوں اور آپ کی بھی شکر گزار ہوں کینسر زدہ اس معاشرے میں آپ نے مجھ جیسی داغ دار.....''

''شوال!'' طلال یوسف نے ٹوک کر اسے چپ کرایا۔

''میں نے کہا ناں بے عیب ذات صرف رب کی ہے پلیز بار بار یہ لفظ مت دہراؤ۔''

''اللہ کریم سے دعا کرو وہ ہم دونوں کو اس قابل بنائے کہ ہم اس مغربی کینسر زدہ معاشرے میں جو سیاہ رنگ میں رنگ چکا ہے، روشنی کی ہلکی سی کرن چمکا سکیں، آنے والی نسل کو بتا سکیں کہ ہم کون ہی، ہم وہ امت ہیں جنہیں کامل دین ملا وہ راہ نما ملا جو تمام جہانوں کے لئے ہدایت لے کر آئے، ان کی سنت پر عمل کر کے ان کے نقش پا پر چل کر ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔''

''انشاء اللہ'' شوال نے صدق دل سے کہا تھا۔

وہ آج نا صرف خوش تھی بلکہ اپنے رب کی بے حد شکر گزار بھی تھی، جس نے ایک اچھا اعتبار کرنے والا سیدھی راہ پر چلنے والا جیون ساتھی عطا کیا تھا اور یقیناً یہ اس کے بولے گئے سچ کا انعام تھا۔

☆☆☆

WASAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اک روشنی اور سہی

حنا اصغر

"امتل بھاگ گئی، امتل گھر نہیں ہے، امتل عین شادی والے دن بھاگ گئی۔" پورا گھر بھانت بھانت کی آوازوں سے گونجنے لگا جہاں کل تک شادیانے بج رہے تھے۔

پیا ملن کے گیت گائے جا رہے تھے اب ایکا ایکی وہاں صفِ ماتم بچھ گیا۔

بابا جان کر ہارٹ اٹیک ہوا شہروز بھائی ان کو لے کر ہاسپٹل دوڑے بی بی جان اور امی جان کا الگ رو رو کر برا حال ہو گیا جگ ہنسائی اور شریکوں کی جانب سے ملنے والے طعنوں کا سوچ کر ہی وہ دونوں ادھ موئی ہو گئی، ان حالات میں آغا جان نے سب کو بلایا کمرے میں ایک میٹنگ ہوئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ عمر لغاری کی شادی اب بسمہ لغاری سے ہو گی، اس خبر کے سنتے ہی بسمہ کا جی چاہا کہ وہ خودکشی کر لے اس نے تو شادی کا جب بھی تصور کیا تو عثمان لغاری کے آگے تک اس کی سوچ بھی نہ گئی کہ کہاں وہ اس کی بھابھی بن جائے، ابھی کل ہی تو وہ بانکا سجیلا سا تیار شیار سفید کاٹن کے شلوار قمیض میں ملبوس گلے میں پیلے رنگ کا دوپٹہ ڈالے جوتوں سمیت آنکھوں میں آسما رہا تھا اس نے لاکھ اس سے پہلو تہی کرنا چاہی لیکن وہ اپنے نام کا ایک ہی تھا ہر بار اس کے سامنے آ جاتا، ایک دو بار جب وہ اپنی کزنوں کے ساتھ مہندی کی پلیٹیں سیٹ کر رہی تھی، اسی وقت وہ آتا اور ان سے باتیں مٹھارنے لگتا اس کی بدلحاظ آنکھیں اس کے چہرے پر مرکوز ہوتیں اور باتیں ان سے کرتا۔

"رہنے دو کشف، چلو چلتے ہیں، عثمان بات تو اپنی منگیتر سے کرنا چاہتا ہے۔" کزنوں کے چھیڑنے پر وہ ہنس کر بولا۔

"جب تمہیں پتہ ہے تو خواہ مخواہ میرا ٹائم ضائع کر رہی ہو جاؤ کوئی اور کام کر لو ہمیں دو منٹ کی پرائیویسی ہی دے دو۔" اس کی جذبے لٹاتی آواز پر بسمہ کی کان کی لوئیں سرخ پڑ گئی آنکھوں میں جگمگاتے ستاروں کو اب دیکھنے کی تاب نہ رہی پلکیں یوں جھک گئی گویا بھاری بوجھ آ گرا ہو، وہ ایکدم سے چونکی کسی نے آواز دی تھی، سامنے منور (نوکرانی) اس کو بلا رہی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہو منور؟"

"میں کہہ رہی ہوں بسمہ بی بی آپ کو آغا جان بلا رہے ہیں اپنے کمرے میں۔" اس بلاوے کا وہ کب سے انتظار کر رہی تھی، جب سے امتل بھاگی تھی اس کی چھٹی حس تیز ہو گئی تھی اس کو پتہ تھا، آغا جان اس کو کیوں بلا رہے ہیں اس کے گلے میں اب کون سا طوق پہنایا جا رہا ہے لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ آغا جان کے سامنے ڈٹ جائے گی ان سے کہہ دے گی۔

"آغا جان جب میرا ذہن خالی تھا تو آپ نے عثمان کے نام کی گردان کر کر کے میرے ذہن کی سلیٹ پر نقش کر دی اب اس پر سلیٹ کو میں کس طرح مٹاؤں اس سے اچھا آپ اپنے ہاتھوں سے میرا گلا دبا دیں۔" خود کو سمجھاتی الفاظوں کو ترتیب دیتی وہ ڈگمگاتے قدموں سے آغا جان کے کمرے کی دہلیز پر پہنچی اس نے دروازہ بجانا چاہا لیکن ہاتھوں میں ہوتی مسلسل لرزش نے اس سے سکت چھین لی۔

"میں بجھاؤں دروازہ۔" پیچھے سے منور کے کہنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا، سفید بروشیے کی چادر سے اپنے آنسو صاف کرنے میں محض دو سیکنڈ لگے، اندر سے آ جاؤ کے عندیے نے اس کی روح تک کو ہلا دیا، تمام تر الفاظ احتجاج وضاحتیں، معذرتیں ہوا میں تحلیل ہو گئیں آغا جان کی شکست خوردہ حالت کو دیکھ کر اس میں صرف اتنی ہمت بچی کہ وہ سر جھکائے کسی مجرم کی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

طرح عین ان کے سامنے رکھی چیئر پر بیٹھ گئی۔

''بسمہ تم جانتی ہو بیٹا میں نے تمہیں یہاں کیوں بلایا ہے۔'' اس نحیف آواز کو سننے کے بعد اس کا سر مزید جھک سا گیا۔

''تمہیں پورا اختیار ہے بیٹا تم انکار کر دو، بس ایک بار صرف ایک بار یہ سوچ لینا کہ اس حویلی کی عزت و ناموس اب تمہارے ہاتھ میں ہے، اس کو بچاؤ گی تو اس بوڑھے پر احسان کرو گی۔'' آغا جان کی آواز بھیگ گئی انہوں نے اپنے ہاتھ اس کے آگے جوڑ دیئے وہ تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی اور ان کے قدموں میں جا بیٹھی۔

''آغا جان، پلیز آغا جان ایسا مت کہیں آپ بڑے ہیں میرے محسن ہیں آپ کی پر شفقت شخصیت کے سائے تلے میرا وجود پلا ہے میں چاہ کر بھی آپ کی محبت کا قرض ادا نہیں کر سکتی، آپ مجھے حکم دیں مجھے آپ کا ہر حکم دل و جان سے قبول ہے۔'' وہ اپنا سر ان کے قدموں میں رکھ کر بولیں، انہوں نے اس کا سر اوپر اٹھایا۔

''میرے بچے میری جان ایک بار تمہارے باپ نے میری جان بچا کر مجھ پر احسان کیا اور اب تم کر رہی ہو، اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا میرے بچے۔'' وہ اس کو سینے سے لگا کر بولے اور بسمہ کی آنکھوں سے بہتے مسلسل آنسو عثمان سے توڑے عہد پر پشیمان تھے۔

☆☆☆

آغا جان اور بی بی جان دونوں امتل کو لے کر شناور لغاری سے ملنے گئے شناور لغاری آغا جان کے پرانے دوست تھے کافی عرصے سے وہ علیل تھے اس لئے آغا جان نے ان سے ملنے کا فیصلہ کیا امتل جو کہ ابھی یونیورسٹی سے اپنا بی ایس مکمل کر کے آئی تھی ان سے فرمائش کرنے لگی کہ میں بھی جاؤں گی اکلوتے بیٹے کی بڑی صاحبزادی کی انہوں نے پہلے بھی کوئی فرمائش ن ہیں ٹالی تھی تو اب کیسے ٹالتے۔

''بیٹا راستے آسان نہیں ہیں۔'' بی بی جان نے کہنا چاہا لیکن آغا جان نے ان کو بولنے سے منع کر دیا۔

''آغا جان مجھے ساتھ لے جائیں آپ کا دل لگا رہے گا۔'' بسمہ جو کب سے ان کی باتیں سن رہی تھی بولی۔

''خبردار جو تم کہیں گئی پیپر ہیں تمہارے تیاری کرو۔'' امی جان نے فوراً اسے ظالم سماج کا کردار ادا کرتے ہوئے اس کو ڈپٹا جس پر وہ منہ بسور کر رہ گئی، جبکہ امتل نے اس کو چڑایا وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتی تھی جب کبھی بابا جان یا امی جان امتل کی فیور کرتے تو وہ اس کو زچ کرنا نہ بھولتی سوتیلی بہن ہونے کی وجہ سے امتل کے دل میں برتری سی آ گئی تھی، جس برینڈ کا کپڑا امتل کے لئے آتا وہ کبھی بسمہ کے لئے نہیں آیا جہاں سے امتل شاپنگ کرتی وہاں سے بسمہ کو شاپنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی اور تو اور امتل کو تو بسمہ کا عثمان لغاری سے رشتہ ہونے پر بھی اعتراض تھا دبے دبے لفظوں میں بارہا وہ اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کر چکی تھی اگر کپڑوں اور جوتوں کی بات ہوتی تو یقیناً گھر والے اس کی بات پر کان دھرتے یہ رشتہ تو سراسر عثمان لغاری کی پسندیدگی کے بعد طے پایا تھا، حالانکہ امتل خود عمر لغاری کو نہ صرف ناپسند کرتی جبکہ ان کے نام سننے کی بھی روادار نہیں تھی دھیمے لہجے والے سلجھے ہوئے عمر لغاری جو بی اے کرنے کے بعد زراعت سے منسلک ہو گئے تھے کسی طور امتل کو اپنے معیار کے نہ لگتے، امتل کو وہ بزدل اور کمزور لگتے جبکہ وہ دل و جان سے امتل پر فریفتہ تھے ہر تیسرے چوتھے دن آنے بہانے ان کے گھر کے

NAGAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

قریب ہماری جیپ کھڑی تھی آغا جان اور حمید (ڈرائیور) سخت متوحش ہو گئے شام کا وقت ہو چلا تھا ابھی تقریباً آدھا سفر رہتا تھا اور یہ جگہ اتنی گنجان آباد بھی نہ تھی وہ دونوں جیپ سے باہر نکل گئے اس نے بے زاری سے باہر دیکھا اور پھر اپنے سیل کی جانب وہاں نیٹ ورک کی کوریج نہ ہونے کے برابر تھی، اس نے کوفت سے کھڑکی سے باہر جھانکا اس کو ایسا لگا جیسے ایکدم سے دھند نے اس علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو، ہوا کے تیز تھپڑوں نے اس کا منہ سرخ بھبھوکا کر دیا اس نے اپنے گرد پہنی براؤن شیفل کی چادر کو لپیٹا تبھی اس کو ایسا لگا جیسے ایکدم سے موسم تبدیل ہو گیا دھند کی دبیز چادر کو کاٹتا ہوا گھوڑے پر سوار کوئی ان کی جیپ کے قریب آرکا اس نے اپنے چہرے کے گرد سرخ مفلر سے صرف اس کی گہری سبز آنکھیں نظر آ رہی تھیں، اس نے اپنے چہرے سے مفلر اتارا۔

''کیا ہوا ہے گاڑی کو؟'' اس نے قریب آ کر پرتشویش لہجے میں پوچھا، چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد سرخ وسفید رنگت سبز آنکھیں صحیح پیشانی وہ اسی علاقے کا رہائشی لگتا تھا یا پھر فارنر۔

''شاید جیپ خراب ہو گئی ہے۔'' حمید بولا، اس نے آگے بڑھ کر ڈگی کھولی، کچھ تاریں چیک کیں اور بولا۔

''آپ کی گاڑی خراب ہو گئی ہے اس کو ٹھیک کروانا پڑے گا لیکن اس وقت شاذ و نادر ہی کوئی مکینک ملے۔''

''پھر ہم کیا کریں؟'' آغا جان نے متفکر لہجے میں پوچھا۔

''آپ اس علاقے کے تو نہیں لگتے۔''

''جی ہاں ہم ایبٹ آباد سے آئے ہیں۔''

''آپ مہمان ہیں ہمارے میں قریب ہی رہتا ہوں اپنے ملازم کو بلاتا ہوں آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں شرف مہمان نوازی بخشیں ہمیں صبح تک آپ کی جیپ ٹھیک ہو جائے گی پھر چلے جائیے گا۔''

''لیکن؟'' آغا جان نے کچھ کہنا چاہا لیکن حمید نے کہا۔

''ٹھیک کہہ رہے ہیں یہ آغا جان جیپ کو ٹھیک ہونے میں کم از کم گھنٹہ دو گھنٹہ لگے گا پھر بھی ہم رات گئے وہاں پہنچیں گے۔'' حمید کے کہنے پر آغا جان نے نہ چاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلا دیا اور کچھ ہی دیر بعد وہ لوگ اس کی حویلی میں موجود تھے، اسفند یار خان نہ صرف شکل کا خوب صورت تھا بلکہ عادات و خصائل میں بھی بے مثال تھا لیکن اس میں ایک چیز کی کمی تھی تو وہ تحمل کی بلا کا غصیل اور جذباتی تھا اس کی ماں نے اس کے بارے میں بتانے لگیں وہ دو بھائی تھے ایک بڑا تھا شاہ زین جو کہ نہ صرف شادی شدہ تھا بلکہ اس کے دو بچے بھی تھے اور دو چھوٹی بہنیں تھیں ان کی جو کہ بڑے بھائی سے کم اور اسفند سے زیادہ ڈرتیں تھیں، ابھی جب وہ لوگ باتیں کر رہی تھیں دوسرے کمرے میں اسفند اپنی بہن کو ڈانٹ رہا تھا وہ منمنا رہی تھی کچھ دیر بعد وہ ہانپتی کانپتی ہوئی کمرے میں آئی۔

''کیا ہوا ہے زرمینے۔'' ماجے نے پوچھا۔

''ماجے بھائی کی فلیش گم ہو گئی ہے مجھ سے اسی کا پوچھ رہے تھے۔'' وہ تقریباً رو دینے کو تھی زرمینے سے چھوٹی گل خاتون نے اس کا مذاق اڑایا تو وہ فلیش ڈھونڈنے کے بجائے باتیں بگھارنے کے لئے بیٹھ گئی، امتل کو اسفند پہلی نظر میں ہی بہت اچھا لگا، اس کو ہمیشہ سے ہی ایسے مرد پسند تھے بے خوف غصیل اپنی منوانے والے دبو اور میں، میں کرنے والے مرد اس کو ہمیشہ ہی زہر

ABDUL AZEEM
www.pakistanipoint.com

لگتے تھے اور بدقسمتی سے اس کو ایسے مرد کے پلے باندھا جا رہا تھا جس کے ساتھ دو منٹ بات کر کے ہی اس کو غصہ آ جاتا اس کے ساتھ پوری زندگی گزارنے کے خیال سے ہی اس کی سانسیں رکنے لگتیں، وہ کسی صورت بھی اب اس شادی کے حق میں نہیں رہی تھی، ذرا سی بہادری سے وہ اپنے من پسند مرد کا انتخاب کر سکتی تھی اور کیوں نہ کرتی قسمت نے اس کو بار بار موقع نہیں دینا تھا، شاید یہ آگ دونوں طرف لگ چکی تھی سرسری نگاہ اس پر ڈال کر اسفند اس سے پہلو تہی نہ کر سکا اپنی بہن کے ہاتھ اس کا نمبر منگوایا اس نے بغیر کسی حیل وحجت ڈر خوف کے نمبر اس کو دے دیا۔

وہ جانتی تھی کہ گل خاتون اس کا نمبر اپنے لئے نہیں لے رہی کسی اور کو اس کے نمبر کی ضرورت ہے ایک دھیمی مسکان نے اس کے چہرے کا احاطہ کر لیا واپسی پر وہ خود ان کو چھوڑنے گیا بار ہا اس پر نگاہیں اٹھیں لیکن ہر بار وہ دیکھنے کی سمت بدل لیتا اس کی پل پل کی آنکھ مچولی امتل کو سزا دینے لگی اور ویسا ہی ہوا جیسے اس نے سوچا تھا وہاں پہنچ کر ہی اس کے ایس ایم ایس آنا شروع ہو گئے۔

''آپ کون؟'' اس نے شان بے نیازی سے ٹائپ کیا، اسفند اگلے ہی پل طمطراق سے اس کا نام اسکرین پر جلوہ گر تھا وہ مسکرا دی اس کے بعد باتوں کا اور وعدوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا محبت کے دریا میں ڈوبنے سے پہلے اس نے اپنے متعلق سب بتا دیا ہر لڑکی شاید ایسا ہی کرتی ہے اپنے ماضی کے متعلق مکمل معلومات فراہم کرنا اپنی مورل ڈیوٹی سمجھتی ہے لیکن ہر مرد اپنا آپ مکمل طور پر عیاں نہیں کرتا کیونکہ وہ ہر لڑکی سے حقیقی اور سچی محبت نہیں کرتا کچھ لڑکیاں کھلونے ٹائم پاس دل لگی کا ذریعہ ہوتیں ہیں، ہاں جن کو وہ اپنی عزت بناتا ہے اس سے چاہ کر بھی چھپا نہیں پاتا واپسی پر امتل نے ایک ایک بات بسمہ کو بتائی جس میں موبائل کا نمبر دینے والی بات وہ گول کر گئی کیونکہ وہ جانتی تھی بسمہ کو اس حویلی کی عزت وعصمت کو بچانے کے بخار چڑھتے رہتے ہیں۔

☆☆☆

اس کا نکاح سادگی سے کر کے اس کو رخصت کر دیا گیا اس نے جیسا سوچا تھا اپنے متعلق ویسا ہی ہوا عمر لغاری کے کمرے میں اس کو بٹھایا گیا وہاں کی دھج ہی نرالی تھی ہر شے کو سجایا گیا آرائش وزیبائش میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں رکھی گئی آرٹیفشل پھولوں سے پورا کمرہ سجا ہوا تھا، چند دن پہلے ہی امتل کا سامان بھجوا دیا گیا تھا اور اب امتل کی اترن بسمہ کے حصے میں آ گئی تھی حتی کہ برائیڈل سوٹ میں امتل والا اس کو زیب تن کروایا گیا اس نے مٹی کے مادھو کی طرح ہر کام کیا جو اس کو کرنے کو کہا گیا، لیکن یہاں اس مقام پر آ کر اس کی ضبط کی طنابیں ساتھ چھوڑ گئیں۔

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

آنکھوں سے آنسو تواتر سے بہنے لگے، اس نے غصے میں سارا زیور اتار دیا لباس تبدیل کر دیا اور واش روم میں جا کر منہ دھو کر آئی وہ دلہن نہیں تھی وہ تو دنیا کو دکھانے کے لئے خالی جگہ کو پر کرنے کا ذریعہ تھی خالی جگہ پر ہو گئی لیکن اس کے اندر سب خالی خالی ہو گیا، اس نے سر تکیے پر رکھا اور بے سدھ ہو کر سو گئی وہ جانتی تھی آج کی رات عمر لغاری اس کمرے میں نہیں آئے گا جس کے لئے اس نے یہ کمرہ سجایا تھا جب وہ نہیں آئی تو وہ کیوں آتا، آدھی رات کو نیند سے بے حال ہوتا عمر لغاری کمرے میں آ گیا اور کمرے کے اندر

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

کے منظر نے اس کو درحقیقت حیران کر دیا اس نے سراسیمگی سے بیڈ پر سوئے ہوئے وجود کو دیکھا وہ اس سے لاتعلقی جتانے آیا تھا لیکن مقابل تو پہلے سے ہی ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر مار چکی تھی۔

اس نے ایک گہرا سانس لیا اور سامنے رکھی مسہری پر لیٹ گیا سوچتے سوچتے کب آنکھ لگی یاد نہیں صبح اس کی آنکھ کسی کے دروازہ پیٹنے پر جاگی، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، بے اختیار سامنے دیکھا وہ بیڈ پر نہیں تھی البتہ واش روم سے پانی گرنے کی آوازیں آرہی تھیں اس نے ہاتھوں سے بالوں کو درست کیا کمبل اٹھا کر بیڈ پر ڈالا اور دروازہ کھول دیا۔

''بی بی ناشتے کے لئے بلا رہی ہے۔'' اماں بلقیس ناشتے کے لئے بلانے آئیں اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور صوفے پر آ بیٹھا کچھ دیر بعد وہ واش روم سے آئی اس کا چہرہ سوجا ہوا تھا موٹی موٹی آنکھیں رتجگے کی چغلی کھا رہی تھی تو گویا وہ ساری رات جاگتی رہی تھی، عمر لغاری نے سوچا۔

''تم تیار ہو جاؤ بی بی ناشتے پر بلا رہی ہیں۔'' وہ مختصراً کہہ کر واش روم میں گھس گیا جبکہ بسمہ کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو نکل پڑے اس حد تک ناپسندیدہ تو وہ آغا جان کے گھر میں بھی نہیں رہی تھی جتنی کہ ایک رات میں اس گھر میں ہو گئی تھی، عمر لغاری کا رویہ اور خود کا احساس کمتری اس کو پل پل مار رہا تھا وہ اندر ہی اندر خود کو مارتی جا رہی تھی۔

''ناشتہ ٹھیک سے کرو بیٹے ماہ نور بھابھی کو پراٹھا دو۔'' بی بی نے اس کو ٹوکا وہ جو کافی دیر سے ایک ہی نوالے سے کھیل رہی تھی چونکی پھر اثبات میں سر ہلا کر ماہ نور سے پراٹھا لے لیا۔

''عثمان کہاں ہے؟ اس نے ناشتہ نہیں کرنا کیا۔'' عثمان کے والد نے پوچھا وہ اندر سے چور بن گئی جھکا ہوا سر مزید جھکا لیا۔

''پتہ نہیں صبح صبح نکل گیا ہے میں نے کہا بھی کہ بھائی کا ولیمہ ہے، آج ذرا انتظام دیکھ لے کہتا ہے تھوڑی دیر تک آؤں گا۔'' اس کے ذکر پر بسمہ کو شرمندگی سے آلپیٹا اس کا بس نہیں چل رہا تھا غائب ہو جائے ناشتہ ختم ہوا تو بی بی بولیں۔

''بسمہ تم آرام کر لو کچھ دیر ویسے بھی ولیمہ شام کو ہے اور ہم نے انتظام گھر میں ہی کروالیا ہے پہلے تو میرج ہال میں کرنا تھا خیر جو اللہ کو منظور ہو، اللہ تم دونوں کو خوشیاں دے۔'' وہ کہہ کر اٹھ گئیں بسمہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا کیا وہ اتنی ارزاں تھی کہ اس کے لئے میرج ہال میں ولیمہ کرنے کو وہ لوگ تیار بھی نہ تھے، وہ سوچتی تھی جب اس کی شادی ہو گی تو دنیا بدل جائے گی وہ من چاہی جیون ساتھی ہو گئی اس کی ہر خواہش پر آرزو کو لب پر لائے بغیر پورا کر دیا جائے گا اس کی قسمت اپنی ماں جیسی نہیں ہو گی لیکن وہ غلط تھی اس کی قسمت تو بالکل اپنی ماں جیسی ہی تھی ان چاہی ہستی کی طرح وہ بھی عمر لغاری کے گلے میں باندھ دی گئی تھی اور اس کا سلوک بھی اسکے ساتھ ویسا ہی تھا جیسے کہ ہونا چاہی لاتعلقی بے زاری اس کی ہر ہر ادا سے عیاں تھی وہ کمرے میں آ گئی کچھ کرنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا کافی دیر کھڑکی کھولے کھڑی رہی کھلی کھڑکی سے باہر لان کا منظر صاف نظر آتا لان سے ہٹ کر دیکھتی تو دور دور سبزہ بھی دیکھا جا سکتا تھا، دوسری منزل پر عمر کا پورشن تھا دو کمروں ایک کچن اور ایک واش روم پر مشتمل یہ پورشن بلاشبہ بہت خوبصورت تھا۔

''عمر بھائی کو تو اپنا پورشن ہے لیکن مجھ غریب کا تو ایک ہی کمرہ ہے کیا تم ایک کمرے کی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ملکہ بننا پسند کرو گی؟'' اس نے معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں دل و جان سے بنو گی۔'' وہ شرماتے ہوئے بولی۔

''یا ہو میں تو عمر بھائی سے بھی زیادہ امیر ہوں اتنی حسین اور خوبصورت دل والی بیوی ملے گی مجھے جبکہ عمر بھائی کو تو امتل بھابھی جیسی نک چڑھی اور مغرور لڑکی ملے گی۔'' وہ خوشی سے تقریباً چلاتے ہوئے بولا۔

''میں نے کہا میرے کپڑے نکال دو۔'' عمر کی تیز طرار آواز پر وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹی عمر کہہ کر اب لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھا تھا۔

''یادیں بھی بعض اوقات کتنی اذیت ناک ہوتیں ہیں ان سے پیچھا چھڑانا چاہو تو کسی بھوت کی طرح چمٹ جاتی ہیں۔'' اس نے سر کو جھٹکا اور اس کے کپڑے نکالنے کے لئے وارڈروب کھول کر کھڑی ہو گئی کپڑوں کے نیچے دو بڑے سے گفٹ پیک رکھے ہوئے تھے اور ان گفٹ پیکس پر مخملی ڈبیا جس کو دیکھ کر اس کا جی چاہا دوبارہ رونا شروع کر دے قسمت کی ستم ظریفی بھی شکوہ کناں ہونے کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتی تھی اس نے اپنی مان چاہی زندگی کو پانے کے لئے کتنے لوگوں کی زندگیوں کو داؤ پر لگا دیا تھا۔

☆☆☆

ولیمے کی پر رسومات کے بعد وہ آغا جان اور امی جان کے ساتھ آ گئی، اس کو ایسا لگا جیسے جنت میں آ گئی ہو اپنا کمرہ ویسے ہی تھا جیسے وہ چھوڑ کر گئی تھی اس نے سنا تھا شادی کے بعد جیسے ہی لڑکیاں اپنے میکے آتی ہیں تو اپنا کمرہ اپنا گھر پرایا پرایا لگتا ہے کیونکہ ان کا دل اپنے پیا کے گھر میں ہی رہ جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا اس کو ایسا لگا جیسے وہ قید خانے سے رہا ہو کر آئی ہو یہاں آ کر اس نے سکھ اور سکون کا سانس لیا ورنہ وہاں عمر کا بنا ہوا منہ دیکھ دیکھ کر وہ کوفت کا شکار ہو گئی تھی لیکن حیرت کا جھٹکا اس کو تب لگا جب جب رات کو عمر اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

''آ.....آپ یہاں؟''

''کیوں میں یہاں نہیں آ سکتا آغا جان نے کہا تھا رات کو یہی آ جانا ورنہ میرا یہاں آنے کا ارادہ نہیں تھا۔'' اس کی صاف گوئی نے بسمہ کا چہرہ سرخ کر دیا۔

''جانتی ہوں یہاں آنا نہیں چاہتے تھے میں نے کب کہا میری وجہ سے آئے ہیں۔'' وہ محض بڑبڑا کر رہ گئی۔

''ایسا کرو ایک کپ چائے بنا دو۔'' حکم دے کر وہ صوفے پر بیٹھ گیا اور بے نیازی سے اپنی ٹانگیں میز پر رکھ کر ٹی وی آن کر لیا بسمہ نے حیرت سے اپنے کپڑوں کی جانب دیکھا، انتہائی بھاری جوڑا اس نے زیب تن کیا ہوا تھا اس کی حالت کسی طور بھی کچن میں جانے کے قابل نہیں تھی لیکن نک چڑھے صاحب بہادر کے لئے یہ بھی کرنا تھا سو اس نے کپڑے تبدیل کرنے کا کشٹ کیے بغیر کچن کا رخ کیا جیسے ہی چائے بنا کر کمرے میں آئی، موصوف گہری نیند میں تھے پورا کمرہ ان کے خراٹوں سے گونج رہا تھا، اس نے چائے کا کپ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

''لے آئی ہو چائے۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا، بسمہ کو قدرے حیرت ہوئی۔

''کہاں تو ابھی بیڈ پر محو استراحت تھے جناب اور کہاں اب اٹھ کے بیٹھ گئے ہیں سچ ہے نیند تو ان کی کوئی اپنے ساتھ بھگا لے گیا ہے اب کا ہے کا چین۔'' اس نے چائے کا کپ ان کے ہاتھ میں تھمایا ان جانے میں عمر کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے مس ہوا اس کے پورے وجود میں کپکپی سی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

دوڑ گئی، اس نے چائے کا کپ تھام لیا، اگر نا
تھامتا تو یقیناً چائے کا کپ زمین بوس ہو جاتا۔
بسمہ [illegible]
ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا زیور
اتارنے لگی جبکہ وہ [illegible] اسے
دیکھ رہا تھا، دیکھنے کا سلسلہ ابھی تو اور جاری
رہتا اگر اس کا موبائل نہ بول اٹھتا، وہ فون پر
[illegible]
[illegible]
میں واپس آئی اس کا موبائل گنگنا اٹھا [illegible]
موبائل [illegible] نمبر [illegible] رہا تھا،
پہلے تو [illegible] مسلسل آتی
کال نے اس کو اٹینڈ کرنے پر مجبور کر دیا۔
"ہیلو [illegible] امتل۔"
[illegible]

سرخ بھبھوکا سا چہرہ لیے [illegible]

[illegible]

"ایک بات کان کھول کر سن لو اگر مجھے کبھی
پتہ چلا کہ تم نے امتل سے رابطہ کیا ہے یا اس کے
کارناموں کا تمہیں علم تھا تو مجھ سے برا کوئی نہیں
ہوگا۔" وہ اس کا بازو جھنجھوڑتا ہوا بولا۔
"مجھے کسی بات کا علم نہیں ہے اور آپ امتل
کا غصہ مجھ پر [illegible] آج پہلی بار
[illegible]
دے دیں میں بہ خوشی تسلیم کر لوں گی۔" وہ [illegible]

☆☆☆

اگلی صبح ایک مختلف صبح تھی [illegible] آغا
جان [illegible]
[illegible]
بجے کے قریب آغا جان [illegible]
مل کر ناشتہ کیا ناشتہ [illegible] کے بعد عمر نے اس کو
[illegible]

بسمہ کو سخت زہر لگا اس نے زیادہ برا بسمہ کو اس وقت لگا جب آغا جان اور بابا جان نے عمر کو امتل کی تلاش کا کام سونپا وہ سب مل کر اس کو تلاش کر رہے تھے غیرت کے نام پر قتل ہونا تھا پھر وہ سب [illegible] اس سے اتنی بے پناہ محبت کرتے تھے کہ اس کو ہر عیب سے پاک سمجھتے ان کو لگتا تھا اس کے ساتھ کوئی انہونی ہوئی یا کہانی پہنچ گئی اس کا کچھ [illegible] [illegible] ان کی [illegible] اہمیت بھی تو امتل کی [illegible]

[illegible]

بولا، [illegible] بدلنے چلی پڑی [illegible] شروع کر دیں وہ جیسے ہی تیار ہو کر آئی عمر کو اپنا منتظر پایا اس کی گہری بولتی نگاہیں [illegible] کے جسم کے آر پار ہونے لگیں بسمہ کی ہتھیلیوں میں پسینہ سا اتر آیا [illegible] آگے پیچھے [illegible] بی جان اور امی [illegible] کے بعد وہ دونوں گھر سے [illegible] نکلے [illegible] گنگنا رہا تھا بسمہ نے اچنبھے سے اس کی جانب دیکھا [illegible] معمول [illegible] نہیں چلا رہے تھے، ایک بنگلے گاڑی روک کر اس نے پوچھا۔

"[illegible] تمہیں [illegible] کچھ ضرورت [illegible]"

[illegible] کے انکار [illegible] پڑا، اس نے اس کو شاپنگ کرائی بسمہ کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب [illegible] کے لئے رنگ [illegible] خوبصورت تھی بسمہ کو [illegible] ڈال دیا۔

[illegible]

تھا نکاح کے دو بولوں نے خود بسمہ کی سوچوں کو بھی تلپٹ دیا تھا۔

اس کو عمر کا ناروا سلوک غصہ اکھڑپن برا لگتا وہ ہر وقت اس کے متعلق سوچتی رہتی [illegible] اس کی [illegible] کیا اس کو پتہ ہی نہیں چلا تھا، [illegible] شہروز بھائی اور بھابی کا فون [illegible] [illegible] کے معاملے میں نہیں الجھانا چاہتے تھے وہ خود امتل کا سراغ لگا رہے تھے جبکہ ایک طرف عمران سے وعدہ کر آیا تھا [illegible] امتل کو تلاش کرے گا اور دوسری جانب [illegible] امتل کا فون آنے پر [illegible] کو عمر کی کسی بات کو سمجھنا بہت مشکل تھا۔

"تم تیار ہو جاؤ [illegible] چلتے ہیں۔" عمر ڈرائنگ روم میں آ کر بولا اور پھر کمرے میں چلا گیا۔

[illegible] جیسے ہی وہ تیار ہو کر پورچ میں آئی عمر کو اپنا منتظر پایا [illegible]

[illegible]

یہ پہن لو وہ پہن لو۔" وہ [illegible]

"یہ تو [illegible]"

[illegible] پھیر کر [illegible] اس کا فون بجنے لگا [illegible] بغیر دیکھے کال [illegible]

[illegible]

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

"ہیلو...... ہیلو...... بسمہ میں امتل ہوں۔"
امتل کی آواز پر وہ تڑپ کر رہ گئی۔
"امتل تم کہاں ہو؟" عمر کی ناراضگی کو بالائے طاق رکھے وہ بولی جبکہ عمر بھی گاڑی روک چکا تھا، اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بتاتی کال کٹ گئی تھی، یا پھر کاٹی جا چکی تھی، عمر نے اس سے سیل لے لیا تھا، کئی بار نمبر ڈائل کیا لیکن سیل آف ہو چکا تھا۔
"ہوسکتا ہے وہ کسی مشکل میں ہو۔" بسمہ کے کہنے پر اس نے محض خالی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا، بسمہ کو اس کی خاموشی ایک آنکھ نہ بھائی۔
"کچھ کہنا چاہیے تھا اس کو لیکن اس نے کچھ نہیں کہا وہ جانتی تھی وہ امتل کو دل و جان سے چاہتا تھا اور اب بھی اس کا ذکر آنے پر وہ بے چین سا ہو جاتا۔" اس کی بے چینی اس کا اضطراب بسمہ کو اندر ہی اندر خالی کر دیتا، وہ کہاں کھڑی تھی ماضی سراب تھا اور مستقبل ایک سوالیہ نشان عمر کے دوست کے گھر ان کا پرتپاک سے خیر مقدم کیا گیا شہزاد بھائی ان کو لے کر اپنے گھر کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے ان کی بیوی اور چھوٹی بیٹیوں کے علاوہ شہزاد بھائی کی والدہ اور بہنیں بھی تھیں کچھ دیر بعد ان کے بھائی بھی آ گئے عمر کا ان کے گھر آنا جانا تھا جبھی کسی قسم کے پردے کا تردد نہیں کیا گیا۔
کھانا پر تکلف ماحول میں کھایا گیا۔
"یار وہ تمہارا ایک کزن تھا اسفند جو نعیم کی شادی پر ملا تھا وہ اب کیا کر رہا ہے۔" کھانے کے بعد قہوہ پیتے ہوئے عمر نے پوچھا، وہ سب ڈائننگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے جب عمر کے پوچھنے پر شہزاد بھائی ایک لمحے کو خاموش ہوئے پھر بولے۔
"اس نے کیا کرنا ہے یہی ہوتا ہے کارنامے کر رہا ہے بڑے بڑے۔" وہ جل کر بولے۔
"کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔" عمر نے قہوے کی چسکی لے کر دلچسپی سے پوچھا۔
"یار کسی لڑکی کو عین اس کی شادی والے دن بھگا کر لے آیا ہے اور اب اس کی ماں بہنیں اور خود وہ بھی اس کا جینا حرام کر رہے ہیں عجیب دماغ کا انسان ہے۔" عمر کے ساتھ بسمہ کی آنکھیں بھی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اگر وہ قہوہ ٹیبل پر نہ رکھتی تو یقیناً کپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا۔
"اب پھر کہاں ہوتے ہیں جناب۔" عمر نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔
"یہی ہوتا ہے اور اس نے کیا کرنا ہے زمینیں سنبھالتا ہے بیوی کو مارتا ہے گالیاں دیتا ہے اور اس نے کیا کرنا ہے۔" بھابھی نے لقمہ دیا۔
"اتنے کم عرصے میں مارنا بھی شروع کر دیا ہے اس نے۔" عمر نے کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا۔
"کم عرصے سے کچھ نہیں ہوتا، عمر بھائی مفت آئی شے کی قدر کون کرتا ہے اور وہ بھی تو اپنے ماں باپ کا نام ڈبو کر بھاگ آئی دکھنے میں انتہائی معصوم سی ہے نام بھی بہت بھلا سا ہے امتل ہاں امتل نام ہے اس کا آپ کے علاقے کی تو ہے۔"
"ارے چھوڑو بیٹا کیا قصہ لے کر بیٹھ گئے ہو، عمر پہلی بار بہو کو گھر لایا ہے کوئی اچھی باتیں کرو۔" شہزاد بھائی کی والدہ نے ٹوکا عمر ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

عمر نے یہاں سے نکلنے کے ساتھ ہی آغا جان کو فون کر کے ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا، آغا جان اور بابا جان گارڈ اور دیگر ملازمین کے ساتھ روانہ ہو گئے جبکہ وہ دونوں گھر پہنچ گئے، عمر کی بے چینی قابل دید تھی وہ کمرے میں دائیں بائیں چکرانے کے علاوہ فون پر ان کے ساتھ مصروف تھا، شہروز بھائی واپسی کے لئے نکل پڑے تھے۔

بسمہ تھک ہار کر بیڈ پر لیٹ گئی، اس کو کب نیند آئی کچھ خبر نہ ہوئی، رات گئے عمر نے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اس کو جگایا اس نے کسلمندی سے آنکھیں کھول کر اس کی جانب دیکھا۔

''بسمہ امتل آ گئی ہے۔''

''او..... اچھا۔'' اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکی اور دوبارہ لیٹ گئی۔

''کیسی بے حس لڑکی ہو ادھر تمہاری بہن کن حالوں میں گھر آئی ہے اور ادھر تم سو رہی ہو۔'' و اس پر چڑھ دوڑا۔

''بات سنیں عمر صاحب میری بہن اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر گئی ہے شہروز بھائی کی بھی وہ بہن ہے لیکن وہ مزے سے ہنی مون منانے چلے گئے، میری فکر مندی سے جو بدنامی ہمیں مل چکی ہے وہ دھل نہیں جائے گی اس نے اپنی مرضی سے اس زندگی کا انتخاب کیا ہے کسی نے زور زبردستی اس سے نہیں کروایا، اس کا تین سطر کا خط اب بھی میرے پاس موجود ہے جس میں اس نے واضح لکھا تھا کہ وہ آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی، اس لئے گھر چھوڑ کر جا رہی ہے۔''

''آپ نے پریشان ہونا ہے، نا خوشی ہو لیکن مجھے سکون سے سونے دیں۔'' بسمہ نے کمبل سر تک تان لیا جس پر عمر کو اور تاؤ آیا وہ اس کے اوپر سے کمبل کھینچتے ہوئے بولا۔

''میں جا رہا ہوں اگر تم نے چلنا ہے تو پندر منٹ میں نیچے آ جاؤ۔'' وہ کہہ کر کمرے سے چ گیا، بسمہ محض اس کو جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی پھر کچ سوچتے ہوئے چادر اوڑھ کر نیچے آ گئی وہ کار میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا اس کو دیکھ کر عمر کی آنکھوں میں چمک سی ابھری وہ منہ پھلائے بیٹھ گئی، اس وقت رات کے چار بج رہے تھے کسی کے گھر جانے کا یہ کوئی وقت نہیں تھا لیکن عم صاحب کی محبوبہ مل گئیں تھیں اب ان کو کچھ نظ نہیں آتا تھا، جب وہ گھر پہنچے بسمہ کی توقعات کے برخلاف گھر کی لائٹس آن تھیں وہ جیسے ہی ڈائیننگ روم میں داخل ہوئے شہروز بھائی اور با جان صوفے پر بیٹھے ہوئے نظر آئے ان دونوں ک اس وقت دیکھ کر دونوں کو قطعی حیرت نہیں ہوئی تھی وہ ان سے مل کر کمرے میں چلی گئی جہاں امتل مزے سے کھانا کھا رہی تھی بسمہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی کسی سفاکی اور بے رحمی سے اس نے ان سب کو ذلیل کرایا اور اب کھانا تناول کیا جا ر تھا۔

''ایسے مت گھورو مجھے میں اپنی مرضی سے گئی تھی اور اپنی مرضی سے واپس آئی ہوں، یہ سب کر کے تمہیں کیا ملا ہے امتل۔'' بسمہ اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے بولی۔

''سکون ملا ہے مجھے میں نے ساری زندگی اپنی مرضی سے گزاری ہے پھر میں کیسے شادی اوروں کی مرضی سے کرتی، تمہارے اس سکون نے میری زندگی برباد کر دی ہے کیا تمہیں اس بات کا احساس ہے ایک ایسے شخص کے ساتھ رہنا جس کو آپ پسند نہیں کرتے اور جو آپ کو پسند نہیں کرتا کتنا اذیت ناک ہوتا ہے اس کا اندازہ ہے تمہیں۔'' وہ اس پر چلائی تھی، لیکن اس کا چیخنا چلانا بے کار تھا امتل جیسے لوگ صرف اپنا رونا

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

[illegible] "

رہی تھی۔ ان کو اپنی خوشیوں اور اپنی خواہشات اور
اپنے جذبات سے مطلب ہوتا ہے [illegible]
[illegible] دیکھو بسمہ تم تو جانتی ہو کہ [illegible] کبھی
سطرح مشکل میں اٹھا میں عمر کے ساتھ کبھی الجھتی
ہے [illegible] اور رہی بات اسفند کی تو وہ پہلے سے ہی خلع
لے چکی ہے۔ [illegible] کرتے ہوئے [illegible] گلا [illegible] عمل
بتایا۔ اس لئے بسمہ کا دل چاہا دھاڑیں مار مار کر
اس گھر کے لوگوں کی بے حسی پر روئے اسفند جیسی
سنگدل کو تو قتل کر دینا چاہیے تھا لیکن سب لوگ ایسے خوش
تھے جیسے محترمہ کارنامہ کر کے لوٹی ہو۔ اب ان سے
بات کرنا بے کار تھا وہ جیسے ہی اٹھی دروازے سے
ملیحہ اندر داخل ہوئی۔ عمر کو اپنی جانب گھورتا ہوا پایا پتہ
نہیں وہ کتنی دیر سے وہاں کھڑا تھا بسمہ کو ندامت
اور شرمندگی [illegible] نظریں پھیر لیں [illegible]
جانے وہ کیا کیا کہہ گئی تھی لیکن اس کو غصہ اسفند پر
تھا جو عمر کو پہلے دیکھ چکی تھی لیکن اس نے بسمہ کو
نہیں بتایا [illegible]

"آؤ عمر کیسے ہو؟" وہ کھانے کی ٹرے ایک
طرف رکھتے ہوئے بولی [illegible]
"میں ٹھیک ہوں تم سناؤ [illegible] اکیلی رہ رہی
تمہاری سنا ہے [illegible] کیونکہ تمہاری شادی ہو چکی
ہے تم نے مجھ سے کہا [illegible] ہزار
[illegible] مارے
[illegible] لگے
[illegible]"

"ویسے تم اسفند ہی ڈیزرو کرتی تھیں خیر برا
تو وہ نہیں ہے تمہارے کارنامے سن کر آ رہا ہوں
میں دوسرے ہی دن تم نے اپنی [illegible] ہاتھ اٹھا دیا
اور روز شوہر اور ساس سے لڑتی ہو کملا کر رہ گیا ہے
اسفند۔" عمر چلبلے انداز میں بولا۔ اس کا ہتک بھر
انداز اسفند کو سخت ناگوار گزرا وہ اس کو بہت سست
سنانا چاہتی تھی لیکن شہروز بھائی کی [illegible]

[illegible]

[illegible] کا تعلق اتنا [illegible] کر دیا [illegible]
[illegible] کل [illegible] تمہارا [illegible] لینے آ رہے ہیں
اسفند [illegible] شہروز بھائی کے کہنے پر عمر نے ہنسنا
شروع کر دیا [illegible]
[illegible] المطلب [illegible] کو دکھانے کے لئے
ورنہ تو ہر ایک کے لئے ایسی جھوٹ بولا تھا کہ تم پڑھنے
لاہور چلی گئی ہو اس لئے تمہاری جگہ بسمہ کی شادی
کی ہے، حالانکہ سب کو پتہ ہے تم کیا پڑھنے گئی
تھی اور کہاں گئی تھی۔" عمر نے ایک بار پھر لقمہ
دیا، اس کا بار بار طنز کرنا اسفند کو طیش دلا گیا وہ محض
دانت کچکچا کر رہ گئی [illegible]

"کر بھی کیا سکتی تھی، ہم شہروز بھائی میں
[illegible] کے ساتھ نہیں رہ سکتی!"

"بیٹا جو کارنامہ آپ نے کیا ہے اگر تم لڑکے
[illegible] کی ہوتی تو آج تم ونٹن کے اندر
ہوتیں [illegible] جان بابا جان تم سے ہم کلام ہونا پسند
نہیں کرتے بی بی جان الگ تم اپنے خدا کا شکر کرو [illegible]
[illegible] گھر کو غنیمت جانو۔"
شہروز بھائی نے [illegible] سب [illegible] کے
[illegible] اور چلے گئے [illegible]
[illegible] چلو بسمہ ہمیں بھی گھر جا کر کل کے فنکشن
کی تیاری کرنی ہے۔" عمر نے ساتھ کھڑی بسمہ کو
[illegible]

☆ ☆ ☆

وہ دونوں جیسے ہی گھر پہنچے ڈرائینگ روم میں
عثمان کو براجمان دیکھ کر ایک لمحے کو بسمہ کے پیر
لڑکھڑائے پھر اس نے خود کو قابو کرتے ہوئے
اس کا حال احوال پوچھا اس نے بھی نارمل انداز
میں جواب دیا اس کو چائے دے کر وہ اپنے روم
میں آ گئی چونکہ عمر ابھی بھی نیچے سب کے ساتھ
بیٹھا تھا اس لئے فراغت سے فائدہ اٹھاتے
ہوئے [illegible] نے کل کے فنکشن کے لئے کپڑے

سلیکٹ کرنا شروع کر دیے۔ ... فی ہو گی کہ اس کے لئے آغا ہاؤس کے

"تم یہ سوٹ پہنو۔" اس کے عقب سے ... دروازے بند کر دیے جائیں اور رہی تمہاری بات

آواز آئی وہ گڑبڑا کر پیچھے ہٹی لیکن اس کا سر اس ... تو خدا کی قسم پہلی رات کے بعد میں نے ہر پل خدا

کے سینے سے جا لگا موصوف محض دو قدم ... کا شکر ادا کیا ہے پہلی رات تمہیں بیوی کے روپ

فاصلے پر کھڑے تھے اس کے دل میں محشر کا شور ... میں تسلیم کرنا مشکل تھا۔" وہ اس کو چھوڑتا الماری

برپا ہو گیا ... کی جانب بڑھا وہاں سے ایک ... ڈبیا نکالی۔

شروع ... وہ ... سوچنے ... وہ دونوں

نگاہوں ... اور پیچھے سے ایک اور ڈبا

اب بھی ایسا ہی ہوا تھا وہ اس کا بازو تھامے ... آہستگی

کپڑے دیکھنے میں مگن تھا اس نے ... کنگن

طریقے سے پیچھے ہٹنا چاہا ... اس کی ... پہنا

کے کندھے کے گرد پھیلا کر اس کو اپنے اور قریب ...

کر لیا۔

"بھاگتی کیوں ہو مجھ سے بسمہ میں کوئی نا محرم تو نہیں ہوں۔" اس کی گہری سانسیں بسمہ کے چہرے سے ٹکرائیں۔

"میرا ... وہی ناپسندیدہ ہستی ہوں جو آپ کی زندگی میں جبراً زبردستی شامل کر دی گئی تھی۔" بسمہ نے اس کی مسلسل بڑھتی جسارتوں سے تنگ آ کر کہا۔

"تمہیں کس نے کہا کہ ... ناپسندیدہ تھیں میں مانتا ہوں ... لیکن جب وہ گھر سے ... میرے دل سے اتر گئی میں نے خدا کا شکر ... میری نسلیں ایسی عورت کی گود میں ... باپ بھائی کی عزت کی ... رخصتی ہوا محل کی کہانی ... اس کو سب فیس کرنا ہوگا لوگوں کی باتیں ان کی حقارت ان کے ناروا سلوک سب ... آغا جان اس کی ... رخصتی کے بعد اس کو عاق ... ہیں اس کے لئے ...

لئے خریدے ... اپنی طرف سے اور یہ تمہارے لئے خرید کر لایا تھا کہ کہیں تم اعتراض نہ کرو ... تمہیں" اس کے الفاظ پر بسمہ ...

"بولو اب تمہیں عمر لغاری قبول ہے۔" وہ اس کے دونوں بازو تھامتا ہوا بولا۔

بسمہ نے شرما کر اثبات میں سر ہلا دیا اور عمر نے اس کو خود کے قریب کر لیا اس یقین کے ساتھ ... عمر کا ہے جس کو بے یقینی کی کوئی ... سکتی

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

عشق اسیر

سدرۃ المنتہیٰ

دسویں قسط کا خلاصہ

سکھاں نے سب کے سامنے اقرار کر دیا ہے اور عنایت شاہ کے عتاب کا سامنا کرنا پڑا ہے، حبیب گھر سے خوشی خوشی دولہا بننے نکلا ہے، ماضی کی کہانی میں، پربھات حسین کی فیملی کو اپنے گھر لائی ہے اور وہاں آ کر شفعیت کی تصویر دیکھ کر جہاں سارنگ ٹھٹکا ہے وہاں سکھاں ایک الگ کرب سے گزر رہی ہے، اگلے دن اس نے پربھات کو درخواست کی ہے کہ صبح سویرے اسے یہاں سے حویلی میں فیروز کی شادی کی تیاری شروع ہوئی ہے۔

پربھات کے گھر میں سکھاں اور حبیب کا سامنا ہو جاتا ہے۔

سکھاں واپس لوٹی ہے، سارنگ کے لئے اس گھر میں ٹھہرنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

اسے چوٹ آئی ہے اور شفعیت کو ہسپتال لے جانا پڑا ہے۔

حبیب اپنے ماضی کی کہانی پربھات کو سنانے لگا۔

جب وہ سکھاں کو راستے میں روکنے لگا تھا۔

اب آگے پڑھیئے

گیارہویں قسط

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''وہ لمحہ نہیں تھا، وہ قیامت تھی، میں دولہا بن کر نہ لوٹ سکا، اس کے گھر میرے باپ کے [illegible] کر توڑ پھوڑ کر دی تھی اور انہیں فوری طور پر گاؤں سے نکل جانے کا حکم دیا تھا، مرشد مرید [illegible] لڑائی میں بے گھر کر رہا تھا، مرشد نے مرید کو سزا سنائی تھی پربھات، میں پہنچا تو اس کی [illegible] بکھری تھی، میں نے پیچھا کیا، مت پوچھو پربھات اس کچے گھر میں ضرورت کی چیزیں کیسے بکھری پڑی تھیں، انہوں نے عجلت میں چار چیزیں لیں، چار چھوڑیں اور نکل لئے تھے، کتنا درد ناک منظر تھا نہ۔''

''آپ نے پیچھا کیا ابا پھر کیا ہوا؟''

''میں نے پیچھا کیا پربھات، راستے میں جا لیا، اس کے بھائی نے کہا، باپ نے گھر سے نکال دیا اور بیٹا راستے میں روکے کھڑا ہے، میں گاڑی سے نکل کر عاجزانہ ان کے سامنے جا کھڑا تھا میرے ہاتھ میں وہ باکس تھا، نکاح کے جوڑے کا، اس میں جوڑا تھا، چوڑیاں تھیں، گجرے تھے، میں نے وہ باکس سکھاں کی طرف بڑھایا تھا، میں نے کہا میں نکاح کرنا چاہتا ہوں سکھاں سے۔''

''تمہیں پتہ ہے سکھاں کا باپ رو رہا تھا، اس نے کچھ نہیں کہا، سکھاں کی طرف دیکھا بھی نہیں۔''

''حسین لاھوتی کی آنکھیں انگارہ تھیں، وہ انگارے اگل رہا تھا، اس نے آگے بڑھ کر مجھے مارنا بھی چاہا، لیکن باپ نے اسے روک دیا، وہ مجھے مارتا تو میں مار کھا لیتا پربھات، لیکن سکھاں کو دولہن بنا کر لاتا، لیکن پربھات، سکھاں کے چہرے پر تو سختی تھی اس [illegible] وہ تھیلا نہیں لیا مجھ سے، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، چہرے پر درد تھا، لیکن اس نے مجھے کہا، پیر...... عشق کا اظہار کر دیا ہے لیکن معاہدہ نہیں کیا، تیرے ساتھ چلنے کا، مجرم نہیں بنی تیری، تیرے باپ نے میرے باپ کا گھر اجاڑ دیا ہے، جا کر دیکھ وہاں راکھ اڑ رہی ہے، مرشد نے مرید کو برباد کر دیا ہے پیر...... مرشد نے مرید کی عاقبت اجاڑ دی، عاقبت تو اجڑ چکی باپ کا گھر اجاڑ کے سکھاں تیرا گھر بسا لے کیا؟''

''عشق کے اظہار کی سزا ہے، تیرے گاؤں سے جا رہی ہوں تیرے ساتھ اگر چل پڑی تو سزا ساری میرے باپ کے حصے میں آ جائے گی، مجھے بھی سزا ساتھ بھگتنی ہے۔'' میں نے اسے روکنے کی کوشش کی، لیکن وہ نکل گئی۔

بیل گاڑی نکل گئی، اور گاڑی میں، میں اس رات ناکام بن کر گھر لوٹا، اس رات میں نے وہ تھیلا جیجی کے قدموں میں جا پھینکا تھا، میں رویا تھا۔

اس رات میں نے چیخیں ماریں، دھاڑیں ماریں۔

''سکھاں کا دل آپ کے لئے نرم نہیں ہوا ابا؟ میں تو سمجھی وہ ڈھیر ہو گی۔''

''پربھات اس نے پتہ ہے بیل گاڑی کے چلتے آخری جملہ کیا کہا تھا؟''

''کیا کہا تھا؟''

''اس نے کہا کہ سکھاں تیرے ساتھ تب جائے گی، جب مرشد چل کر مرید کے پاس آئے گا، اس روز نکاح ہو گا، سکھاں دولہن بنے گی، اس روز تو سکھاں کا دولہا بنے گا۔''

''بتاؤ پربھات عنایت شاہ کا بت کیسے ٹوٹتا اگر وہ مجھے میری خواہش کو عزت بخشتا، وہ مغرور

انسان ہی جو اکیلا چلا تھا، جسے محبت پورے خلوص کی اہمیت نہیں کر سکی یا میں کمزور تھا، بہت کمزور،
میں اس رات رویا تھا، یا اللہ مجھے کیوں نصیب ہے جس نے نصیب تو دو لوگوں کو دیا تھا، عنایت یہ ستم کر جاتا تو
میں نہیں مانتا، لیکن ماں نے اور بڑی ماں جیجی نے جو کمال کیا ان کے جو لوگ بلایا، عنایت شاہ نے شاید شمع
کو دولہن بنایا، میں نے نہ لباس تبدیل کیا، نہ اپنی جگہ سے اٹھ سکا، جیسے بیٹھا تھا
جب انہوں نے حکم کیا کہ شمع سے نکاح کر لو احتیاط، مجھے میری قسمت نہ ملی لیکن تو اپنی مہربانی کر
لے، بگڑ جائے گی ورنہ، رب سائیں سے شکوہ کرنے لگی، کیا میں بیٹی تیرا دل کیوں نہ بدلا، وہ تو
بدل سکتا تھا۔"

"نہیں بدلا تو قسمت بدل دی، ابھی تو میں کرنے میں تھا، میں نے سکھاں کو کھویا تھا، ابھی وہ
اجڑا تو وہ تھا، چوٹ لگی تھی، مجھے ایک چوٹ اور پڑ گئی، میرے ہاتھ تو کانپنے تھے، میری زبان
کانپی تھی، میرے اندر سے کوئی آواز آئی تھی وہ میری نہیں کسی اجنبی کی آواز تھی جیسے، میں نے شمع کو
نکاح میں قبول کرنے کے بعد خود کو دل میں اجنبی محسوس کیا تھا، مجھے لگا میں سودے کی نظر ہو گیا
ہوں، وہ ایک سودہ تھا، وہ ایک معاہدہ تھا، جو دل کے بغیر کیا جاتا ہے، جو دل کے بغیر ہی کیا تھا۔"
لیکن تو شمع کا نکاح ہوا تھا۔" وہ جیسے بولی، وہ پھر اپنی بات سے پلٹ گئی، اسے
اندازہ تھا کہ ملازم آ گیا ہوگا، وہ اٹھنا نہیں چاہ رہی تھی، لیکن اٹھنا پڑا تھا، ایک کہانی کا باب ختم ہوا تو
دوسرا شروع ہو چکا تھا۔

☆☆☆

"سارنگ کو فون کرو سندس، سارنگ کی طرف خیر نہیں ہے۔" وفا ابھی ابھی اچانک نیند سے بیزار
ہوئی تھیں، گہری نیند سے اچانک آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، وہ بہت کم زندگی میں اس قدر بے بس
ہوئی تھیں اور ان کو فون تو نہیں لگ رہا تھا کہ کچھ زیادہ ہی متفکر اور بے ترتیب سی ہو رہی تھیں۔
"کچھ نہیں ہے پھپھی ماں، سب خیریت ہے، میری صبح ہی ابا جی سے بات ہوئی ہے، وہ ٹھیک
ہیں پہلے سے۔" سندس برآمدے کی چوکھٹ کے پاس بیٹھی تھی اور آٹا گوندھ رہی تھی۔
"میں سارنگ کی بات کر رہی ہوں سندس، تمہارے ابا جی کی نہیں۔"
"پھپھی ماں، سارنگ سو رہے ہوں گے اس وقت، وہ دیر سے سوتے ہیں تو دیر سے اٹھتے
ہیں، انہیں فون کروں گی تو نیند خراب ہوگی، اب کیا بولوں کہ پھپھی ماں نے خواب دیکھا ہے وہ
پریشان ہو رہی ہیں۔"
"سندس تم نے کبھی میری کسی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا، کبھی نہیں، تم ہمیشہ میری باتوں کو
مذاق بنا لیتی ہو۔"
"آپ بلاوجہ خود کو تھکا رہی ہیں پھپھی ماں۔" وہ تھوڑی سی شرمندہ بھی ہو گئی اور اٹھ کھڑی
ہوئی۔
"لگاتی ہوں فون۔"

☆☆☆

"اللہ کرے سب خیر ہو ان کی طرف خیر بھی ہوگی، میں لگاتی ہوں فون تاکہ
آپ کی تسلی ہو جائے۔" وہ ہاتھ دھونے سنک کی طرف گئی اور ہاتھ دھو کر فون لے آئی۔

WWW.QARAZEEM.COM
www.pakistanipoint.com

''بس رہنے دے فی الحال۔'' ان کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔
''پھپھی آپ کو ہو کیا گیا ہے، یا تو کہتی ہیں کر لیں، یا یہ کہ رہنے دیں بس اب کر رہی ہوں، کرنا ہے۔'' اس نے فون لگایا، ایک دو تین بار بیل گئی کسی نے فون نہیں اٹھایا۔
''وہ شاید سو رہے ہیں، فون نہیں اٹھا رہے۔''
''وہ فون کی بیل بند رکھتا ہے۔''
''کبھی نہیں، بیل سائلنٹ نہیں کرتے، تبھی تو ان کی نیند خراب ہو جاتی ہے۔''
''تو پھر وہ فون کیوں نہیں اٹھا رہا۔''
''آپ ملائیں دو منٹ بعد، ہو سکتا ہے اٹھا لیں۔''
''اسے کیسے پتہ کہ میں کر رہی ہوں؟''
''آپ کو تو پتہ ہے نہ آپ کر رہی ہیں، آپ ملائیں ہو سکتا ہے کہ اب کی بار اٹھا لیں، میں ذرا دو روٹیاں ڈال دوں۔'' وہ آٹے کی پرات اٹھا کر کچن کی طرف چلی گئی۔
انہوں نے کچھ لمحوں کے توقف کے بعد پھر سے فون اٹھایا تھا۔
''خدا کرے کہ سارنگ کہے میں ٹھیک ہوں۔'' وہ بڑبڑائیں۔
تیسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا تھا لیکن آواز پر چپ سی لگ گئی، فون سارنگ نے نہیں اٹھایا تھا۔
''سارنگ!'' وہ بس اتنا کہہ سکیں۔
''سکھاں!'' ان کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔
اور اس سے پہلے ان کے منہ سے حبیب نکلتا انہوں نے فون کاٹ دیا تھا۔
''فون کیا، انہوں نے اٹھایا نہیں؟''
''پھپھو فون آ رہا ہے۔'' سندس نے باورچی خانے سے بیل سن کر ہانک لگائی۔
''تو بات کر لے، مجھے آواز نہیں سنائی دے رہی۔'' انہوں نے فون اٹھا کر کچن کی کھڑکی سے سندس کو جا تھمایا۔
''نیٹ ورک کو کیا پتہ کہ میں کر رہی ہوں، تو آواز ٹھیک آئے۔''
''تجھے تو پتہ ہے نہ کہ تو کر رہی ہے۔'' وہ کہہ کر کھسک گئیں۔
سندس نے کندھے اچکا کر فون دوبارہ ملایا، لیکن اس بار فون اٹھایا ہی نہیں گیا، بلکہ چوتھی بیل پر نمبر بند ہونے کی ریکارڈنگ سنائی دی۔
''لو جی، نیٹ ورک کو پتہ چل گیا کہ سندس فون کر رہی ہے تو سروس خراب کر دے۔'' وہ کندھے اچکا کر پھر سے کام میں لگ گئی۔
سکھاں کی سماعت میں وہ آواز رہ رہ کر گونج رہی تھی، جس کی گونج سے ایک عرصہ سماعت محروم رہی تھی اور وہ محروم رکھنا ہی چاہ رہی تھی، اس عمر میں یہ شکستہ ٹکراؤ خود پر ڈالے ضبط کے بندھن کمزور نہ کرے، یہ خدشہ جاگ رہا تھا، مقدر تو کب کا سویا ہوا تھا۔

☆☆☆

سارنگ کو پلاستر چڑھ گیا تھا، وہ بے بس چہرے کے تاثرات لئے لیٹا تھا جب شفعیت اندر

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

آئی اور اس نے میل نرس سے کچھ بات کی تھی، ڈاکٹر کچھ دیر پہلے ہی چیک اپ کر گیا تھا۔
اس نے ابھی تک ہسپتال جوائن نہیں کیا تھا، آج اس کا ارادہ تھا نعمان کلینک کے لئے نکل گیا تھا، اس کا انداز بہت اجنبیت لئے ہوا تھا، یہ اس کا دوسرا ایسا روپ تھا جو شفعیت نے دیکھا تھا، شادی سے لے کر باہر نہ جانے تک اس کا صرف ایک روپ نظر آیا تھا، جسے تحمل کے اک خول کی طرح وہ چڑھاتا ہی آیا تھا، صبر، برداشت اور خندہ پیشانی سے تمام لاپروائیوں کا استقبال اور گزارا، باہر جانے سے کچھ پہلے اسے نعمان کا رویہ تھوڑا سا شکایتی ضرور لگا تھا لیکن اسے لگا وقتی ہے وہ پھر سے اپنے پرانے خول میں قید ہو جائے گا اور وہ بظاہر اس سے کچھ لاپرواہی برتے گی اور اندر ہی اندر اس پر رحم کھائے گی، بس یہی ہوتا رہے گا اور وقت گزرتا رہے گا، لیکن ایسا نہیں تھا، کچھ بھی جب چینج ہوتو ہوتا رہتا ہے، یہاں تک سب کچھ پوری طرح سے بدل جاتا ہے اور اس کے بعد خود آپ آپ نہیں رہتے اتنا بدلاؤ آجاتا ہے، وہ اسی سے ڈر رہی تھی، اسے پتہ تھا کہ چہار سو توڑ پھوڑ کا عالم ہے، وہ یہی توڑ پھوڑ سارنگ کے چہرے پر دیکھ رہی تھی۔
''کیسے ہو؟'' وہ کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔
''ٹھیک ہوں۔'' شکستہ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل گئی۔
''آپ اچھی ہیں؟'' پوچھنے کا انداز بھی ایسا ہی تھا۔
''اچھی تو نہیں پتہ، بس ٹھیک ہوں۔''
''آپ ہمیشہ سے ٹھیک ہی، ٹھیک رہی ہیں۔''
وہ ایسے اسے دیکھنے لگی، جیسے کہہ رہی ہو کہ طنز کر رہے ہو نہ، پھر سر جھٹک کر مسکرائی۔
''تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔''
''تسلی دے رہی ہیں، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ آپ تسلی دیں گی۔''
''میں نے بھی نہیں سوچا تھا، اور یہ تسلی نہیں ہے، میں تمہیں یہ نہیں کہوں گی کہ چوٹ ہلکی آئی ہے، تکلیف نہیں ہے، چوٹ آئی ہے، اچھی خاصی آئی ہے تکلیف بھی ہے، ریکوری میں دیر ہو سکتی ہے۔''
''سارنگ میں چاہتی ہوں کہ تم ہمت رکھو، تاکہ جلدی ریکور کر سکو، تمہاری فیملی کو اور تمہارے فادر کو ضرورت ہے تمہاری۔'' وہ اس بار مسکرا نہ سکا تھا اس کی بات پر لیکن بہت توجہ سے اس کی طرف دیکھ بھی رہا تھا اور سن بھی رہا تھا۔
اسے یاد تھا وہ کبھی اس طرح دیکھ نہیں پاتا تھا اس کی طرف، وہ مسکرا پڑی، کہہ نہ سکی کہ بہادر ہو گئے ہو، لیکن مسکراہٹ ایسی تھی کہ وہ سمجھ گیا کہ کہنا چاہ رہی ہے کہ بہادر ہو گئے ہو، اسی لئے اس نے نظریں چرا لی تھیں۔
''میں چاہتی ہوں تم ٹھیک ہو جاؤ۔'' اس نے یکلخت بے یقینی سے نظریں اٹھائیں تھیں۔
''تمہاری فیملی کو تمہاری ضرورت ہے۔'' یہ جملہ اس نے فوراً خود کو کمپوز کرنے کے لئے کہا تھا۔
اسی وقت پربھات بے ساختہ اندر آئی تھی اور آتے ہی دروازے کے پاس اسے احساس ہوا

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کہ اسے اس وقت نہیں آنا چاہیے۔

اس سے پہلے کہ وہ واپس پلٹتی [illegible]

[illegible]

"میں پھر چلتی ہوں، ڈیوٹی ڈاکٹر کوئی آنے والا ہو گا۔"

"آپ کہاں جارہی ہیں؟" پرہمات نے اس کے [illegible]

"شاید کلینک، یا پھر گھر، [illegible] آمادہ کر دیا کھلا دو، سارنگ نے اب تک [illegible] سارنگ کو دیکھا تھا۔

"صبح سے شام ہوگئی کمال ہے۔ اب کھا لوں [illegible]

"ہاں، اب تم [illegible] دیر بعد آتی ہوں۔"

"نہیں سوری پر ویار [illegible] رشید بھی آ گیا ہے اب تو سو آپ گھر جانا چاہیں تو جا سکتی ہیں، نعمان بھائی شاید جلدی آئیں۔"

[illegible] کیا تو بات ہوئی تھی، آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے کہ آپ [illegible]

"نہیں فون تو کھلا ہے۔" اس نے پرس سے فون نکالا تو آن ہی تھا۔

[illegible] کوئی کال نہیں تھی۔

اسے حیرت سی ہوئی، لیکن فون واپس رکھ دیا یہ کہہ کر ہاں اس کی کالز لگی ہوئی ہیں، حالانکہ یہ تو [illegible]

WAQAR AZEEM
www.paksitanipoint.com

پربھات کو بھی اندازہ تھا کہ وہ انہیں نہیں کرسکا ہوگا۔

"تبھی اس سے فون کرکے کہا ہے، آپ کو گھر جانا چاہیے آپا۔" اس نے دوبارہ [illegible] کیفیات

"شکر ہے [illegible] یہ گھر نہیں [illegible] رہی ہے۔" وہ چاہ کر بھی تلخ سی ہو گئی تھی اور [illegible] کلام کے چلی گئی تھی۔

"تم نے انہیں غصہ دلا دیا ہے۔" سارنگ نے پربھات کو [illegible] کہا۔

"رہنے دو یہ معمول کی بات ہے، یہ مسکرائی بھی احسان کرکے ہیں۔"

"یہ ایسی ہی تھیں؟"

"نہیں، تمہیں [illegible] ہے کہ یہ ایسی نہیں تھیں، لیکن ایسی ہو گئی ہیں۔"

"تمہیں کیوں پتہ ہوگا [illegible] نے پوچھ لیا تھا۔

"اچھا چلو [illegible] تمہیں نہیں پتہ [illegible]

"لیکن یہ ایسی ہی تھیں پربھات، تم از کم مجھ [illegible] ہی تھیں، بلکہ [illegible] تھیں۔" وہ بے ساختہ کہہ گیا تھا۔

☆☆☆

"اچھا، کبھی نرم نہیں ہوئیں [illegible]" پربھات [illegible] بے ساختگی سے پوچھا تھا۔

"کبھی نہیں، کبھی نرم [illegible] نہیں ہوئیں، نفرت [illegible]" وہ اسی کیفیت میں کہہ گیا تھا۔

"نفرت، ہوسکتا ہے تمہیں نفرت لگتی ہو وہ حقیقت نہ ہو۔"

"تمہیں کیسے یقین کہ نفرت نفرت نہیں تھی۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ نفرت تھی؟"

"پربھات، اسے فوراً احساس ہوا، تم کیا کہہ رہی ہو، آلی میں [illegible] آپس میں۔"

"میں جانتی ہوں، جانتی کم ہوں لیکن اندازہ ہے، تم دونوں [illegible] پسند کرتے تھے؟"

"تمہیں [illegible] اندازہ ہوا؟" اس کا لہجہ [illegible] ہوا تھا۔

"ہاں یہ تو اندازہ ہے کہ تم انہیں پسند کرتے ہو، [illegible] یہ تو یقین ہے کہ وہ تم سے محبت کرتی ہیں [illegible]

"پربھات!" اس کا لہجہ ڈوب گیا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم۔"

"تم نے ان کی آنکھوں میں [illegible] بے قابو [illegible] کبھی سارنگ؟"

"[illegible] تو محسوس کی [illegible] پربھات [illegible] لیکن [illegible] سارنگ [illegible] تصویر [illegible] اور تم ان کی تصویر [illegible] بھی کتراتے ہو۔

"پربھات تم سچ کہہ رہی ہو؟" سارنگ کی آنکھیں گیلی ہو گئیں تھیں، [illegible]

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

تمام تکلیفیں بھول گئیں تھیں۔
''شکریہ پربھات یہ بتانے کے لئے، وہ مجھ سے، یقین نہیں آتا، میں اتنا قابل تو نہیں تھا پربھات۔''
''پہلے یہ شکوہ تھا کہ اس قابل کیوں نہیں ہوں، اب یہ بات ہے کہ کیا اتنا قابل تھا۔'' اس کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔
''خوش ہو یہ سن کر؟''
''بہت خوش ہوں۔'' خوشی سے اس کی آواز لرز رہی تھی، اسی وقت ڈیوٹی ڈاکٹر آ رہے تھے۔
''پربھات ہم بات کریں گے۔'' اس کے اندر جیسے زندگی سی آ گئی تھی۔
''ہم بات کریں گے سارنگ، ہمیں بہت ساری باتیں کرنی ہیں، فی الحال چیک اپ ہو جائے۔'' وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئی، ڈاکٹر کو آنے کی جگہ دی۔

☆☆☆

''مجھے پتا تھا تم گھر نہیں جاؤ گی۔'' وہ ابھی پہنچی تھی اور سامنے کچن میں شفعیت کو دیکھا جو چائے کا کپ تھامے کھڑی تھی اور رشید نے چولہے پر ہنڈیا چڑھائی ہوئی تھی۔
شفعیت نے اس کی بات پر قدرے ناگواری سے اسے دیکھا تھا اور کیبنٹ میں سے کچھ کھنگالنے لگی تھی۔
''کھانے میں کیا بنا ہے رشید؟''
''چائنیز چاول ہیں بی بی اور وائٹ مٹن کڑاہی۔''
''یہ دعوت کس خوشی میں؟''
''بڑے سائیں نے کہا ہے۔''
''ابا کے لئے یہ چیزیں اچھی ہیں؟ خصوصاً مٹن۔''
''ان کے لئے چکن کے کباب الگ سے ہیں اور رائتہ۔''
''واہ یعنی کہ فل دعوت ہے، خوب ہے، چلو موڈ چینج ہو گا ذرا سا۔'' وہ ذرا ہٹی تو شفعیت چائے کا کپ اور کچھ بسکٹ لے کر سائیڈ سے نکل گئی، اس سے نظریں ملائے بغیر ہی۔
وہ کندھے اچکا کر رشید کو اپنے لئے چائے کا کہہ کر مڑی تو سامنے انہیں آتا دیکھا، آنکھوں میں تھکن تھی لیکن کچھ بہتر بہر حال لگ رہے تھے۔
''سارنگ کیسا ہے بیٹا؟''
''وہ بہتر ہے، بس کمر میں چوٹ آئی ہے اچھی خاصی بستر پر رہنا پڑے گا دس پندرہ دن، اس کے بعد بھی خدا کرے اس کی کمر کے مہرے کو زیادہ نقصان نہ ہو، ہڈی جڑ جائے، ایک ٹانگ کا مسئلہ پہلے ہی تھا، بس آپ دعا کریں، آپ تو ٹھیک ہیں نہ؟'' اسے روانی میں بولتے ہوئے اچانک ہی خیال آیا تھا۔
''ہاں میں ٹھیک ہوں، فون آیا تھا، سارنگ کے گھر سے، بلکہ اس کا فون لے جاؤ اسے دے دو۔''

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''اچھا، کیا بات ہوئی؟''

''بات نہیں ہو سکی میری، میں کچھ بتا نہیں سکا۔''

''تم بتا دو۔''

''ہاں میں کروں گی فون، ویسے انکل حسین کافی بہتر ہیں، آپ کو جانا چاہیے انہیں دیکھنے کے لئے۔''

''کیا بات کر رہی ہو پربھات، مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے ابا، آپ حد کرتے ہیں، ایسی بھی کیا، آخر انسان انسان سے کتنا بھاگ سکتا ہے۔''

''دیکھو اگر تمہارے باپ کی حیثیت سے ملنے پر وہ مجھے پہچان نہیں سکتا اور اسے ماضی کی کوئی تلخ یاد نہیں آتی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' وہ ان کی بات پر چپ ہو گئی۔

''چائے پی ہے آپ نے؟''

''ہاں پی چکا ہوں، میں بس نعمان کا انتظار کر رہا ہوں وہ آئے تو ذرا باہر ٹہلنے نکلوں، بلکہ شاید وہ پہنچنے ہی والا ہو گا، نکلے آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے اسے۔''

''ہاں یہ اچھا ہے، ویسے میں کل گاؤں جانا چاہتی ہوں ایک دن کے لئے۔''

''کل کیوں؟''

''شادی ہے دوست کی۔''

''دوست، تمہاری، وہ بھی گاؤں میں؟''

''ہاں، بالکل، وہ بھی آپ کے خاندان کی۔''

''اچھا۔'' وہ ہنس پڑے تھے۔

''نام کیا ہے؟ کس کی بیٹی ہے؟''

''شاید نام نہیں پوچھا ان کے والد کا، مگر دوست کا نام رباعی ہے اور مزے کی بات کہ وہ ایک لکھاری ہے۔''

''اچھا، کیا واقعی؟''

''بالکل اس کی نظمیں ہیں میرے پاس دکھاؤں گی آپ کو، اسٹوریز بھی لکھتی ہے۔''

''ضرور دکھانا جان کر بہت خوشی ہو گی مجھے۔''

''تو شادی ہے تمہاری دوست کی؟''

''ہاں اور وہ پوچھیں کس سے؟''

''کس سے؟''

''شمع بی بی کے بیٹے فیروز سے۔''

''کیا؟'' انہیں اچانک جیسے کرنٹ سا لگا تھا۔

''شمع کا بیٹا۔''

''رکیں، شمع کا بیٹا۔'' اب چونکنے کی باری پربھات کی تھی۔

''شمع کا بیٹا، یہ آپ کا بیٹا؟''

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''لیکن وہ تو ہماری عمر..... آئی تھینکس آپا کی عمر کا ہوگا۔'' وہ خود ہی اپنے سوال پر الجھ گئی تھی۔
''نہ..... نہیں، وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔'' اسی وقت شفیعت اس طرف آئی تھی۔
''کس کا بیٹا، کون ہے، چیزل۔'' شفیعت نے صرف بیٹا سن کر سمجھا تھا۔
''چیزل؟'' پربھات نے حیرانی سے اسے دیکھا۔
''آپ نے کہا تھا کہ چیزل آپ کا بیٹا نہیں ہے، یہ سچ ہے نہ؟''
''آپ کسی گناہ کی بھی بات کر رہے تھے، کیا تھا وہ گناہ۔'' شفیعت جیسے الرٹ سی ہو گئی، پربھات کو نظر انداز کر کے ڈائریکٹ انہیں سے مخاطب تھی۔
''مجھے نہیں لگتا کہ چیزل میرا بیٹا ہے، شاید اس کی ماں کو شک ہو، لیکن گناہ، گناہ تو ہوا ہے مجھ سے۔'' وہ جیسے شکستہ سے ہو گئے تھے لمحوں میں۔
''کون بیٹا ہے آپ کا، چیزل، کیوں؟ کیسے میں سمجھی نہیں یہ کیا بات ہو رہی ہے۔''
''میں تو فیروز کی بات کر رہی تھی، شمع کے بیٹے کی۔''
''شمع کا بیٹا؟'' اب چونکنے کی باری شفیعت کی تھی۔
''شمع کا بیٹا کہاں سے آ گیا۔''
''کیا تم لوگ مجھے کچھ بتاؤ گے کہ اصل بات کیا ہے اور کیا کیا چھپا کر رکھا ہے تم دونوں نے مجھ سے۔'' شفیعت کا لہجہ سخت شکایتی اور مشکوک سا تھا۔
''کچھ خاص نہیں، ان کی شمع کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔'' اس نے باپ کی طرف اشارہ کیا۔
''شمع کے ساتھ شادی، واقعی، آپ نے مجھے نہیں بتایا۔''
''خدا کے لئے..... خدا کے لئے رحم کرو مجھ پر تم دونوں اس وقت۔'' وہ لڑکھڑا کر گرنے سے بچنے کے لئے کرسی کو تھام کر بیٹھ گئے تھے۔
یکدم ہی دونوں چپ تو ہوئیں لیکن چہرے پر ہوائیاں سی اڑ رہی تھیں دونوں کے، اسی وقت نعمان اندر داخل ہوا تھا۔
''مجھے نہیں پتہ تھا کہ مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف اپنی اولاد کے سامنے کرنا پڑے گا، تم لوگوں کا مجرم نہیں ہوں میں۔'' وہ یکلخت چلائے تھے۔
''ابا آرام سے۔'' پربھات نے ان کا بازو تھاما۔
''چھوڑو مجھے۔'' انہوں نے پہلی بار اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔
''سب ٹھیک ہے؟'' نعمان دروازے کے پاس ہی رک گیا تھا۔
''نعمان میرے پاس آؤ۔'' ان کی آواز بھرا گئی تھی، وہ پھرتی سے ان کے پاس پہنچا تھا۔
''مجھے یہاں سے لے چلو اس عدالت سے مجھے لے چلو، نہیں رہنا ہے مجھے یہاں پر جہاں پر میرے گناہ گنے جانے لگے ہیں۔''
''نہیں دینی ہیں مجھے صفائیاں یہاں پر، مجرم نہیں ہوں میں ان لوگوں کا، کوئی حق تلفی نہیں کی ہے میں نے ان لوگوں کی۔'' وہ نعمان کا بازو تھام کر اٹھے تھے اور چلا رہے تھے پوری قوت سے۔
(جاری ہے)

WAQAR AZEEM
www.paksociety.com

''بند کرو اپنی ڈاکٹری مجھ پر، کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے، تم لوگوں کی خدمتوں کی، ان کے لئے لوٹا ہوں میں ان کے لئے، ان کی خاطر میں نے زندگی مانگی ہے، ان کی خاطر'' وہ رو پڑے تھے، پربھات نزدیک آئی لیکن انہوں نے نعمان کے کندھے پر بازو رکھ دیا۔

''چلو نومی یہاں سے، مجھے اس وقت لے چلو یہاں سے لے چلو، تم بھی تو میرے بچے ہو نہ، کم از کم تم مجھ سے میرے گناہ نہیں پوچھو گے۔''

''ہم باہر چلتے ہیں، آپ پریشان نہ ہوں، میں آپ کا انہیلر لے لوں، آپ کا فون؟''

''کوئی ضرورت نہیں ہے، انہیلر باہر سے ملتا ہے، فون کی ضرورت نہیں مجھے، تم چلو۔'' وہ بازو کی آستین سے اپنا چہرہ پونچھتے ہوئے بولے تھے۔

''اچھا چلیں، پریشان مت ہوں، ہم باہر چلتے ہیں۔''

''میں دوبارہ بتا رہا ہوں کوئی مجھ سے سوال نہیں کرے گا اب ماضی کے تحت، کوئی مجھ سے پوچھ گچھ نہیں کرے گا، گناہ گار نہیں ہوں میں تم لوگوں کا۔'' وہ ہانپتے ہوئے کہنے لگے تھے۔

پربھات نے پھرتی سے اسٹینڈ سے انہیلر اٹھا کر نعمان کو تھمایا تھا نعمان انہیں لے کر باہر نکل گیا تھا۔

گاڑی اسٹارٹ ہو کر باہر گئی تو وہ لمبی سانس بھر کر بیٹھ گئی، سوچ تو بہت کچھ آئی تھی کہ بات کرے گی شفیعت سے لیکن نئی گتھی الجھ چکی تھی اس کے سامنے۔

''شمع سے شادی ہوئی تھی ان کی۔'' شفیعت نے پانی لیا گلاس میں پوچھتے ہوئے۔

''ہاں اور میں اتنا ہی جانتی ہوں، کہ شمع سے ان کی شادی ہوئی تھی، اس کے بعد نہیں پتہ۔''

''تمہیں لگتا ہے وہ لڑکا فیروز ان کا بیٹا ہے؟''

''مجھے نہیں لگتا، شک سا تو ہوا تھا لیکن، یقین نہیں آتا، جب سے وہ گاؤں سے آئے تو اس کے بعد نہیں گئے۔''

''تمہیں پتہ ہے ان کا رابطہ مکمل طور پر کٹا تھا گاؤں سے؟''

''لگتا تو یہی ہے، انہوں نے جب اماں سے شادی کی تھی تب کے بعد نہیں لگتا کہ وہ گاؤں گئے ہوں، جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی تھے۔''

''اس سے پہلے وہ جاتے رہے ہونگے۔''

''میرے خیال سے آپا اس وقت بجائے ان کی ماضی میں جھانکنے کے ہمیں ان کا خیال رکھنا چاہیے، آپ نے دیکھا وہ کتنے ہرٹ ہوئے ہیں ہمارے رویئے سے، حالانکہ حیرت مجھے ہے کہ یہ چیزل ان کا بیٹا کیسے ہوگا، اس کی ماں کا میرے ساتھ رویہ ویسے ہی مشکوک تھا۔''

''مجھے لگتا ہے ان کا شاید کوئی گہرا تعلق رہا ہے چیزل کی ماں کے ساتھ۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھی بات کر رہی تھی۔

''کمال ہے آپا، مجھے یقین نہیں آتا، ہمارے باپ۔''

''ہمارے باپ ایک انسان ہیں، ان سے بہرحال غلطی ہو سکتی ہے پربھات، مجھے لگتا ہے چیزل کی ماں سے ملنا چاہیے۔''

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''مجھے کم از کم ذرا اچھا نہیں لگے گا کہ میں اپنے باپ کے کردار کی گواہی لینے وہاں جاؤں، اگر ایسا ہوا بھی ہے تو ہمیں کیا حق ہے یہ سب کریدنے کا۔'' وہ تلملائی تھی۔

''تمہارے لئے، صرف تمہاری خاطر۔''

''میری خاطر؟'' وہ جی بھر کر افسوس سے دیکھنے لگی۔

''ہاں ظاہر ہے تم چیزل کو پسند کرتی ہو.....'' اور اس نے دانستہ بات بیچ میں چھوڑ دی۔

''واہ زبردست، میں چیزل کو ایک دوست کی حیثیت سے پسند ضرور کرتی تھی لیکن.....''

''رہنے دو پربھات، مجھ سے کم از کم جھوٹ مت بولو۔''

''آپا میں آپ کی طرح باتوں کو سات پردوں میں نہیں لپیٹتی نہ ہی خود کو خفیہ رکھنے کی عادت ہے کہ تصویریں تو رکھوں لیکن.....'' وہ بھی ادھوری بات میں سب کہہ چکی تھی۔

''کیا کہنا چاہتی ہو تم۔'' اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

''آپ کو اچھے طریقے سے پتہ ہے کہ کیا کہہ رہی ہوں۔''

''تلاشی لیتی رہی ہو تم میری چیزوں کی۔''

''میں کیوں تلاشی لوں گی، وہ محض اتفاق تھا کہ میں نے تصویریں دیکھ لیں تھیں۔''

''اور تم نے پھر یہ بھی دیکھا ہوگا کہ وہ گروپ کی تصاویر تھیں، جو یونیورسٹی فیلوز کی گیدرنگز میں لی گئیں تھیں۔''

''بہت خوب اور وہ آپ نے چھپا کر رکھی تھیں۔''

''میں نے صرف رکھی تھیں، اب سجا کر تو رکھنے سے رہی۔''

''ٹھیک ہے آپ کو حق ہے کہ آپ اس معاملے پر مجھ سے قطعی کوئی بات نہ کریں لیکن بہر حال نعمان بھائی سے ضرور بات کریں، وہ اس قابل ہیں کہ آپ ان سے کھل کر بات کر لیں۔''

''نعمان نے کیا کہا ہے تم سے؟'' وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

''وہ مجھ سے کیوں کچھ کہیں گے جب آپ کو کچھ نہیں کہا انہوں نے۔''

''نہیں تو پھر تم یہ خود ساختہ اندازے مت لگاؤ۔''

''یہ تو آپ کو بھی پتہ ہے کہ میں نے خود ساختہ اندازے نہیں لگائے، آپ خود بہت کچھ محسوس کر رہی ہیں، میں صرف آپ سے اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ چھپ کر نظریں چرا کر اور بات نہ کر کے صرف غلط فہمیاں بڑھتی ہیں، آپ دونوں کا رشتہ انمول ہے اور پھر نعمان بھائی نے بہت صبر کیا ہے، پلیز آپا انہیں مت کھوئیں، ان کی ناقدری نہ کریں۔''

''میں نے کوئی ناقدری نہیں کی نعمان کی۔''

''لیکن آپ بات نہیں کر رہیں۔''

''کیا بات کروں بتاؤ، تم ہی بتا دو کہ کیا بات کروں اس سے، کون سی بیٹھ کر وضاحتیں دوں اسے اپنی، اپنے ماضی کی، کردار اور اخلاق کی، کون سی وضاحتیں دوں، اسی لئے میں نے اسے کہا تھا کہ مجھ سے زیادہ توقعات مت رکھنا اور میں نے کبھی اس سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا کہ وہ کون تھا کہاں تھا، کیا کرتا رہا تھا اپنی ینگ ایج میں۔'' اس کا لہجہ تیز ہو گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''لیکن ان کے بارے میں ایسا کچھ نظر نہیں آتا۔''
''تو میرے بارے میں بتاؤ کیا نظر آرہا ہے تمہیں؟''
''بول دو اور صاف صاف بول دو۔''
''آہستہ آپا، اندر ملازم ہے، باہر چوکیدار ہے گیٹ پر۔''
''تو تمہیں یہ لحاظ ہونا چاہیے۔''
''حد ہوگئی ہے آجائے نعمان تو آج صاف صاف بات کرتی ہوں اس کے ساتھ۔'' وہ اٹھ کر کمرے کی طرف چل دیں۔
''آپ بات کو خراب کررہی ہیں آپا۔''
''تو تم آکر صحیح کر لینا نہ، ایسے بھی تو تم ہو سب کی دوست سب کی خیر خواہ، سب کے لئے اچھا سوچنے والی۔''
''باقی سب تو انسانیت کے نام کا پرچارہ کررہے ہیں۔''
''تم ہی سب کو اناج ڈال رہی ہو، تمہیں ہی سب کا احساس ہے، سارے درد تمہارے سینے میں جاگتے ہیں کہ نعمان بھی تمہارے ساتھ دکھڑے روتا ہے اور سارنگ بھی۔'' وہ سارنگ بے ساختہ کہہ گئی اور اس کے بعد رکی نہیں۔
پربھات کے چہرے پر اس گھبراہٹ کے عالم میں بھی مسکراہٹ آگئی، وہ دو منٹ بعد بیگ لے کر کمرے سے باہر نکلی تھی۔
''اب کہاں جارہی ہیں آپ؟''
''میری مرضی جہاں جاؤں۔''
''نعمان بھائی تو یہیں آئیں گے، آپ یہاں بات کر لیجئے گا مشورے کا شکریہ، کچھ بگڑ بھی گیا تو تم سے آکر نہیں کہوں گی، سکون سے رہنے دو مجھے۔''
''آپا پلیز رکیے یہ مسئلے کا حل نہیں ہے۔''
''پربھات بکومت، سرمت کھاؤ میرا، یہاں اب اگر ایک منٹ بھی رکی تو دماغ کام کرنا چھوڑ دے گا میرا۔''
''تمہیں ماردوں گی یا پھر خود کو۔'' وہ کہتی ہوئی نکل گئی اور اس نے سر پکڑ لیا اپنا۔
رشید نے آکر بوکھلائے ہوئے انداز میں کھانا ریڈی ہونے کے اطلاع دی تھی۔
''ایسا کرو رشید تھوڑا سا کھانا الگ کر لو کچھ دیر بعد بائیک پر جا کر آپا کو دے آنا۔''
''اب تم اپنے لئے کھانا نکالو، مجھے تھوڑا سا کھانا دو اور پھر باقی نعمان بھائی اور ابا کے لئے رکھ دینا، مجھے لا دو۔''
''جی بی بی میں لگاتا ہوں ٹیبل پر۔''
''میں ذرا فریش ہو کر آتی ہوں، دماغ ہی پھٹ گیا، توبہ سارے انکشافات ایک ہی دن میں ہونے تھے۔'' وہ فریش ہو کر آئی تو رباعی کی مسڈ کالز دیکھی۔
''اب یہ کہنا عجیب لگ رہا ہے کہ تم مشکل وقت میں یاد کرتی ہو۔''

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

''مشکل وقت، خیر تو ہے نہ۔''

''ہاں خیر ہے، جس وقت میں مشکل وقت کو یاد کیا جائے وہ بھی وقت مشکل ہی ہوتا ہے، لیکن بہر حال میں گھر پہ مزے سے بیٹھی کھانا کھا رہی ہوں، میرے ابا غصہ ہو کر میرے بہنوئی کے ساتھ باہر گئے ہیں اور میری بہن مجھ پر برس کر اپنے گھر گئی ہے بھوکی۔'' وہ خود کو ریلیکس کرتے ہوئے بتا رہی تھی۔

''تم بھی بڑے مزے کی ہو پربھات، آ رہی ہو نہ شادی میں۔''

''ہاں ضرور، کل ہی نکلتی ہوں۔''

''جلدی آ جانا، میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔''

''میں بھی اور ضرور آؤں گی، تم فکر نہ کرو۔''

''ہمیں بہت ساری باتیں ایک دوسرے کو بتانی ہیں۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو پربھات، تم میرے لئے قسمت کی مہربانی ہو۔''

''سوچتی ہوں اس وقت میں اگر تم سے ملاقات نہ ہوتی تو میں پوری طرح سے بکھر چکی ہوتی، اب کم از کم مجھے سننے اور سنانے والا کوئی تو ہے۔''

''میں بھی یہی سوچ رہی ہوں، شکر ہے کہ ہماری ملاقات ہوئی، حالانکہ تمہارے پاس تو بہت سارے دوست پہلے سے ہیں۔'' رباعی کے لہجے میں حسرت تھی۔

''لیکن تم بہر حال نہیں تھیں اور اب اچھا ہے کہ تم ہو۔'' رباعی کے چہرے پر ایسی مسکراہٹ بہت کم کم آتی تھی، جو فون کے اس پار پربھات نے محسوس کی تھی۔

دوستی کا نام اس احساس کے رشتے کا تھا جو دو اجنبیوں کو ایک اکائی میں باندھ دیتا ہے۔ جس سے لگتا ہے کہ آپ ہنسنے اور رونے کے لئے اکیلے نہیں ہیں، کوئی ہے آپ کے ساتھ ہنسنے اور رونے والا۔

☆☆☆

''دنیا کا دستور ہے فیروز کہ خوشی کے وقت اچھی امید رکھی جاتی ہے اور تو مجھے کہہ رہا ہے کہ اماں خواب نہ دیکھ۔'' اس کے تئیں ان کی باتیں احمقانہ پن سے کم نہ تھیں۔

''اور پھر ان خوابوں کا ہو جاتا ہے بھرکس، ایک تو تم عورتیں نہ، پہلے سر چڑھاتی ہو پھر ایک دوسرے کو زمین پر مارنے میں کسر نہیں چھوڑتی ہو۔'' وہ ہنسا تھا قدرے بہتر لگ رہا تھا، ماں اس دیکھے گئی۔

''آج خواب دیکھ رہی، بہو آئے گی گھر میں سکھ ہوگا، گھر میں رونق ہوگی، خوشیاں آئیں گی، گھر کی مالکن آ رہی ہے۔'' وہ ان کی نقلیں اتار رہا تھا۔

''کل کہے گی گھر نہیں دیکھتی، گھر داری نہیں دیکھتی۔''

''پرسوں کہے گی، کل کی چھوری آئی ہے اور گھر ہتھیا دیا ہے، مالکن بن بیٹھی ہے گھر کی۔''

وہ الماری کے اندر اپنے کپڑے رکھ رہا تھا، کتنا نارمل لگ رہا تھا سب کچھ، جیسے وہ روزانہ اسی طرح ہنس بولتا ہو۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''فیروز تجھے ایسی باتیں کس نے سکھائی ہیں؟''

''زمانے نے سکھائی ہیں ماں جی، ایسی باتیں اور کون سکھائے گا مجھے۔''

''فیروز تو تو بڑا سیانا اور زمانہ شناس نکلا ہے، میں سمجھی تھی تو چریا ہے، باؤلا ہے، سٹھیایا ہوا ہے۔''

''لے تو بھی سچ کہتی ہے ماں، باؤلا تو ہوں میں۔'' وہ ہنس پڑا تھا۔

''خدا کرے تو ہنستا رہے فیروز، بس ماں کی ایک بات ماننا یہ کچھ دن شیشے پینا چھوڑ دے۔''

''اماں تو مجھ پر پابندیاں نہ ڈالا کر۔''

''رہنے دے فیروز کچھ روز ہی ضد چھوڑ دے، دیکھ کل پرسوں تیری شادی ہے، آج رات رمایوں سے ہے تھوڑا تو سدھر جا، چار دن ہی ماں کی لاج رکھ لے۔''

''اوہ اماں حد ہے بھئی، چل ٹھیک ہے، جان چھوڑ اب میری جا اپنے کام کاج کر۔'' وہ فوراً بیزار ہو جاتا تھا۔

''رب سائیں تجھے ہدایت دے، فیروز اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر باہر نکل گئیں جہاں اب لڑکیاں گانے کے لئے بیٹھ گئیں تھیں۔'' ڈھولک ممنوع تھی ڈھولکی کے نام پر تھال لے کر بجانے لگی تھیں۔

''اب انہیں تو چپ کرا اماں، شام لگی نہیں شروع ہو گئی ہیں۔''

''چپ کر فیروز یہ میری خوشی کے دن ہیں، خوشی کر لینے دے مجھے، خوشی کر لینے دے۔'' وہ اسے جھڑک کر آگے بڑھ گئیں۔

لڑکیاں گانے لگیں تھیں اور انہیں حویلی کے در و دیوار بڑے عرصے بعد کھلے کھلے سے لگے تھے، آنکھیں نم ہو گئیں، ایک عرصے سے ہر کمی خوشی میں یاد آنے والے اپنے، جنہیں بھلایا نہ جاتا تھا، وہ یاد آنے لگے تھے، بیجی ماں کی شخصیت، باتیں محبت، ایسے لگتا تھا جیسے حویلی پر کسی کی چھایا ہے، کسی کا سایہ ہے، کسی کی چھاؤں ہے، ایک بیجی کے جانے سے حویلی سائیں سائیں کر رہی تھی اور ایک ایک کر کے سب گئے، حویلی ویران ہی رہی اور کئی عرصے تک جیسے حویلی میں بے جان لوگ رہتے ہیں اور اب ایک عرصے بعد لگ رہا تھا کہ زندگی پھر سے جاگ اٹھی ہے، گانے کی آواز، لڑکیوں کے قہقہے پوری حویلی میں گونج رہے تھے اور وہ ایک عرصے بعد اپنے اندر ایک اطمینان سا محسوس کر رہی تھیں۔

☆☆☆

اس نے پیکنگ کر لی تھی اور رات گئے وہ لوٹے تھے۔

نعمان نے زبردستی انہیں ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا تھا، پھر وہ چائے بنا کر دونوں کو دے آئی تھی۔

جاتے ہوئے اس نے نعمان کو کچھ تاکید کی تھی، حالانکہ وہ تو رکنا چاہ رہا تھا لیکن اس نے اسے کہا تھا کہ شفعیت اکیلی ہے گھر پر اسے جانا چاہیے۔

''تم نے اس سے کوئی بات کی ہے جس کی وجہ سے وہ غصہ کر کے گئی ہے، کیونکہ مجھے پتہ ہے

کہ غصے کے بغیر نہیں جائے گی۔''

''بس میں نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا، آپ مت ڈالیے گا۔''

''پہلی بات کہ کچھ بھی پوچھیے گا مت، بس نارمل بی ہیو، کیجئے گا، اس کے ساتھ پوچھنے پر وہ ایسی ہو جائے گی جیسے آج ابا جی ہو گئے تھے، دیکھا تھا نہ ان کا روپ آپ نے۔''

''ہاں بالکل دیکھا۔''

''بس خیال رکھیے گا، نعمان بھائی۔''

''کہو، بہت کم بھائی کہتی ہو آج لگتا ہے کوئی مبارک دن ہے۔''

''توبہ ہے، مبارک دن ہو سکتا ہے، اگر آپ دونوں کی دوستی بحال ہو جائے، وہ اکھڑی ہیں لیکن آپ کا احساس ہے انہیں۔''

''دیکھو تم پر بالکل بھی یہ بوجھ نہیں ہے کہ تم اسے ڈفینڈ کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا، بس اس کی کچھ زیادتیاں ہیں لیکن میں نے سوچا ہے کہ چھوڑ دوں گا، ایسے ہی جیسے پہلے چھوڑ دیا کرتا تھا، تم فکر نہ کرو، ابا جی کے پاس رہو۔'' اسے بہت خوشی ہوئی تھی کہ وہ ہر مشکل کو بڑی آسانی سے ہینڈل کر لیا کرتا تھا۔

اس کے جانے کے بعد وہ دوائیں لے کر ان کے کمرے میں آئی تو دیکھا وہ ایزی چیئر پر دراز چھت کو گھور رہے تھے۔

وہ دوائیں اور پانی کا گلاس لے کر سامنے آ کھڑی ہوئی انہوں نے اسی خاموشی سے لے کر دوا لے لی، بڑے آرام سے اس نے دودھ کا گلاس لا کر میز پر رکھا تو کہنے لگے پی لوں گا۔

''میں نے سامان پیک کر لیا ہے، صبح جانا ہے گاؤں۔''

''تمہاری مرضی ہے۔'' وہ اس کی طرف دیکھ نہیں رہے تھے۔

''چیک اپ کروا لیجئے گا نعمان بھائی کے ساتھ جا کر۔''

''کروا لوں گا۔''

''دوا وقت پر لے لیجئے گا۔''

''لے لوں گا۔'' وہی میکانکی انداز۔

''کھانا کھایئے گا وقت پر۔''

''کھا لوں گا اور کچھ؟''

''اور بہت کچھ ہے، اپنا خیال رکھیے گا۔''

''سر مت کھاؤ میرا، ماں نہیں ہو تم میری۔''

''بیٹی تو ہوں نہ۔''

وہ چپ رہے۔

''اب نہیں بیٹی بن کر رہو، یہ بھی بتائیں کہ بیٹی کی کیا اوقات ہوتی ہے۔''

''وہی حیثیت ہوتی ہے جو میں نے ہمیشہ تم لوگوں کو دی ہے۔''

''لیکن میری حیثیت تم لوگوں کے سامنے ایک مجرم جیسی ہے۔''

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''ایسا نہیں ہے ابا۔'' وہ نیچے بیٹھ گئی ان کے سامنے۔
''ایسا ہی ہے پربھات۔''
''ایسا نہیں ہے ابا، پلیز ایسا نہیں ہے یقین کریں میرا ایسا نہیں ہے۔''
''بس کرو، ٹھیک ہے جو بھی ہے میں بحث نہیں چاہتا۔''
''آپ گاؤں چلیں گے میرے ساتھ؟''
''نہیں، میں اکیلے جاؤں گا۔''
''وہ سب لوگ آپ کو یاد کرتے ہونگے۔''
''سب مر گئے ہیں۔'' انہوں نے خود پر سختی کا خول چڑھایا ہوا تھا۔
''شمع ہیں، فیروز ہے۔''
''میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''
''ابا ایک خاندان کے آپ دو ہی فرد ہی، ایک دوسرے سے مل لیں، کیا رکھا ہے کلفتوں میں۔''
''پربھات، پلیز۔''
''ٹھیک ہے، نہیں کہتی کچھ نہیں کہتی، نہ کوئی سوال نہ کوئی عرض سمجھ گئی۔'' وہ اٹھی تھی ان کی لاتعلقی سے تھک کر۔
''لیکن ایک بات بتادوں، میں چیزل کو پسند نہیں کرتی، اس لئے اسی کے حوالے سے کچھ بھی ایسا ذہن میں ہو تو نکال لیں۔''
''تم جھوٹ بول رہی ہو۔'' انہوں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔
''ابا میں جھوٹ نہیں بول رہی، ہم صرف تب تک کنیکٹڈ تھے جب تک کام ساتھ کیا کرتے تھے، وہ پسند کرتا تھا، لیکن اس نے کبھی کہا نہیں۔''
''اس نے اپنی شادی کینسل کردی۔''
''رہنے دیں ابا، میری وجہ سے کم از کم نہیں کی ہوگی، وہ ایک بزدل انسان ہے، جو اظہار تک نہیں کرسکتا، میں ایسے بزدل انسان کے بارے میں بھلا کیسے سنجیدہ ہوسکتی ہوں، کمال کرتے ہیں آپ لوگ، بہرحال یہ چیپٹر کلوز سمجھیں۔'' وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے پھر سے نظر دوسری طرف پھیر کر تصویروں کے فریم کو دیکھنے لگے تھے، جس میں وہ سب لوگ تھے پوری فیملی، محمود بھی۔
''محمود سے کوئی بات ہوئی تمہاری؟'' انہیں اچانک یاد آیا۔
''نہیں، بہت دن پہلے ہوئی تھی، صرف سرسری خیر خبر۔''
''اچھا ہے، شکر ہے وہ خوش ہے۔''
''اپنی زندگی میں، چاہے میں اسے یاد نہ رہوں۔''
''اور تم لوگ بھی خوش رہو چاہے میں تمہیں یاد نہ رہوں۔''
''ایسی خوشی نہیں چاہیے مجھے جس میں آپ مجھے یاد نہ رہیں، قطعی نہیں۔''
''ہم دو چار سوالات پوچھنے سے آپ کے لئے غیر ہوگئے۔''

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''دل دکھا دیا ہے آپ نے، یہ روپ کبھی دیکھا نہیں ہے ہم نے اس لئے عادی بھی نہیں ہیں، ایسا نہ کریں ابا، خود کو نہ تکلیف دیں، سوال کا چیپٹر بند ہو گیا ہے بس آپ نارمل ہو جائیں اب میں نارمل ہوں، تھک گیا ہوں خود کو اور تم لوگوں کو حساب کتاب دے کر۔'' انہوں نے آنکھیں موند لی تھیں۔

''اب کوئی حساب نہیں ہوگا، نہ ہی کوئی کتاب کھلے گی، اب کچھ نہیں ہوگا، آپ کیوں فکر کر رہے ہیں ابا جی۔''

''پر بھات پلیز، مجھے سکون چاہیے۔''

''میرے کمرے سے جانے کے بعد آ جائے گا۔'' وہ تعجب سے دیکھنے لگی۔

''مجھے سونا ہے۔'' ان کا انداز خود سے بھی خفا تھا، وہ چپ چاپ نکل گئی تھی اور باہر آنے کے بعد اسے پتہ تھا ان کی آنکھوں میں نمی ہوگی اور تھی، انہیں پتہ تھا آج پر بھات روئے گی، وہ رو پڑی تھی، اس نے شفیعت کو فون کیا تھا، وہ جاگ رہی تھی۔

''آپا!''

''کیا ہے؟'' اس کی آواز سے قطعی ایسا نہیں لگا کہ وہ سو رہی ہو یا پھر سونے کے موڈ میں ہو۔

''آپا! ابا ہم سے روٹھے ہیں۔'' وہ کہتے ہوئے رو پڑی۔

''وہ ٹھیک ہو جائیں گے تم پریشان مت ہو۔''

''نہیں آپا، مجھے جانے کیوں ایسا لگ رہا ہے جیسے انہوں نے شروعات کر دی ہے، آپا وہ ہمیں خود سے دور کر رہے ہیں۔'' وہ بات کرتے ہوئے مسلسل روئے جا رہی تھی۔

''وہ یہی کوشش کر رہے ہیں، آپا پلیز انہیں ایسا کرنے مت دو۔''

''تم ان کی بڑی بیٹی ہو، وہ لحاظ کرتے ہیں تمہارا۔''

''پر بھات دل پر مت لو، وہ ٹھیک ہو جائیں گے جانی۔'' اسے بھی اندر سے پر بھات کی بات نے ایکدم ہی جھنجھوڑا تھا، لیکن وہ اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

بظاہر اس کا رونا سنتے وہ اپنے آنسو پی رہی تھی، اسے تسلی دے کر جب فون رکھا تو خود رو دی۔

''کیا ہوا شفیعت، تم رو رہی ہو؟'' نعمان نے کبھی اسے یوں روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

''نومی، وہ کہہ رہی تھی کہ انہوں نے شروعات کر دی ہے، وہ کہہ رہی تھی کہ انہیں روٹھنے نہ دیا جائے، وہ کہہ رہی تھی، مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے نومی، جیسے ایسا کچھ نہیں ہوگا، ہم یہاں خیریت سے لوٹے ہیں۔''

''انہیں زندگی ملی ہے، چانس ملا ہے شفیعت۔''

''یہ سچ ہے لیکن وہ جانا کیوں چاہتے ہیں، انہوں نے کیوں ہمیں خود سے دور کرنے کا سوچا ہے نومی، وہ صرف ہرٹ ہوئے ہیں، انہیں دکھ پہنچا ہے، دکھ ہلکا ہوگا تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے، خدا کرے ایسا ہو، خدا کرے ایسا ہو۔'' اس کی آنکھوں سے اب بھی آنسو گر رہے تھے، نعمان نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر لے لئے تھے۔

''تم بہت اچھے ہو۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''میں بہت بری ہوں۔'' وہ مسکرایا۔
''نہیں، تم بہت اچھی ہو میں برا ہوں۔''
''ایسا نہیں ہے، یہ تم بھی جانتے ہو۔'' وہ اپنے آنسو پونچھنے لگی۔
''چلو نہیں ہے ایسا، یہی سچ ہے کہ میں اچھا ہوں اور تم بری ہو، بس۔'' اس نے آنکھ ماری تھی۔
''بہت برے ہو تم۔'' وہ ہلکا سا مسکرائی۔
''یہ سن کر زیادہ اچھا لگا ہے مجھے۔'' وہ ہنس پڑی۔
''اس سے بھی زیادہ برے ہو۔'' اس نے ہلکی سی چپت ماری اس کے سر پر تو وہ مسکرایا۔
''بہت اچھی لگتی ہو روتے ہوئے۔'' حالانکہ وہ پھر سے اس کی نمی صاف کر رہا تھا۔
''بہت خیال رکھتے ہو تم میرا، اور میں ذرا نہیں رکھتی۔''
''بہت خیال رکھا کروں گا تمہارا ہمیشہ۔''
''چاہے میں نہ رکھوں؟''
''ہاں چاہے تم نہ رکھو، تب بھی محبت کروں گا تم سے۔''
''وہ یہ کہہ نہ سکی کہ چاہے میں نہ کروں۔'' لیکن وہ خود بول پڑا کہ۔
''چاہے تم نہ رکھو۔''
''تم واقعی بہت اچھے ہو، میں تمہارا خیال رکھوں گی نومی اب رکھوں گی، میں تم سے۔''
''مت کہو، جو بات کہنی مشکل لگ رہی ہے۔'' نعمان نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔
''میں نے تم سے دغا کی ہے نومی، تم سے محبت نہ کر کے۔''
''یہ دغا نہیں ہے، تم محبت کے بغیر بھی میرے ساتھ رہ رہی ہو یہ وفا ہے۔''
''یہ وفا ہے؟'' وہ نمی بھری آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔
''ہاں ہے، یہ وفا ہے۔'' اس نے نعمان کے چہرے پر اپنا ہاتھ رکھا۔
''تم کتنے حسین ہو، کتنے معصوم ہو نعمان، کتنے سچے اور وفادار کہ دغا کو بھی وفا کہتے ہو، میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔''
''اگر مجھے پتہ ہوتا تم میری زندگی میں آؤ گے تو شاید میں تمہارے خواب دیکھنا تب سے شروع نہ بھی کرتی تو تمہیں سوچنا شروع ضرور کرتی۔''
''لو یو شفی۔'' اس نے اسے ساتھ لگا دیا تھا۔
''لو یو ٹو نومی۔'' وہ اس کے بال سہلانے لگی تھی۔
''تم میری ہو نہ؟''
''ہاں بالکل، تمہیں شک ہے؟''
''نہیں بالکل نہیں ہے اور میں تمہارا ہوں۔''
''مجھے معلوم ہے۔''
''تبھی اتنی مغرور ہو؟''

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''ہاں اور تم بھی ہو سکتے ہو۔''
''میں ہو جاتا ہوں، اسے سالوں بعد لگا تھا کہ جیسے دل سے کوئی بوجھ سا ہٹ گیا ہو۔''
''نومی، مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟''
''نہیں، کچھ نہیں اب ضرورت نہیں ہے مجھے، میں سب جانتا ہوں۔''
''اچھا۔'' وہ اس سے الگ ہو کر دیکھنے لگی اس کی آنکھیں۔
''ارے پاگل کچھ نہیں جانتا سوائے تمہارے اور باقی ساری باتیں ثانوی ہیں، تم مرکزی ہو، میرے مرکز میں تم ہو، یہ کافی ہے میرے لئے، بس یہی کافی ہے شفی۔''
''شکریہ نومی، ہو سکتا ہے ہم کبھی تفصیل میں اس سب پر بات کریں، لیکن تم اعتبار کرو گے تو مجھے اچھا لگے گا۔''
''میں اعتبار کروں گا، کرتا تھا اور کرتا ہوں، بس تمہاری سرد مہری سے ڈر جاتا تھا۔''
''میں ایسی ہوں نومی، میں مشکل سے بدلوں گی، مجھے وقت لگے گا۔''
''تم مت بدلو تم مجھے ایسی ہی اچھی لگتی ہو۔''
''پکی بات ہے؟'' وہ ہنسی۔
''ہاں بالکل پکی۔''
''پھر شکایت نہیں کرو گے۔''
''نہیں اب نہیں کروں گا۔''
''چلو آج کا دن لکھ لو ڈائری میں اپنی۔''
''چلو لکھ لیا آج کا دن۔'' وہ ہنسا۔
''تمہارے گال میں ڈمپل آتا ہے؟'' وہ حیرانی سے دیکھنے لگی۔
کتنے عرصے بعد وہ اسے اتنے غور سے دیکھ رہی تھی، وہ معمولی سے ڈمپل تھے، لیکن اس نے کبھی اس طرح سے غور نہیں کیا تھا۔
''ہاں تم نے آج دیکھا؟''
''نہیں غور شاید آج کیا ہے، تمہاری مسکراہٹ اچھی تو لگتی تھی۔''
''تم نے کبھی کہا نہیں۔''
''مجھے نہیں پتہ کہ مردوں کو بھی اپنی تعریف سننے کا اتنا شوق ہوا کرتا ہے۔''
''جو مرد تم جیسی کھڑوس عورتوں کے ساتھ رہتے ہیں ان کا دل کرتا ہوگا۔''
''کہتے ٹھیک ہو ویسے، چلو چائے پی لیں، تھک گئی ہوں میں۔''
''کھانا بھی تم نے نہیں کھایا۔'' وہ فکر مند ہوا۔
''ارے یار میں نے ڈبل روٹی کا ایک پیس لے لیا تھا۔''
''واہ ایک پیس لے لیا، کیا کمال کا کھانا ہے۔''
''تو اب آپ کھانا کھائیں گی۔''
وہ اٹھا اس کے لئے خود کھانا گرم کیا تھا اور اسے سامنے بٹھا کر خود نوالہ بنا کر کھلانے لگا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''اب اتنا رومانٹک بننے کی ضرورت نہیں ہے، میں کھالوں گی خود ہی۔''
''چپ کرو کھڑوس عورت کھاؤ، بس میں کھلا رہا ہوں نہ۔''
''میری بھی تو خواہش ہے نہ تمہیں کھلانا، پوری کرنے دو نہ۔''
''اچھا کرلو، لیکن اب روز روز یہ چونچلے مت کرنا۔''
''آ گئیں اصلیت پر بے قدری عورت۔'' وہ ہنسا۔
''چلو خود کھاؤ۔'' کہہ کر اس کے لئے پانی نکالنے لگا۔
''شکریہ، ویسے کل ہم ابا کے پاس جا کر کچھ دن کے لئے رہیں؟''
''تم مجھ سے پوچھ رہی ہو؟''
''نہیں بتا رہی ہوں۔'' وہ پینترہ بدلنے لگی۔
''چلو پھر ٹھیک ہے، چلیں گے، پر بھات جا رہی ہے؟''
''ہاں، نعمان، انہیں کچھ نہیں ہوگا نہ؟''
''شفیعت اپنے یقین کو مت توڑو یار، کچھ نہیں ہوتا۔''
''ٹھیک ہے۔'' وہ تحمل سے کھانے لگی اور ایک نوالہ بنا کر اس کی طرف بڑھایا تو وہ حیرانی سے مسکرایا، یہ خوش گوار حیرت کی شروعات کی۔
کچھ دیر کے لئے خدشے سارے جا کر سونے لگے تھے لیکن اور محبت جاگ رہی تھی، رات کے پہر میں سکون کی آمیزش تھی۔

☆☆☆

ہمیں ایک دن لوٹایا جاتا ہے، اپنے اصل کی طرف اور جب ہم ساٹھ سے کراس کر جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ زندگی کا مقصد مل جاتا ہے، عزیز اللہ بڑے اچھے موقع پر آیا تھا۔
برآمدے میں دھوپ ذرا تیکھی تھی لیکن ایک طرف چھاؤں کی اوٹ میں جہاں پیلر سے باریک پردہ لٹک رہا تھا جالی کا اور ہوا کی بھرپور سرسراہٹ نے دھوپ کی تیزی کو نرمی میں بدل دیا تھا۔
عزیز اللہ بیچ برآمدے میں بچھی دری پر بیٹھا تھا دیوار کو ٹیک لگائے ہوئے اور سکھاں اس کے سامنے کچھ فاصلے پر تکیہ گود میں رکھے ہوئے بیٹھی تھی۔
''تم بہت اچھے وقت پر آئے ہو عزیز اللہ، میں راہ بھل گئی تھی، تم مجھے کچھ یاد دلانے آئے ہو۔''
''میں آپ کو بتانے آیا ہوں کہ آپ کی دعا سے میں لوٹ آیا میرے اپنے اجڑے سرائے ہوئے تھے، خالی رہ جاتے تھے سواب بھرنے لگے ہیں، میں پھر سے لکھنے لگا ہوں اور ہر بار لکھتے ہوئے کوئی قصہ کسی کہانی کو مکمل کرتا ہے، کوئی کہانی کسی سوال کو حل کرتی ہے کوئی سوال جواب کی دریافت کرتا ہے۔''
''اور میں نئے سفر پر نکل جاتا ہوں، میں بہت خوش ہوں، مجھے لگتا ہے میرے پاس زندگی لوٹ آئی ہے، میں کام پر لگ گیا ہوں، سکھاں بی بی میں کام پر لگ گیا ہوں۔''

ANWAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

تلاشِ مسلسل

شگفتہ شاہ

رات، سانت اور تنہائی، چاندنی رات کے سنگم میں عجیب سحر زدہ ماحول پیش کر رہی تھیں، سندھیا اپنے گھر کے برآمدے میں کرسی ڈالے سامنے چھوٹے سے لان سے متصل باؤنڈری وال پر پھیلی رات کی رانی کی بیل کے عقب سے جھانکتے چاند کو تک رہی تھی، اس کے ہاتھ میں ''شاہ جو رسالو'' تھا اور فضا رات کی رانی کے پھولوں کی خوشبو سے مہک رہی تھی اور وہ زیر لب شاہ عبداللطیف بھٹائی کی وائی کو گنگنا رہی تھی۔

مجھ میں تو موجود میں انجانی ہوں میں ابھاگن ہوں
میرے نینوں کے اے ساجن نین تیرے مسجود
وہ ہی بھید بقا کا پائیں ہو گئے جو نابود
وہ ہی پہنچے دوار پہ تیرے بھولے جو وجود
کرم ہو تیرا گمراہوں پر آن کریں وہ سجود
میں انجانی ہوں میں ابھاگن ہوں

پھر وہ ''شاہ جو رسالو'' کو کھول کر صفحے پلٹانے لگی، جب اس کی نظر سر مول رانو، کے ایک شعر پر پڑی تو وہ کچھ لمحے وہیں ٹھہر گئی اور بیت پڑھنے لگی۔

کالھ گڈیوسبوں کاپڑی جھڑو ماہ منیر
فیض فراق و فقیر جوگی جاگائے ویو

(کل ایک جوگی فقیر ملا، اس کا) چہرہ روشن چاند کی مانند تھا، وہ میرے اندر فراق کے فیض کو جگا گیا۔)

بیت پڑھتے ہی اس کے تصور میں سرمد کی صورت ابھری اور اس سے کل کی ملاقات یاد آئی تو آنکھوں میں چبھن سی محسوس ہوئی، اس نے فوراً آنکھیں موند لیں، اس کا ذہن اسے ماضی کی طرف لے جا رہا تھا، وہ ماضی جسے اس نے سپنا سمجھ کر بھلا دیا تھا مگر یہ اس کی بھول تھی، وہ کچھ بھی تو نہ بھلا پائی تھی، سرمد تو آج بھی اس کے روح میں سمایا ہوا تھا، کل جب وہ بہت عرصے کے بعد اس سے ملنے آیا تھا تو اسے لگا کر برسوں کے فاصلے لمحوں میں ختم ہو گئے تھے۔

آج اس نے کئی سالوں کے بعد اپنی کتابوں کی الماری کھولی تھی، برسوں پہلے وہ کتابوں کی کتنی دیوانی تھی، ادب اور شاعری سے وہ والہانہ شغف رکھتی تھی، کتابیں خریدنا، کتابیں پڑھنا اور کتابوں کو شیلف میں رکھنے کا اسے کریز تھا، اس کا اپنا اچھا خاصا کتابوں کا ذخیرہ تھا مگر اب تو وہ بہت بدل گئی تھی، اس کی شوق سے خریدی ہوئی کتابیں فقط الماری کی زینت بن کر رہ گئی تھیں مگر سرمد سے ملتے ہی وہ پرانی سندھیا جاگ گئی تھی، آج اس نے برسوں بعد کتابوں کے شیلف سے، شاہ جو رسالو، نکالا تھا جو یونیورسٹی کے دور میں سرمد نے اسے اس کے جنم دن کا تحفہ دیا تھا، اس کے اوپر مٹی کی ہلکی سی تہہ دیکھ کر سندھیا نے بے اختیار اپنے دوپٹے کے پلو سے صاف کر دی، آج رات، سب کاموں سے فارغ ہو کر اس نے ''شاہ جو رسالو'' لیا اور اپنے گھر کے برآمدے میں رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھی، گرمیوں کے دن تھے مگر راتیں ٹھنڈی ہو چلی تھیں، ہلکی ہلکی خوشگوار ہوا کے جھونکے روح کو سرور بخش رہے تھے، سندھیا نے شاہ جو رسالو کے صفحات پلٹاتے مختلف سروں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کے بیت پڑھے تو جیسے یونیورسٹی کے دور والی سندھیا جاگ اٹھی، پھر ماضی کے دریچے اک اک کر کے کھلنے لگے تھے۔

☆☆☆

سندھیا نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا تو جیسے اس کا خواب پورا ہوا، وہ لٹریچر میں ماسٹرز کرنا چاہتی تھی، وہ اپنی ہم جھولیوں کے سنگ اپنے ڈیپارٹمنٹ میں ہواؤں میں اڑتی پھرتی، پڑھائی بھی خوب ہوئی اور شرارتیں بھی، پروفیسرز کی شفقت بھی ملتی اور راہنمائی بھی، لڑکے بھی کم نہیں

www.pakistanipoint.com

تھے خاص طور پر اسد تو ہمیشہ کھلنڈرے موڈ میں رہتا اور نت نئی شرارتیں سوچتا اور عمل بھی کرتا۔

''یہ اسد جتنا شرارتی ہے اس کا دوست سرمد اتنا ہی سنجیدہ ہے پھر بھی بہت دوستی ہے دونوں کی۔'' ایک مرتبہ سندھیا نے ان کو ساتھ دیکھ کر تبصرہ کیا۔

''سنا ہے کہ مسٹر سرمد شاعری بھی کرتے ہیں جو مختلف رسالوں میں چھپتی ہیں۔'' ندرت نے بتایا تو سندھیا نے سرمد کی طرف توجہ دینی شروع کی، اسے شاعری اور ادب سے بہت دلچسپی تھی۔

گندمی رنگ، بڑی سیاہ گہری آنکھوں، گھنے بالوں اور لمبے قد والا سرمد ایک چھوٹے سے گاؤں سے آنکھوں میں مستقبل کے کئی خواب سجائے شہر آیا تھا یونیورسٹی میں پڑھنے کے لئے، سنجیدہ اور بردبار تھا، چاہے شلوار سوٹ میں ہو یا جینز اور شرٹ میں ملبوس ہو، وہ سب سے الگ اور نمایاں لگتا، پڑھائی میں بھی بہت ہوشیار تھا اور محنتی بھی اس لئے پروفیسرز بھی اسے بہت پسند کرتے تھے، کلاس فیلو لڑکیاں تو اسے بہت پسند کرتی تھیں، سندھیا اکثر ہنس کر اپنی فرینڈز سے کہتی۔

''لگتا ہے کچھ لڑکیاں سرمد کے عشق میں گرفتار ہیں اور باقی ماندہ بھی ہو جائیں گی۔''

''باقی ماندہ میں تم بھی تو شامل ہو۔'' شانزے نے معنی خیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ جھینپ کر بولی۔

''میں ایسے چکروں میں نہیں پڑتی۔''

☆☆☆

''میں نے تو کبھی شاہ جو رسالو پڑھا ہی نہیں ہے، اب میں اپنی اسائنمنٹ کیسے مکمل کروں گی؟''

''نو پرابلم؟'' قریب کھڑے اسد نے سندھیا کی بات سن کر کہا، وہ تو سندھیا سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا تھا کیونکہ..... کیونکہ وہ اس خوبصورت اور نازک سی لڑکی کو دل دے بیٹھا تھا، مگر معاملہ صرف ابھی اسی کے دل تک محدود تھا سندھیا کو خبر بھی نہیں تھی۔

''سرمد تمہاری مدد کرسکتا ہے۔'' اس نے کہا۔

''وہ کیوں کرے گا میری مدد؟'' سندھیا نے حیران ہو کر پوچھا۔

''یار ہے اپنا، میں کہوں گا تو وہ انکار نہیں کرے گا۔''

''تھینکس۔'' سندھیا بولی۔

''صرف تھینکس سے کام نہیں چلے گا۔'' اسد نے کہا۔

''پھر؟''

''سنا ہے کچھ دن بعد آپ کی برتھ ڈے ہے، ٹریٹ دینی ہوگی باقاعدہ۔'' وہ بولا۔

''تمہیں یہ کیسے معلوم ہے؟'' سندھیا نے حیران ہو کر کہا۔

''فیس بک کی بدولت۔'' وہ شرارتی سے مسکرایا، سندھیا اسے گھور کر رہ گئی۔

☆☆☆

سندھیا نے اپنی سالگرہ ایک ہوٹل میں منائی، ایک ہال بک کرایا گیا تھا، اس تقریب میں اس کے والدین کے علاوہ کچھ کلاس فیلوز لڑکے اور لڑکیاں تھیں جن میں اسد اور سرمد بھی تھے، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی اور انہیں بے حد عزیز تھی، روپیہ پیسہ سب کچھ تھا، وہ اپنی بیٹی کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے، سالگرہ کی تقریب بھی اس سلسلے کی کڑی تھی۔

گھر لوٹنے کے بعد وہ رات گئے تک ملنے والے گفٹ کے ریپرز ہٹا کر دیکھتی رہی، تحفہ تو ہوتا ہی خلوص اور محبت کی نشانی ہے اس لئے سندھیا

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کی نظر میں یہ کوئی بھی تحفہ بڑا یا چھوٹا نہیں تھا، البتہ دو تحفے سب سے منفرد تھے، اسد نے اسے ایک خوبصورت سی گڑیا تحفے میں دی تھی اور سرمد نے ''شاہ جو رسالو'' گفٹ کیا تھا، وہ شاہ لطیف کی شاعری کو سمجھنے کی رہنمائی کرنے کی ہامی بھر چکا تھا اس لئے سب سے پہلے اسے شاہ لطیف کی شاعری کا کتاب (رسالا) تحفے میں دیا تھا۔

اگلے دنوں میں اب وہ اکثر یونیورسٹی میں ساتھ بیٹھے دیکھے جاتے، اسد بھی ساتھ ہوتا سرمد اپنے دھیمے دھیمے لہجے میں شاہ لطیف کی شاعری کی ترجمانی کرتا تو سندھیا گم صم ہو کر اس کی آواز کے سحر میں کھوسی جاتی، ایک مرتبہ یونہی وہ لطیف سائیں کی شاعری کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے بے حد سنجیدہ شکل بنا کر بیٹھ گئے تو سدا کے زندہ دل اسد سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ بول پڑا۔

''یار سرمد! لگتا ہے کہ تم اور سندھیا ایک ہی مٹی سے بنے ہو۔''

''کیا مطلب؟'' سرمد نے چونک کر پوچھا۔

''پہلے صرف تمہیں سنجیدگی کا دورہ پڑتا تھا، مگر اب ان محترمہ کا بھی یہی حال ہے۔''

''سنجیدہ ہونے میں کیا برائی ہے اسد؟'' سندھیا نے پوچھا۔

''میں نے کب کہا کہ سنجیدہ رہنے میں کوئی برائی ہے، مگر اس عمر میں سنجیدہ لڑکے اور لڑکیاں بالکل اداس الو لگتے ہیں مجھے۔''

اسد نے اس بیساختگی سے کہا کہ سندھیا کو ہنسی آ گئی، سرمد کے لبوں پر بھی بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی اس نے اسد سے کہا۔

''اسد شاید تمہیں نہیں معلوم کہ مغربی ممالک میں الو عقلمند پرندہ مانا جاتا ہے۔''

''جی..... جی..... بالکل، مجھے معلوم ہے مگر میں نے مغرب کے عقلمند الوؤں کی بات نہیں کی، میرا اشارہ مشرقی الوؤں کی طرف تھا۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ سے سرمد کی طرف اشارہ کیا اور دوسرے ہاتھ سے سندھیا کی طرف تو سندھیا کی ہنسی چھوٹ گئی، آس پاس بیٹھے ہوئے لڑکے اور لڑکیاں چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگے تو سندھیا شرمندہ سی ہو گئی، پھر اس نے اسد سے کہا۔

''کیا آج صرف الوؤں کے بارے میں گفتگو ہو گی؟''

''بھئی کیا کروں، دو اداس الوؤں کے درمیان بیٹھوں گا تو بھلا دماغ کہاں کام کرے گا؟''

اسد نے ایسی مسکین شکل بنا کر یہ بات کہی تھی کہ ایک مرتبہ پھر سندھیا کی ہنسی چھوٹ گئی تھی اور آس پاس کے لڑکے پھر ان کو دیکھنے لگے تو وہ وہاں سے اٹھتی ہوئی بولی۔

''اب میں چلوں، میری پوائنٹ بس آ گئی ہے۔''

☆☆☆

سندھیا اور سرمد کی کئی میٹنگ ہوئیں، شاہ سائیں کی شاعری کے علاوہ اب وہ ادب اور ادبی کتابوں اور لکھاریوں پر بھی بات کرتے، سرمد نے سندھیا کو اور بھی کئی ادبی کتابیں پڑھنے کو دیں، سندھیا نے سرمد کی شاعری کو بھی پڑھا۔

وہ خود تو لکھاری نہیں تھی مگر لٹریچر کی اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے اس کا ادب کا مطالعہ اچھا تھا اور اب تو سرمد کی رہنمائی کی وجہ سے وہ اپنے مطالعے کو اور بھی وسیع کر رہی تھی، دونوں میں خوب بحثیں ہوتیں، آخر یہ بحثیں اتنا طول پکڑتیں کہ اسد کو ہاتھ جوڑ کر ان کو خاموش کرانا

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

پڑتا، مگر اس دوران سندھیا نے ایک نئی بات محسوس کی، اسے لگا کہ سرمد اسے پسند کرنے لگا تھا، سندھیا کا اپنا دل بھی کچھ کہہ رہا تھا کہ وہ بھی اس سے متاثر ہو رہی تھی، جب وہ شاہ لطیف کی شاعری کے فلسفے پر بات کرتا تو وہ اس کی گہری آنکھوں کی گہرائیوں میں خود کو ڈوبتے محسوس کرتی، اس کا گندمی رنگ، گہرے نقش اور خوبصورت آواز اسے دنیا و مافیہا سے بے بہرہ کر دیتی تھی، وہ بھی تو اس خوبصورت لڑکی سے متاثر ہوا تھا، لمبے گھنے بالوں میں کلپ لگائے، اکثر وہ سندھی اسٹائل کے کپڑے پہنے دوسروں سے الگ الگ لگتی، وہ پہلے تو جینز اور ٹراؤزر پر کرتی پہنتی تھی مگر سرمد سے متاثر ہونے کے بعد وہ سندھی کج والی قمیض اور سوسی کی شلواریں پہنتی یا پھر جدید اور ثقافتی رنگوں کو ملا کر چنتری کی شرٹس اور ٹراؤزر پہنتی تو کبھی اجرک کے ڈیزائن کی کرتیاں جینز پر پہنتی، اس کی فرینڈز نے اس میں یہ تبدیلیاں دیکھیں تو اسے چھیڑتی۔

''تم تو سرمد کے ساتھ اپنی اسائنمنٹ کے لئے کام کر رہی ہو مگر لگتا ہے کہ اسائنمنٹ کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔''

''شٹ اپ۔'' وہ جھینپ کر کہتی۔

یہ بھی حقیقت تھی کہ سرمد نے کبھی بھی ایسی کوئی بات نہیں کی تھی نہ ہی کو اشارہ دیا تھا کہ وہ اس میں دلچسپی لے رہا ہے مگر عورت کی چھٹی حس اس معاملے میں بہت تیز ہوتی ہے، بے شک اس نے ایسا کوئی اظہار تو نہیں کیا تھا، مگر کوئی پیغام تھا اس کی آنکھوں میں، جب وہ بات کرتے کرتے اس کے چہرے کی طرف گہری نگاہ ڈالتا تو سرخی آ جاتی تھی، مگر صرف چند لمحوں کا دورانیہ ہوتا تھا، اچانک سے سرمد کی آنکھیں اور چہرہ پھر سے بے تاثر ہو جاتا، سندھیا بہت حیران ہو جاتی تھی اس کے رویے پر، کبھی تو اس کی آنکھوں میں سندھیا کے لئے پیار کا اتھاہ ساگر موجیں مارتے نظر آتا تو کبھی اتنی اجنبیت ہوتی جیسے کہ برف میں جما دریا، وہ خود تو اپنا دل ہار بیٹھی تھی اور محبت اس کی وجود کی گہرائیوں میں اتر چکی تھی اور وہ اب شاہ کی کیفیات کو سمجھ چکی تھی، محبت کے سخت اور کڑے امتحانوں سے گزرتی ماروئی، سسی، مومل، سورٹھ، لیلاں، سہنی، نیاز و عاجزی کا مجسمہ نوری، وہ محبت کے دریا میں اتر چکی تھی، جو مجاز سے حقیقت تک راہنمائی کرتی ہے، مجازی عشق سے حقیقی عشق کی راہ پر لے جاتی ہے، مگر سرمد، کیا وہ بھی اس سے محبت کرتا تھا؟ اس کے لبوں پر ایسا کوئی اظہار نہ تھا، وہ لطیف سائیں کے عشق کے فلسفے پر تو بات کرتا مگر اپنی دل کی بات کرنے سے گریز کرتا تھا، یونہی ایک مرتبہ وہ دونوں لطیف سرکار کے عشق کے فلسفے پر بات کر رہے تھے، اسد بھی ساتھ بیٹھا تھا، سرمد شاہ سائیں کے ایک بیت کے بارے میں بتا رہا تھا۔

''شاہ سائیں کے محبت کے فلسفے کے مطابق مطلوب کو حاصل کرنے سے طالب کا سفر عشق وہیں آ کر تھم جاتا ہے جبکہ تلاش محبوب میں جمود نہیں آنا چاہیے، دوسری طرف عشق کا اظہار بھی ضروری نہیں ہے، کیونکہ سچا عشق الفاظ کا محتاج نہیں ہوتا، عشق میں تڑپ ہے یہی اس کی خوبصورتی ہے، زبان خاموش ہو تو آنکھیں بولتی ہیں، ورنہ لوگوں میں چرچا ہوتا ہے اور معشوق بدنام ہوتا ہے، لطیف سائیں کے ایک بیت کا مفہوم ہے کہ۔''

عشق تڑپاتا ہے اس لئے تڑپنا پڑے گا
عشق کرنا آسان نہیں ہے نہ ہی چھپانا
مگر چھپنا بھی ہے اور چھپانا بھی
مبادہ رقیبوں کو خبر ہو جائے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

سندھیا نے فوراً جواب دیا۔
''ٹھیک ہے، مگر شاہ لطیف نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ۔''
کیا کریں گے مجھے رقیب گر خبر ہوئی ان کو
یہ تیم کی صورت دیکھنا کوئی جرم تو نہیں
مجھے تو عشق کے تیر نے تڑپایا ہے
کیونکہ شاہ لطیف یہ بھی کہتے ہیں عاشقوں کو زمانے کا کوئی خوف نہیں ہوتا، ایک بیت کا مفہوم یہ ہے کہ:۔
رقیب ان کو برباد کرے گا جن کا عشق پختہ نہیں ہے
جو سچے عشق کی آگ میں جلے ہوئے ہیں
وہ خود جلا کر راکھ کر دیں گے
''مگر سائیں!'' سرمد بولا۔
''شاہ لطیف کے ایک بیت میں اس نے یہ بھی تو کہا ہے ناں۔''
آوے سے سیکھو، سچے عشق کے رموز
جلے ہے سارا دن باہر دھواں نے چھوڑے
''مگر عشق کی آگ کو چھپانا بھی تو بہت ہی مشکل ہے ناں۔'' سندھیا نے کہا۔
''تبھی تو لطیف سائیں نے یہ بھی فرمایا ہے۔''
عشق یہ چاہے کہ وہ عشق کو ظاہر نہ کرے
کیسے چھپے ہے عشق آنکھوں سے اشک ہیں
رواں دل ہر دم تڑپے ہے
''بہرحال میرے لئے عشق کا مفہوم یہ ہے جو لطیف سائیں نے بیان کیا ہے۔''
میں سدا ڈھونڈوں کاش ڈھونڈھ نہ پاؤں
تو مجھے کبھی بھی نہ ملے
میری رگ رگ سے تیری طلب فنا نہ ہو کبھی
''کیونکہ شاہ سائیں کا یہ بھی فلسفہ ہے کہ۔''
جو فراق میں ہے پنہاں وہ وصل میں کہاں
میرے اوطاق میں آ کر مرے محبوب نے مجھے خود سے دور کر دیا
اس جو اتنی دیر سے دونوں کی بحث شاہ کے بیتوں کے فلسفے کی صورت میں سن رہا تھا، اس سے اب برداشت نہ ہوا اور وہ بول پڑا۔
''خدا کے واسطے، سرمد اور سندھیا، یار بند کرو اب یہ بحث، میرا تو دماغ ہی گھوم گیا ہے تم لوگوں کی بحث سے، میرا فلسفہ تو یہ ہے کہ جسے چاہو اس سے اظہار کرو اور اپناؤ پھر بھلے دنیا جلتی ہے تو جلے، مجھے شاہ سائیں کے بہت کم بیت یاد ہیں مگر ایک بیت بہت اچھا لگتا ہے جس کا مفہوم ہے کہ۔''
اللہ کرے مرے رقیب جییں
میرا اور میرے محبوبؐ کا وصل دیکھیں
پھر جل کر مر جائیں اسی جلن کی آگ میں
سرمد نے ایک بے اختیار قہقہہ لگایا اور سندھیا بھی مسکرا دی، یوں اس بحث کا اختتام ہوا۔

☆☆☆

وقت پر لگا کر اڑ رہا تھا اور پتا ہی نہیں چلا کہ چار سال کا عرصہ کیسے گزر گیا، یہاں تک کہ ان کی فیئر ویل پارٹی بھی ہو گئی جس میں سیاہ پینٹ اور شرٹ میں ملبوس، گلے میں اجرک ڈالے سرمد نے اسٹیج پر اپنی شاعری سنائی اور خوب داد وصول کی اس دن سندھیا نے بھی سندھی کج والی شرٹ پہنی تھی جو سرمد کی والدہ نے اسے تحفے میں بھیجی تھی، بلیک ٹراؤزر اور شانوں پر چنری کا دوپٹہ ڈالے، ہلکے میک اپ اور جیولری میں وہ سب کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی کیونکہ اسٹیج پر پروگرام کی کاروائی وہی چلا رہی تھی، بہت ہی رنگا رنگ پروگرام تھا، اسٹوڈنٹس نے گانے اور خاکے پرفارم کیے، وقت گزر گیا اور خوبصورت یادیں ذہنوں کے کینوس پر نقش ہو گئیں اور تصویروں کی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

صورت میں البموں کی زینت بن گئیں۔

دور دیسوں سے آنے والے سندلیس لے کر اپنے اپنے گاؤں اور شہروں کو جانے کی تیاری میں لگ گئے سرمد بھی ان میں شامل تھا، دوسری طرف سندھیا انتہائی بے کل تھی، اسے یقین تھا کہ سرمد اس سے محبت کرتا تھا اور وہ خود اسے تو اس کے سوا کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا مگر سرمد کے لبوں پر کوئی اقرار نہ تھا، کوئی اظہار نہ تھا، کبھی کبھی تو اسے یوں لگتا کہ وہ خود یک طرفہ محبت میں مبتلا تھی، سرمد کو اس سے محبت نہیں تھی، وہ چاہتی تھی کہ سرمد اس سے محبت کا اظہار کرے، پھر چاہے وہ اس سے شادی نہ کرے، اس کے لئے یہی کافی ہوتا کہ اس نے جس سے بھرپور محبت کی وہ بھی اس کے لئے وہی جذبہ رکھتا تھا، وہ زندگی بھر اس احساس سے سرشار رہتی، مگر وہاں کوئی اشارہ نہ تھا، اقرار نہیں تھا تو انکار بھی نہیں تھا، انہی دنوں اسد نے سندھیا کو پروپوز کیا اور کہا کہ کچھ دنوں میں اس کے والدین سندھیا کے گھر اس کا رشتہ لینے کے لئے آئیں گے، یہ سن کر وہ چونک پڑی، کہیں ایسا تو نہیں کہ سرمد اس لئے اس سے محبت کا اظہار نہیں کرتا کہ وہ اس کے دوست کی پسند تھی۔

سندھیا کو بھی اسد کی پسندیدگی کا احساس تھا، مگر اس کے دل میں ایسے کوئی جذبات نہیں تھے، نہ ہی اس نے کبھی اس کی ہمت افزائی کی تھی، وہ ہر روز ریک کے اندر رکھی اسد کی دی ہوئی گڑیا کو دیکھتی اور ساتھ رکھے شاہ جو رسالو کو دیکھتی اور سوچتی کہ وہ کوئی گڑیا نہیں تھی کہ کوئی اسے اپنے گھر کے ریک میں سجا کر رکھ دے، وہ تو شاہ کی سورمیوں کی طرح تھی، وہ پرتو تھی ماروی کا جو اپنے غریب منگیتر کھیت کو عمر بادشاہ سے زیادہ حیثیت دیتی تھی اور رانی بننے کے بجائے محلاتی زندگی کو ٹھکرا کر واپس تھر میں اپنے وطن ملیر لوٹ کر آئی تھی، وہ سسی کی طرح اپنے پنوں کی تلاش میں اکیلی ہی جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں سے گزر کر جانے کا حوصلہ رکھتی تھی، سوہنی کی طرح مہینوال کی خاطر راتوں کو دریا میں اترنے کی ہمت رکھتی تھی، لیلیٰ کی طرح اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے کا حوصلہ رکھتی تھی، سورٹھ کی طرح اپنے سر کے سائیں پر قربان ہونا جانتی تھی، نوری کی مانند وہ عاجزی اور سادگی کو پسند کرتی تھی اور مومل کی طرح کب سے اپنے محبوب کی خاطر دیئے جلائے خود انتظار کی آگ میں جل رہی تھی، وہ فقط اس کے اقرار کی طلبگار تھی۔

سکون خواب راحت کی طلب کیا
مقدر میں نہیں جب خواب راحت
بس ان کی یاد میں وارفتہ رہنا
سوا ہے دمبوم جن کی محبت
(شاہ)

آخر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سرمد کو اسد کے پروپوزل سے آگاہ کرے گی، اگر اسے اس سے ذرا بھی دلچسپی ہوگی تو یہ سن کر وہ ضرور کچھ بولے گا، نہیں تو، وہ یہی سمجھے گی کہ اس کا جذبہ یکطرفہ تھا۔

☆☆☆

سندھیا نے سرمد سے ملاقات کی اور اسے اسد کے پروپوزل کے متعلق بتایا تو اسے ایسے لگا کہ یہ سن کر اس کا چہرہ دھواں دھواں سا ہو گیا تھا، پھر اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو بہت اچھی خبر ہے، اسد بظاہر کھلنڈرا اور لاابالی سا لڑکا لگتا ہے مگر میں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں، وہ بہت ذمہ دار اور محبت کرنے والا شخص ہے، وہ آپ کو بہت پسند کرتا ہے اور یقیناً آپ کو خوش رکھے گا۔''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟'' سندھیا نے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

پوچھا۔

''وہ میرا دوست ہے، اس کی کوئی بات مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہے، میں آپ کو نئی زندگی کی پیشگی مبارکباد دیتا ہوں۔''

''اچھا..... میں چلتی ہوں، شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو، جانے پھر کبھی ملیں نہ ملیں۔'' سندھیا نے اٹھتے ہوئے کہا، اس کا دل ٹوٹ چکا تھا۔

اس نے ایک مرتبہ سرمد کی طرف دیکھا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، جیسے کسی اندرونی کشمکش میں ہو، اس نے اپنی مٹھیاں بند کر رکھی تھیں۔

''خدا حافظ، سدا خوش اور آباد رہیں۔''

☆☆☆

سندھیا کو اب یقین ہو چکا تھا کہ وہ محض غلط فہمی میں تھی، سرمد نے اس سے محبت کی ہی نہیں تھی، وہ عرصے سے یک طرفہ محبت کا عذاب جھیل رہی تھی، پھر اسے بہت وقت لگا تھا اسے بھلانے میں، ان دنوں کی یادوں کو دبانے میں، اس نے شاہ جو رسالو کو کتابوں کی الماری میں بند کر کے رکھ دیا تھا اور اسد کی دی ہوئی گڑیا کو ریک پر نمایاں جگہ رکھ دیا تھا۔

وہ خود ایک دن گڑیا سی دلہن بن کر اسد کے گھر آ گئی، اسد نے اس گڑیا کو پا لیا تھا، اسد نے اسے بے انتہا پیار دیا، سندھیا اسد کے سنگ اپنے چھوٹے سے بنگلے میں بہت اچھی زندگی گزار رہی تھی، کبھی کبھار وہ مختلف رسالوں اور کتابوں میں سرمد کی شاعری پڑھتی تھی، اب وہ بہت نامور شاعر بن چکا تھا۔

وقت ریت کی طرح پھسل رہا تھا، سندھیا دو پیارے بچوں کی ماں بن چکی تھی، بیٹا مہران چار سال کا ہو چکا تھا اور بیٹی پسی دو سال کی، ایک عورت کو کیا چاہیے، پیار کرنے والا شوہر، پیارے سے بچے، پرسکون گھر سندھیا کو یہ سب میسر تھا، بظاہر سب ٹھیک تھا، زندگی اچھی گزر جاتی اگر سرمد سے اتنے سالوں بعد ملاقات نہ ہوتی، ان دنوں وہ اسی کے شہر میں آیا ہوا تھا، کچھ دن پہلے اس کی شاعری کے لئے مجموعے کی رونمائی کی تقریب تھی جس کی دعوت کا کارڈ اسد اور سندھیا کے نام بھی آیا تھا مگر اسد آفس کے کام سے اسلام آباد گیا ہوا تھا اور سندھیا کو گھر اور بچوں کی ذمہ داری سے فرصت ہی نہیں مل سکی کہ وہ جا سکے، وہ تو مکمل گھریلو عورت بن چکی تھی، کل صبح ہی مارننگ شو میں اس نے سرمد کو دیکھا تھا، شو لائیو چل رہا تھا، وہ اب میچور دکھتا تھا مگر اب بھی بھرپور شخصیت تھی۔

پھر اگلی شام ہی وہ اچانک اس کے گھر چلا آیا، ملازمہ نے اس کے آنے کی اطلاع دی تو وہ گھبرا سی گئی، خود کو سنبھال کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھی تو اسے صوفے پر مہران اور پسی کے درمیان بیٹھے دیکھا، وہ ان کے لئے تحفے لایا تھا اور اتنی جلدی ان سے گھل مل گیا تھا۔

''چلو بچو، ٹیوٹر آیا ہے۔'' ملازمہ آ کر بچوں کو لے گئی۔

سرمد سندھیا کو دیکھ کر احتراماً کھڑا ہو گیا، سندھیا کی عجیب حالت تھی۔

''اسد کہاں ہے؟'' جب دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے تو سرمد نے پوچھا۔

''وہ آفس کے کام سے اسلام آباد گیا ہوا ہے، کل تک آ جائے گا۔'' سندھیا کسی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی۔

''اوہ اس کا مطلب ہے کہ اس سے ملاقات نہ ہو پائے گی۔''

''کیوں؟ آپ جا رہے ہیں؟''

''ہاں، آج رات ہی مجھے واپس اپنے شہر

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.Pakistanipoint.com

جانا ہے۔''

سندھیا اور کچھ نہ کہہ پائی، سرمد نے پوچھا۔

''سندھیا! آپ خوش تو ہیں ناں؟''

''ہاں، میں بہت خوش ہوں، اسد بہت اچھا ہے، میرا بہت خیال رکھتا ہے۔''

''اچھا، مجھے اجازت دیں، میرے کتاب کی دو کاپیاں ہیں، آپ کے اور اسد کے لئے۔'' سرمد نے کتاب کی کاپیاں اس کی طرف بڑھائیں، سندھیا نے ہاتھ بڑھا کر اس سے کتابیں لے لیں، خوبصورت ٹائٹل والے کتاب کا عنوان تھا۔

''تلاش مسلسل۔''

سندھیا نے کتاب کھولی، پہلے ہی صفحے پر انتساب تھا۔

''میری پہلی اور آخری محبت کے نام جسے میں نے کھو کر پالیا۔''

وہ چونک پڑی، سرمد کی طرف دیکھا، وہ اس کو محویت سے دیکھ رہا تھا، وقت تھم گیا، تھم کر لوٹ گیا، وہی نظریں تھیں، وہی انداز جس سے سرمد کی محبت عیاں ہوتی تھی، وقت کا کانٹا حال میں لوٹ آیا اور ماضی کو پیچھے دھکیل دیا تھا، سندھیا سرمد کی طرف جامد ہو کر دیکھ رہی تھی، آنکھوں میں برسوں کے اشک اٹکے ہوئے تھے، دل میں کئی شکوے اور شکایتیں مچل رہی تھیں مگر زبان چپ تھی، تب سرمد کی گمبھیر آواز سنائی دی۔

''تم مجھ سے محبت کا اقرار ہی سننا چاہتی تھیں ناں، مجھے معلوم ہے کہ تمہیں آج تک یہی دیکھ ہوگا، مگر عشق اظہار کا محتاج نہیں ہوتا۔''

''سرمد، کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا؟ کیا محبت میرا حق نہیں تھی؟'' آنکھوں میں رکے اشک رواں ہونے لگے، سرمد پریشان ہو گیا، اٹھ کھڑا ہوا، پھر کہا۔

''کیا عشق پا لینے کا نام ہے؟ پا کر لوگ کھو دیتے ہیں، اس پاک جذبے کو، میرا آج بھی شاہ سائیں کے اس فلسفے پر ایمان ہے کہ عشق تلاش مسلسل ہے، کھو کر پانے کا نام ہے، میں نے اپنی محبت کھوئی تو نہیں کیونکہ شاہ سائیں نے کیا خوب کہا ہے۔''

میں ڈھونڈوں مگر کاش پا نہ سکوں
میرے محبوب سے کبھی مل نہ سکوں
مبادا میرے اندر کی تڑپ
اسے پا کر مر جائے

یہ کہتے ہوئے وہ چلا گیا، سندھیا بت بنی بیٹھی رہی، اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔

''یہ کیا ہوا؟'' جو کچھ وہ برسوں پہلے سننا چاہتی تھی وہ اب سنا، اب جب وہ اسد اور بچوں کے ساتھ پرسکون زندگی گزار رہی تھی تو سرمد ایک مرتبہ پھر اس کی دل کی دنیا کو الٹ پلٹ کر گیا تھا، اسے احساس دلا گیا تھا کہ اس کے پاس سب کچھ تھا، سوائے اس کے جس سے اس نے عشق کیا تھا، جس نے اس سے عشق کیا تھا، اس کی روح سے، اس کی شخصیت سے مگر یہ عشق جسمانی قید سے بالاتر ہوتا ہے، اس میں طلب اور تڑپ ہوتی ہے، ٹھہراؤ نہیں ہوتا، وہ تو سمجھی تھی کہ وہ سرمد کو بھول چکی تھی مگر یہ اس کی بھول تھی، وہ تو محبت کے سفر کو برسوں پہلے ختم کر چکی تھی مگر اس سفر کی شروعات ہی اب ہو رہی تھی۔

☆☆☆

تیز ہوا کے جھونکے سے سندھیا کے ہاتھ میں پکڑے شاہ جو رسالو کے صفحات پھڑ پھڑانے لگے تو وہ خیالوں کی دنیا سے باہر نکل آئی، ایکدم چونک کر رسالو پر نظر ڈالی تو شاہ سائیں کی ایک نظم پر نظر پڑی، وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے زیر لب وائی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

پڑھنے لگی۔

میرا کہنا بھول نہ جا
بھور بھئے ہر پاتی کی
نندیا کا جو میت ہوا
سکھیو یہ جھوٹا بندھن
کوری آنکھیں کاٹے رین
آدھی رات ہے، دور رہٹا
جوبن دو دن کی مایا
درگت ہوتے دیکھ رشا
جوبن دو دن کی مایا
پریتم کو اس نے کھویا
جوبن دو دن کی مایا
نیند کا نینوں سے ناتا
جوبن دو دن کی مایا
میت وہی میرے تن کا
جوبن دو دن کی مایا
نیند کی نینوں سے چھایا
جوبن دو دن کی مایا

☆☆☆

''بی بی! پسی نیند میں ڈر کر جاگ گئی ہے۔''

اچانک بوا نبھی پسی کو اٹھائے اندر سے آئی تو اس نے شاہ جورسالو ٹیبل پر رکھا اور بڑھ کر پسی کو گود میں اٹھایا، اس نے ملازمہ کو جانے کا اشارہ کیا اور پسی کو بھینچ کر گلے سے لگایا جو ماں کی گود میں آ کر پرسکون ہو گئی تھی، سندھیا اسے گود میں لئے ٹہلنے لگی اور جب وہ گہری نیند سو گئی تو اسے لے کر بیڈ روم میں آئی، ساتھ والے بیڈ پر مہران سو رہا تھا، سندھیا نے پسی کو پیار کیا اور پھر مہران کی پیشانی کو چوما، تب اس کی نظر بیڈ کے سائیڈ پر رکھی اپنی اور اسد کی تصویر پر پڑی، وہ سندھیا کے سنگ مسکرا رہا تھا، کس قدر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی، سندھیا بھی مسکرا پڑی پھر اس نے سوچا۔

''سرمد، اگر تم وقت پر اقرار کر لیتے تو میں اسد سے شادی نہیں کرتی، مگر اب میں اسد سے کوئی خیانت نہیں کر سکتی، میرے روح کے اندر تمہارا عشق سمایا تھا مگر اب میرا وجود اسد اور بچوں کی امانت ہے اور تم مرد لوگ عورت کو سمجھ ہی نہیں سکتے تم شاہ سائیں کے جس فلسفے کی بات کرتے ہو اس پر میرا بھی یقین ہے، فرق یہ ہے کہ اب تم ڈھونڈو گے مجھے مگر پا نہ سکو گے، میری زباں سے محبت کا اقرار سن نہ سکو گے۔'' سندھیا برآمدے میں آئی، وہاں ٹیبل پر رکھا شاہ جو رسالو کو اٹھایا اور اسٹڈی میں آ کر کتابوں کی الماری میں رکھ کر الماری کو تالا لگا دیا، جیسے اس نے سرمد کی محبت کو دل سے نہال خانوں میں برسوں پہلے چھپا کر تالا لگا دیا تھا۔

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

نے اپنی جمع پونجی کو ہوا دی تھی اور ماں سے رابطے سے لے کر کراچی کا ٹکٹ کٹا کر ٹرین میں سوار ہونے تک، دور پار کا ایک کزن اس کا سیدھا ہاتھ بنا رہا، جب بخت دعا دے جائے تو چار سو اندھیرا نظر آتا ہے اور یہی بخت یاوری پر اتر آئے تو سب رستے بننے چلے جاتے ہیں۔

امی نے اسے کراچی اسٹیشن پر اتار لیا تھا، اور یہ تو اسے کچھ دن بعد پتا چلا کہ چند سالوں نے جسے کایا ہی پلٹ کر رکھ دی تھی، امی کے گھر میں ایک نفسانفسی تھی، پیسے کی کھینچ تان، عمر دراز سے

پرچھائیں

سیما بنت عاصم

کہانی بہت مختصر تھی، مگر اس کا پھیلاؤ بہت دور تک گیا۔

کہتے ہیں بیٹی ماں کا عکس ہوتی ہے، مگر زندگی کی تلخ و شیریں حقیقتوں میں سے ایک کڑی حقیقت یہ بھی تھی کہ ماں سے رباب کا مزاج کبھی مل کے نہیں دیا، شاید اس لئے کہ ماں سے اس کا ساتھ ہی کم رہا، مگر ماں پھر ماں ہوتی ہے، اس کا ثبوت وقت نے دیا۔

''ابو نے امی کو طلاق دی تو وہ پانچ بچوں کی ماں تھیں، پندرہ سالہ رباب کا نمبر پہلا تھا، سو، سونے کا انڈہ دینے والی مرغی کو باپ نے دبوچ لیا، ماں نے میکے کے لئے کراچی کا ٹکٹ کٹایا، تو چار بچے ساتھ تھے۔''

''پھر یہ کچھ ہی سالوں کی بات رہی کہ باپ نے رباب کو ہتھیلی کا چھالا بنائے رکھا، ابو کو اپنا دوسرا نکاح پڑھانا تھا، انہوں نے رشتے کی بہانے سے رباب کے منہ مانگے دام وصول کر کے دھکیلا تھا اور جب باپ نے سر سے بوجھ کر طرح اتار کر پھنکا، تو دوسرا کیا خاک سر آنکھوں پر بٹھاتا۔''

''امی، اب کہیں جا کر کہتیں کہ آدمی اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ سانپ چھوڑ دو، آدمی مار دو، اب سب ہی ایسا سوچنے لگیں تو شاید کوئی گھر نہ بس سکے، خیر اختلاف تو رباب کا اس پر بھی تھا کہ امی کہتیں، بیٹیوں کے نصیبوں پر ماں کے بخت کی پرچھائیں ضرور ہوتی ہے، وہ کہاں انہیں سمجھا سکتی تھی، کہ زندگی میں نشیب و فراز تو آتے ہی ہیں، انسان اس زندگی میں جو کچھ بھرتا، بھگتتا ہے، وہ مٹھی میں لکھوا کر لاتا ہے۔''

سب کے اپنے اپنے دکھ، سب کے اپنے اپنے چاند، امی کو ان کے چاند نے دغا دی، تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکلتا تھا کہ دنیا کا ہر مرد ناقابل اعتبار ہے، اب زندگی میں سب ہی کچھ صدفی صد تو نہیں ہوتا نا۔

رباب نے سسرال میں جو کچھ بھرا، بھگتا، وہ اس کا بخت تھا، بگڑے بھٹکے بیٹے کا نکاح تو بس اک نام تھا، درحقیقت مفت کی نوکرانی درکار تھی، کنالوں پر پھیلی حویلی کے مکینوں کے دل، پتھروں سے بے حس تھے۔

کھیت، کھلیان اور ان کی فصلیں، کاموں کا انبار تھا۔

رباب سسرال پرستی کے نام پر، اپنا آپ بھلا کر پھرکی بنی ناچتی پھرتی تب بھی اس کا نصیب، ناقدری، تذلیل، نام نہاد شوہر کے اپنے لیل و نہار تھے یہاں تک بھی چلتا رہا، مگر جب نشے میں دھت، نام نہاد شوہر نے منہ سے تین حروف نکال دیے تو رباب نے بوریا بستر لپیٹ کر باپ کے گھر کی راہ لینی ہی تھی۔

باپ نے رباب کے منہ مانگے دام وصول کیے تھے، جو سر چڑھ کے بولتے، انہوں نے ہمیشہ کی طرح رباب کو الٹے قدموں لوٹایا تھا، جو کسی نے دیکھی نہ سنی، وہ کیسی طلاق، وہ عورت کے کان سے سنتے، اور اسی کی آنکھ سے دیکھتے تھے، پھر ماں کے سوا کون تھا، وہ جسے پکارتی، رباب

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ان کی ایک پل نہ بنتی تھی۔

عمر دراز، خود ایک بچے کا باپ، امی سے کم عمر تھا، لاکھوں میں ایک صورت کے صدقے، ہزار وعدوں سمیت، پانچ بچوں کے سر پر ہاتھ تو رکھ دیا تھا، مگر اس کا ہر وعدہ اس اولاد کے لئے ہوتا، جو امی کی گود میں تھی، یا پھر سابقہ بیوی کی وہ اولاد جسے دادا، دادی پال رہے تھے، شادی کے وقت عمر دراز کا اپنا دودھ کا، کاروبار تھا، امی سے شادی کی پاداش میں سب کچھ چھن گیا، وہ چھوٹی موٹی مزدوریاں کر کے جو ملتا ادھر ادھر اڑا دیتا، ہر روز والدین کی قدم بوسی کو جاتا، وہاں اس کے جو کان بھرے جاتے، یہ کھینچ تان اسی کا شاخسانہ تھی، شاید اسی لئے امی کہتیں، سکھ تقدیر میں درج نہ ہو تو کہیں نہیں ملتا، مگر یہ بات اسے بہت بعد میں جا کر سمجھ آئی، مکان کرائے کا تھا، روٹیوں کے لالے پڑے تو امی نے دو بیٹوں کو پڑھائی سے اٹھا کر کمپنی میں لگا دیا، شاید یہ لے دے بھی نہ چلتی، اگر امی عمر سے امید چھوڑ دیتیں، مگر نا، وہ دونوں بیٹوں کی کمائی سنبھال کر گھر کے اخراجات کے لئے عمر کو تھماتیں، عمر کے پاس ان کے لئے بس دلاسے تھے اور یہی اس نفسا نفسی کا سبب تھا۔

رباب نے عدت کے دن بمشکل گزارے تھے، سنا تھا کہ اس کا شوہر طلاق سے مکر گیا ہے ہر جگہ اس کی بو سونگھتا پھرتا، مفت کی نوکرانی جو ہاتھ سے نکل گئی تھی، رباب کو عدالت سے پکے کاغذات بنوانے تھے، اس کے لئے پیسہ درکار تھا، امی کی عمر پر بے اعتباری، بے جا نہ تھی، اسے خود کی زندگی کے لئے اک چھاؤں درکار تھی، جو اتنی سہل ہوتی تو رونا کاہے کا تھا، مگر یہ بات بھی رباب کو، بہت بعد میں جا کر سمجھ آئی۔

☆☆☆

اک اور دریا کا سامنا تھا مجھے !!

میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

وہ بہت خوبصورت شخص تھا، اتنا خوبصورت کہ پل بھر کو رباب اسے دیکھتی ہی رہ گئی، کسی این جی او کے طفیل تعلیم بالغان کے لئے ایک بلڈنگ کا نچلا حصہ مختص تھا، سویرا کی عمر گیارہ سال تھی اور اسی اسکول میں پرائمری کلاسز بھگتا رہی تھی، ماں نے رباب کے سر ایسے ہی چھوٹے موٹے کام لگا دیئے تھے کہ دن رات پلنگ توڑنا، یا ٹی وی ریڈیو کے کان اینٹھتے رہنے کے سوا اسے کام ہی کیا تھا، امی اسے گھر کے کاموں کے لئے گھسیٹتیں، اس کو خاک نہ پروا تھی، کہ اس سے چھوٹی ارم کس مرض کی دوا تھی، ارم گھر بھر میں پھرکی بنی ناچتی پھرتی، اس کی بلا سے، انڈین چینلز پر پابندی تھی، وہ نئے پرانی سی ڈیز کھنگالتی پھرتی۔

اب بھی اسے تین گھنٹہ کی مووی بھگتا کر، واپسی کے وقت سویرا کو لیتے گھر پہنچنا تھا، سو اس کا رابطہ نمبر لینا بھی ایک مجبوری ٹھہرا، اس کا نام راحیل تھا، اس اسکول کا ہیڈ ایڈمنسٹریٹر اور شخصیت اتنی بھرپور کہ نگاہ ٹھہر کر پلٹنا بھول جائے، بلند قامت، مردانہ وجاہت کا شکاہکار، رباب کو اسے سر اونچا کر کے دیکھنا پڑا، پل بھر کو اسے لگا، اس کے اندر کوئی نیا جذبہ سر اٹھانے لگا ہے۔

ٹیچر عائشہ آج غیر حاضر تھیں اور وہ تو بس اس سحر انگیز خود کو بھلا دینے والی شخصیت سے رابطہ نمبر لینے اور دینے کی خطا کار رہی۔

اور پھر یہ ہوا کہ گھر سے اسکول تک کے چند فرلانگ طے کرتے، لانے لے جانے کے سلسلے میں ٹیکسٹ کرتے، پڑھتے، اک روز، راحیل کا فارورڈ فرینڈ شپ ایس ایم ایس آیا تو وہ دنگ رہ گئی، رباب نے وہی ایس ایم ایس اسے ریٹرن بھیج کر پوچھا تھا۔

''یہ ٹیکسٹ آپ نے مجھے کیا ہے؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

''زہے نصیب، آپ ہیں ہی اتنی انٹریکٹو کہ دل کوئی رشتہ بنانے کو کہتا ہے، اب آپ کو پتا ہوگا کہ دوستی کیا ہوتی ہے؟'' اس کے لہجے انداز میں اک عجیب سا تاثر تھا، وہ سوچ میں پڑ گئی، اس کا مزاج دوستانہ ہی تھا، مگر کسی آدمی کے لئے، یہ احساس اچھوتا اور انہونا سا تھا، جواباً اس کا انداز، کھرا اور شفاف سا تھا۔

''نہیں، مجھے نہیں پتا، کیونکہ کسی آدمی سے دوستی میں نے کبھی کی نہیں۔''

''تو اب کرلیں۔'' وہ ہنسا تھا۔

پھر یہ اس کی بھرپور چھا جانے والی شخصیت کا ہی کمال تھا کہ ہر روز، نہ چاہتے ہوئے بھی، اس کے قدم خود بہ خود اس جانب اٹھنے لگے اور جانے کس کی دعا رنگ لائی تھی کہ جسے تو چاہے وہ خود چل کر تیرے پاس آئے، یہ اسی ہفتہ کی بات تھی کہ نوٹس بورڈ پہ ٹیچر کی اسامی لگی، ٹیچر عائشہ کی جگہ خالی تھی، رباب کو افسوس ہوا، عائشہ سے اس کی اچھی گپ شپ بن گئی تھی، نازک سی معصوم، مخلص لڑکی تھی، ابا نے کچھ کہا نہ کیا، اسے بارہ کلاس تو پڑھا ہی دی تھیں، جو اب کام آنے والی تھیں، اب خالی خولی بارہ کلاسوں پر تین چار ہزار سے بڑھ کر کیا نوکری نصیب ہوتی تھی، سو غنیمت تھی۔

اس میں کچھ شک نہ تھا کہ کچھ ہی دنوں میں وہ کسی ان کہے جذبے کی اسیر ہونے لگی تھی، راحیل کا سراپا اتنا بھرپور، شخصیت اتنی جاذب نظر تھی کہ..... کہ دل ہمہ وقت اسے دیکھنے کو بضد رہتا، امی کا خیال تھا کہ گھر میں رہ کر بھی اسے کرنا ہی کیا ہے، کبھی کوئی ڈھنگ کا کام کیا ہے، جو اب کرے گی، انٹر بھی مارے باندھے بھگتایا تھا اور یہ کہ فضول کام ہزار کروالو، اور جب کرنے کو کچھ نہ تھا تو یونہی سہی، آئے روز دیدار کو تڑپتے ہمکتے دل کی بے تابیوں پر کچھ چھینٹے ہی پڑ جاتے، اپنی گزشتہ زندگی پر تو خاک ڈال ہی چکی تھی۔

مانو اک باب بند ہو، دوسرا کھل گیا۔

☆☆☆

ٹیچر عائشہ سے رباب کا ٹکراؤ جوائننگ کے کچھ دن بعد ہوا، وہ مقررہ تاریخ پر اپنا حساب کتاب لینے آئی تھی، راحیل کے آفس سے نکلی تو اس کا انداز بھرا ہوا، شدت ضبط سے چہرہ سرخ تھا، رباب نے دیکھا، اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی، اس کے پاس ٹھہر کر ٹھٹکی، کچھ کہنے کو لب وا کیے، جانے کب راحیل رباب کے عقب میں آ کھڑا ہوا تھا، اس کے مضبوط ہاتھ کا لمس رباب کے کندھے پر انگارہ بن کر دہک اٹھا، وہ تڑپ کر مڑی تھی، اس لمس میں حدت، دباؤ میں سختی تھی، عائشہ بنا کچھ کہے نظریں چرا کر نکلتی چلی گئی تھی۔

''ٹیچر عائشہ کو Terminate کیا گیا ہے۔'' راحیل نے بریک میں بتایا تو اسے حیرت ہی ہونی تھی، عائشہ مخلص، با اخلاق اور محنتی لڑکی تھی، یہ وہ وقت تھا جب دل بار بار، راحیل کو دیکھنے کو ہمکتا، گھر آ کر بھی موبائل پر میسج بیپ گنگناتی، تو دل اپنی رفتار بھولنے لگتا، وہ ہر کام چھوڑ چھاڑ کے لپکتی۔

امی موبائل چھیننے کی دھمکی دیتیں، وہاں پروا کس کافر کو تھی۔

راحیل کے نزدیک دوستی کا مفہوم جو بھی ہو، رباب کے لئے Shairing تھا، سو اک نازک حساس دل رکھنے والی خوابوں کی اسیر لڑکی اپنا ہر دکھ سکھ اس سے کہنے لگی، وہ کم بولتا، زیادہ مسکراتا، اور اکثر اڑا جاتا، مگر اپنے من کا بھید خاک نہ دیتا، وہ ایک بچے کا باپ اور اک شوہر تھا، بیوی سے اس کی نہ بنتی، وہ اک الگ بات تھی۔

رباب نے سنا تو بے ساختہ کہا۔

NAGHMA AZEEM
www.pakistanipoint.com

''بہت لکی ہے وہ لڑکی، آپ جس کا نصیب ہو۔''

''تبھی دو ماہ سے میکے بیٹھی ہے۔'' وہ ہنس دیا۔

''تم منا کے لئے آؤ اسے۔''

مگر راحیل کی اونچی ناک کہتی کہ جھکنا نہیں ہے، چاہے دل پر سے ٹرین گزرتی رہے۔

''سنو وہ تمہیں یاد تو آتی ہو گی؟'' اسے اچانک خیال آیا۔

''بس رات کو یاد آتی ہے۔'' راحیل کا انداز ایسا تھا کہ وہ خجل سی ہو کر رہ گئی، پھر بات بڑھانے کو ہلکا پھلکا لہجہ اپنایا۔

''یاد بھی تب ہی آتی ہے جب محبت ہوتی ہے۔'' اس پل وہ چپ رہ گیا، پھر اک روز پوچھا۔

''سنو تمہارے نزدیک محبت کا مفہوم کیا ہے؟''

''جب تمہارا دل شدت سے کسی کو یاد کرے اس کو کھو دینے کا خیال تمہیں تکلیف دے اور ہاں تمہیں اس کا انتظار ہو، تب بھی، مان لو کہ تمہیں اس سے محبت ہے۔'' وہ لب بھینچ کر رہ گیا، تو اس نے مزید کہا۔

''جب کسی کی کمی فیل کرو، تو کہہ دو، اس میں کچھ نہیں جاتا، اسے منا لو، جھک جاؤ، تو اسے یقین ہو جائے گا، تمہاری محبت کا، یہ یقین رشتہ مضبوط کرتا ہے۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں جھکنے والا نہیں ہوں، وہ اپنی مرضی سے گئی ہے، اسے خود ہی آنا ہو گا۔''

پھر اک روز اس نے رباب سے کہا۔

''تم میں اٹریکشن ہے۔'' رباب کے لئے یہ جملہ نیا تھا، اسی روز اس نے آئینہ بغور دیکھا تھا اور تصدیق پا کر دل اس قدر و قیمت پر نازاں ہوا، مگر اٹھلائی۔

''ارے کہاں، میں تو عام سی ہوں۔'' وہ ہنس دیا۔

''ایسے نہیں بولو یار، تم پیاری بھی ہو اور اچھی بھی، آئی لائیک یو، مگر.....''

''مگر کیا؟'' اس کا اڑان بھرتا دل ٹھٹکا۔

''مگر فیلنگز کے معاملے میں سب لڑکیاں یکساں ہوتی ہیں۔'' یہاں اسے اتفاق تھا، وہ بھی تو اک خوابوں میں سفر کرنے والی، محبت کی اسیر لڑکی تھی، جو منٹوں سیکنڈوں میں اپنا آپ ہار بیٹھی تھی اور بھلا معمولی بات ہے، کسی خوابیدہ احساس کو جھنجھوڑ کے جگا دینا، راحیل کی شخصیت ہی اتنی سحر انگیز تھی۔

''مجھے حیرت ہوتی ہے، تم نے کیسے اب تک کا وقت گزارا ہے، بنا کسی رشتے کے پھر آپ میں کوئی فیلنگز ہی نہیں ہیں آئی تھنک۔''

''فیلنگز نہ ہوں، تو محبت بھی نہ ہو اور محبت کے لئے بھی سب کا Point of view مختلف ہوتا ہے۔'' جانے کیسے وہ کہہ گئی، راحیل نے شدو مد سے انکار کیا۔

''میں نہیں سمجھتا کہ کسی عورت کا مرد سے تعلق ہو اور ان کے درمیان صرف محبت ہو، آدمی بیوی سے نہیں کہ اک عورت سے محبت کرتا ہے، بلکہ اس کی چاہ رکھتا ہے۔''

وہ چاہ کر بھی اختلاف نہ کر سکی، اتنا تو جان ہی گئی تھی کہ، ہرا چھا چہرہ راحیل کی کمزوری تھا اور وہ عادی تھا، ہر اک در پہ جھکاتا تھا جبیں، رباب کو یہ بات تب پتا چلی، جب پانی سر سے گزر چکا تھا، اب اگر کوئی کہتا کہ پھر تو گاڑی غلط رخ پہ جا رہی ہے، تو بات سیدھی سی تھی، کہ محبت تو ہوتی ہی اندھی ہے اور وہ تو بس اک ان کہے جذبے کی خطا کار تھی۔

MAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ہر رات سونے سے پہلے کچھ دیر کی چیٹ نہ چلتی تو اسے، سب کچھ بے معنی، فضول لگنے لگتا، اس کا مزاج موسموں کی طرح بدلتا۔

اس رات راحیل کا پیغام پھر نئے نمبر سے آیا تو اس نے سر پیٹ لیا۔

''اف خدایا، تمہارے پاس کتنے نمبرز ہیں؟''

''جتنی فرینڈز ہیں۔'' جواب برجستہ اور بے ساختہ تھا۔

''میرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ ہے، اچھی لڑکیوں سے فرینڈ شپ کرنا تو میری ہابی ہے۔''

اور اسے بھی اس محبت کا اندھا پن نہیں تو اور کیا کہا جائے کہ اس نے کہا۔

''تمہاری ہزار فرینڈز ہوں مگر ایک کا بھی مجھے مت بتانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''کیوں اچھا نہیں لگتا۔'' وہ چپ رہ گئی۔

کیسے کہتی کہ محبت کرنے والا دل اتنی وسعت وتاب کہاں رکھتا ہے۔

''ہزار تو نہیں، کئی فرینڈز ہیں مگر گرل فرینڈ ایک بھی نہیں۔'' اور احساس زیاں کے خدشے سے ڈولتا کانپتا دل اتنا بھی نہ پوچھ سکا کہ فرینڈز اور گرل فرینڈ میں وہ کیا فرق سمجھتا ہے، مگر اک بائیس سالہ خوابوں میں سفر کرنے والی محبت کی اسیر لڑکی اتنی گہرائی میں جا کے کہاں سوچتی ہے، مگر وہ سب سمجھتا تھا۔

''کسی دن اسکول میں چھٹی کے بعد رکو، سب بتا دوں گا۔''

''اگرچہ چھٹی کے بعد رکنے کے سو بہانے تھے، وہ خوابوں کی اسیر سہی، مگر نادان نہ تھی، پھر سوال Repu کا بھی تو تھا، سو اڑا گئی، مگر وہ جانچ گیا۔''

''آپ کا ٹرسٹ نہیں ہے، ورنہ آنکھیں بند کر کے مان جاتیں۔''

''آنکھیں بند کر کے مان گئی تو کسی اور سے ٹکرا جاؤں گی، تمہیں اچھا لگے گا کیا؟''

بات آئی گئی ہو گئی، مگر اس کے دل کو، ہر نئے دن احساس رقابت چھیدتا، اس کا دل ڈوبتا، ابھرتا، مگر اک تسلی آسمان پر بٹھا دیتی۔

You are best of all-----

آفس میں اس کے کئی فون آتے، وہ سوشل میڈیا پر ان تھا، وہ سب کچھ دیکھتے سمجھتے آنکھیں بند کیے رہتی، مگر دل کو پنکھے لگے رہتے، اس کے پرائے پن کے سبب۔

اس دن ہیڈ آفس ٹیم نے اچانک دھاوا بول دیا تھا، راحیل نے سنیئرز کے لئے اپنی سیٹ چھوڑ دی تھی، اسٹوڈنٹس کی جانچ کے لئے ٹیچرز کلاس میں آئیں تو اسے بھی فرصت نصیب ہوئی، راحیل موبائل تھام کر لاؤنج میں آ بیٹھا تھا، رباب کو شوخی سوجھی، کھٹ میسج جڑا۔

''تمہاری ہیڈ کو بتا دوں کہ کئی لڑکیوں سے تمہاری فرینڈ شپ ہے۔'' جواباً اس کا کھلکھلاتا ہوا ریپلائی۔

''کوئی نئی بات نہیں ہے۔''

''یہ بھی بتا دوں کہ اپنی بیگم سے تمہاری ناراضگی چل رہی ہے۔''

''میرے پرسنل معاملات سے ان کا کیا لینا دینا؟''

''ان کو برا لگے گا، جیسے مجھے لگتا ہے، تم میرے فرینڈ ہو تو تمہیں صرف مجھ سے بات کرنی چاہیے، میری تعریف اور میرا انتظار کرنا چاہیے۔''

''یہ کس کتاب میں درج ہے؟''

''جانے بھی دو، مجھے پتا ہے، تم نے بھلا میری کہاں ماننی ہے۔''

''اب ایسا بھی نہیں ہے، تم کہو تو دل بھی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

حاضر ہے، جان بھی، بار بار تمہارا چہرہ میری نظر کے سامنے آیا ہے۔''

''اچھا، لگتا تو نہیں کہ تمہیں میری اتنی یاد ہے۔'' چبھتا ہوا طنز کیا۔

''پھر تو تمہیں یقین دلانا پڑے گا، اسکول میں سب ہوتے ہیں، کسی دن اکیلے میں کہیں باہر چلتے ہیں۔'' اس نے پانسہ پھینکا تھا۔

وہ سرتاپا پسینے میں نہا گئی، محبت اپنی جگہ مگر وہ اتنی دلیر کہاں تھی، پھر اس کا یہ اصرار، روز بروز ضد پکڑتا گیا، وہ اڑا جاتی، مگر راحیل کا وہی اک انداز کہ اس جیسی تو جانے کتنی آگے پیچھے پھرتی ہیں، اسے کب انکار تھا، اس نے آئیں بائیں شائیں کی اور لیجئے جناب وہ اینٹھ گئے۔

''دوستی کا اک اصول Ofey بھی ہوتا ہے، دوست کے پاس دوست کے لئے انکار کا لفظ نہیں ہوتا۔''

اور وہی ہوا، اس کا موڈ آف ہوا نہیں، کہ رباب کی جان پر بن آئی، اسے منانے کو آگے پیچھے پھرتی رہی، مگر نا، یہی لئے آزمانا تو سننا نا کس کو کہتے ہیں۔

وہ پل بھر کو بھی رخ پھیر کر چلے اسے کہاں منظور تھا، آخر کار اسے ٹیکسٹ کرنا ہی پڑا۔

''بڑے مزاج ہیں تمہارے، لڑکیوں کی طرح نخرے کرتے ہو؟''

''مجھ سے بات نہ کرو، موڈ ٹھیک نہیں ہے میرا۔''

''خدا کے واسطے موڈ آف نہیں کیا کرو، مجھے تکلیف ہوتی ہے۔'' اور یہ بھی تھا، وہ بات نہ کرے، رخ پھیر کے چلے، رباب کے لئے اس کو دیکھنے میں زندگی تھی، اس کا چہرہ گم ہو جاتا، تو رباب کے اندر ہچل ہونے لگتی اور یہ وہ بھی جانتا تھا۔

''میری وجہ سے آپ اتنی ریلیکس ہوتی ہو اور اکیلے ملنے سے ڈرتی ہو؟ واہ کیا بات ہے، محبت سے کس کافر کی مجال تھی کہ مکرتا، مگر بھروسا وقت تو مانگتا ہے نا، لیکن اگر کوئی درگزر کرے بھی تو کہاں تک کرے۔''

وہ ہمیشہ ہار جاتی تھی، اس بار بھی ہار گئی اور اتنا بھی اس نے اسی کی خاطر کیا تھا، ورنہ وہ کہاں کسی پر اتنا اعتبار کرنے والی، وعدہ کرنا ہی پڑا۔

''Thanks, i was expecting you like this'' اور رباب کا وہی اک جواب۔

''نو تھینکس، پلیز اینڈ سوری، ان گڈ ریلیشنز۔''

''ویلکم جان من۔'' اس نے اس کا ٹیکسٹ اسی کو لوٹا کر پوچھا۔

''یہ تم نے مجھے کہا؟ میں تمہاری فرینڈ ہوں Lover نہیں۔''

''Lover بننے میں کتنی دیر لگتی ہے۔''

''واہ محبت کے لئے جگہ چاہیے، اور وہ تمہارے پاس ہے نہیں۔''

''کوئی میرے دل سے پوچھے۔'' وہ منجھا ہوا کھلاڑی تھا۔

''واہ یہ رومانٹک ڈائیلاگ تمہاری زلیخا کو بتا دوں گی۔''

''میں آپ کی بات کرا دوں گا اس سے، آپ جو مرضی آئے بولو۔''

''واہ کیا کہنے، شاباش تھی اس دلیری کو، اس نے تو اب تک شادی شدہ مردوں کو بیویوں سے ڈرتے ہی پایا تھا۔''

''اس کا مطلب ہے، میں اگر تم سے روٹھ جاؤں تو مجھے بھی نہیں مناؤ گے؟''

''جائز روٹھ جاؤ گی تو ضرور مناؤں گا۔''

NAGAR AZEEM www.pakistanipoint.com

”جن کی ناراضگی برداشت نہیں ہوتی، وہ ناجائز بھی روٹھ جائے تو منا لیتے ہیں۔“

”تمہارا جو جی چاہے کہو، مگر میں جھکنے والا نہیں ہوں۔“

”محبت ہے تو جھک جانا چاہیے، کسی سے محبت ہے تو اسے اس محبت کا یقین بھی دو، اس سے رشتہ پکا ہوتا ہے۔“

”میرے لئے یہ مشکل ہے، کسی عورت کے سامنے جھکنے کا میں قائل نہیں ہوں۔“

”ہاں مجھے پتا ہے، مشکل ہے، مگر کسی سے محبت ہے تو کہہ دیتے ہیں، جھک جانے میں کچھ نہیں جاتا، زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟ کچھ نہیں ہو گا، بلیومی۔“

”اچھا، تو تمہارے خیال میں مجھے اس کو کیسے منانا چاہیے؟“

”سو سمپل، اس سے کانٹیکٹ کرکے کہہ دو، کہ مجھ سے محبت ہے تو واپس آجاؤ، اتنا بھی بہت ہے، مجھے یقیناً ہے وہ آجائے گی اور اس پر تو آ ہی جانا چاہیے، نہ اس میں تمہارا کچھ جائے گا۔“

مگر وہ اپنے نام کا ایک کہاں مانتا تھا۔

”میں نہیں سمجھتا، کہ کسی عورت کا آدمی سے رشتہ ہو اور ان کے درمیان صرف محبت ہو، آدمی بیوی سے زیادہ اس عورت پر مرتا ہے، مگر تم اس کو نہیں سمجھو گی۔“

”تم نہیں جانتے عورت کی نیچر، عورت خود عورت کی دشمن ہوتی ہے، بیٹی کو بسانے، یا اجاڑنے میں اس کی ماں کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے، بیٹی کی سب سے بڑی حمایتی اس کی ماں ہی ہوتی ہے، اس حمایت میں وہ تمہارے خلاف اس کے اتنے کان بھر دے گی کہ وہ اگر لوٹ بھی آئی تو بات پہلے جیسی نہ رہے گی، یہ وقت بہت کٹھن ہوتا ہے، اس وقت کو زیادہ آگے نہ جانے دو، بہ حیثیت اک دوست تمہیں مشورہ دینا میرا کام ہے۔“ اس نے اپنا اب تک کا تجربہ بیان کیا تھا، مگر اسے خاک نہ پروا تھی، اک کان سے سنتا، دوسرے سے اڑاتا رہا۔

☆☆☆

رباب کے Masseges میں محبت جھلکنے لگی تھی۔

”Give love to every one, but dont expect the same froru others, because its a feding not a dealing“۔

آخر کار راحیل نے اک روز پوچھ ہی لیا۔

”آپ کو مجھ سے کتنی محبت ہے، یہ بتاؤ۔“

اور اس کا کھلکھلاتا جواب۔

”تمہارا جو دل چاہے سمجھ لو۔“

مگر وہ کہاں ٹلنے والا تھا۔

”میں نے آپ سے سمپل سوال کیا ہے، اس کا جواب دو۔“

اور رباب کو لگا یہ وقت ہاتھ سے نکلا تو دوبارہ آنے والا نہیں۔

”میں کہیں بھی رہوں میرا دل تمہارے پاس رہتا ہے، تم کو کھونے کے خیال سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، تم کو نہ دیکھوں تو خود کو ادھورا محسوس کرتی ہوں۔“

وہ نہ نہ کرکے سب اگل گئی۔

”سنو تم میرے بارے میں اتنا مت سوچو، میں آزاد منش آدمی ہوں، تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تو تمہیں دکھ ہوگا۔“ وہ اڑا گئی۔

”میں نے کبھی تم سے کہا کہ میری محبت کو Exept کرو؟ نہیں کہا نا، تو تم بھی یہ نہ کہو کہ میرے بارے میں نہ سوچو، محبت تو میں نے کی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ہے، تم تو اب مقصود ہو۔''

''میں محبت پر بلیو نہیں کرتا، اک انسان دوسرے انسان سے محبت نہیں کر سکتا، میں تو بس اتنا جانتا ہوں دنیا میں ہر کسی کو دوسرے کی ضرورت ہے، اسے نام کچھ بھی دے دیا جائے۔''

''شاید یہیں آ کر انسان مات کھاتا ہے، مقابل کتنا ہی اپنا عزیز از جان کیوں نہ ہو، اسے دل کھول کر نہیں دکھایا جا سکتا۔''

''اگر سب ایسا سوچنے لگیں تو ہر رشتہ اپنی اہمیت کھو دے، رشتوں کے لئے تو انسان اپنا آپ ختم کر دیتا ہے، اپنی زندگی وار دیتا ہے۔''

''عورت، مرد کا رشتہ، بس اک کاغذ پر درج ہوتا ہے، مرد کے لئے عورت کی اہمیت بھی بس اک کاغذ جیسی ہوتی ہے۔''

وہ دنگ رہ گئی، یہ اس کے مزاج کا ہرجائی پن نہیں تھا اور کیا تھا، مگر وہ اسے نہیں سمجھا سکتی تھی، اتنا تو جان ہی گئی تھی۔

☆☆☆

اسکول این جی او کے طفیل چلتا تھا، ہر عمر کے بچے تھے، جن کے لئے ایک پنسل تک وقت تھی، کلاسز کم چند مخصوص سبجیکٹ تھے، ٹیچر صرف ایک وہی تھی، کام کا انبار، وہ بمشکل سنبھال پاتی، پھر کی بنی اس کلاس سے اس کلاس چکراتی پھرتی، اس دن بھی اسے اسٹور روم سے کچھ چیزیں نکلوانی تھیں، لسٹ تھام کر اسٹور روم میں داخل ہوئی، تو وہاں گہری تاریکی تھی، بلب فیوز تھا، اس نے موبائل ٹارچ آن کی، نظریں اس نیم تاریکی کی عادی ہوئیں، تو راحیل کا ہیولہ واضح تھا، اس نے ایک قدم پیچھے کیا، تو راحیل نے دو قدم بڑھ کر اسے کندھوں سے تھام لیا، اگلے پل وہ اسٹور روم سے ملحق کمرے میں تھی۔

''ارے یہ کیا؟'' پورا بیڈ روم کا منظر تھا، کمرے میں اسلیٹ کی ٹھنڈک، دیوار پر ایل ای ڈی، اسکول آف کے بعد راحیل کا رہن بسیرا یہیں تھا، یہ اسے آج پتا چل سکا۔

''جنہیں گھر کا سکھ ہی نہ نصیب نہ ہو، وہ گھر جا کے کیا کرے، سنا ہے گھروں کو محبت آباد کرتی ہے۔''

''کیا کہوں، جب تم رشتوں ہی سے منکر ہو۔''

''مگر اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔''

''تمہیں تو مجھ سے محبت ہے نا۔'' اس کی نظریں عجیب سا تاثر پیش کرنے لگیں، رباب کے اندر اک دھکڑ پکڑ مچ گئی، اس کے تیور خطرناک تھے۔

''تو یہ کیسی محبت ہے تمہاری، کہ جس میں تم Willing ہی نہیں۔'' رباب دنگ رہ گئی، اس کی سانسیں بے ربط تھیں، انداز ناقابل بیان۔

''Willing کا مطلب سمجھتی ہو نا، خواہش، چاہت، آروز کرنا۔'' راحیل نے بازو دراز کر کے دیوار پر رکھ دیا، مانو اس کے فرار کی راہ مسدود کر دی، اس کی سانسوں کی حدت رباب کو اپنے چہرے پر محسوس ہونے لگی تھی، اسے چاروں طرف خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئیں اس بار اس نے ہاتھ رباب کی جانب بڑھایا وہ سمٹ کر پیچھے ہٹ گئی، محبت کا یہ مطلب کہاں سے نکلتا تھا کہ انسان حد بندیاں فراموش کر دے، مگر جذبوں کے لئے ہر کسی کا نظریہ مختلف ہوتا ہے، اس نے چاروں طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا تھا اور اسی پل چھٹی کی بیل بروقت بجی تھی، وہ ٹھنکا اور رباب جھکائی دے کر غڑاپ سے نکلتی چلی گئی۔

راحیل کا موڈ بگڑ گیا، اور کئی روز بگڑا ہی رہا، اس بار وہ منانے کے موڈ میں بھی نہ تھی، اسٹاف

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

روم کے ماحول میں اک کھنچاؤ سا در آیا تھا اور خاموشی۔

پھر یہ انہی گھٹتے بڑھتے دنوں کا کمال رہا کہ کسی معمولی سی بات پر راحیل کی سنیئرز سے بگڑ گئی، اس نے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا، اسکول کے ماتھے پر اسامی خالی ہے کا بینر لگ گیا، نئے اپائنمنٹ پر راحیل کو سدھار جانا تھا، کہ سارے اسکول کا بار اسی نے اٹھا رکھا تھا اور رباب کو لگتا اس کے اندر سے کہیں کوئی گوشہ سسک رہا ہے، دل اس سے ہٹ کر کچھ سوچنے پر آمادہ ہی نہ تھا، اس کے لبوں پر اک جامد چپ تھی، اسکول میں وہ مارے باندھے صرف کام کی بات کرتا یا سنتا، موبائل پر بھی مکمل خاموشی، رباب کے اندر جمی برف رفتہ رفتہ پگھلنے لگی اور اس کی وہی ایک بے نیازی ولا پرواہی۔

اگر وہ پوچھ لیں ہم سے
تمہیں کس بات کا غم ہے
تو پھر کس بات کا غم ہو
اگر وہ پوچھ لیں ہم سے

راحیل کا بگڑا موڈ مکمل بائیکاٹ میں بدل گیا تھا، بات گھوم گھام کر وہیں آن رکتی کہ جذبوں کے لئے سب کا نظریہ مختلف ہوتا ہے، رباب کو اقرار کے رنگ مل جاتے، اگر وہ جھک جاتا، پلٹ آتا، مگر نا، اور کتنا عجیب لگتا ہے، انسان ون وے ٹریفک پر سفر کرے، مگر ساری ان ہونیاں شاید محبت کا ہی بخت ہوا کرتی ہیں۔

اگر ہم کہیں اور وہ مسکرا دیں
ہم ان کے لئے زندگانی لٹا دیں
سزا دیں، صلہ دیں، بنا دیں، مٹا دیں
مگر وہ کوئی فیصلہ تو سنا دیں!!!!

وہ ہمیشہ ہار جاتی تھی، سو اس بار بھی ہار گئی، کال کی تو اس نے ریسیو کر ہی لی اسے کہنا ہی پڑا۔

''ہر بار تمہیں منانے کو پہل میں ہی کرتی ہوں اور تم کو تو لگتا ہے کہ میری یاد آتی ہی نہیں؟''

وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا، مگر رباب نے بھی آج آر یا پار کی ٹھان رکھی تھی۔

''اصولاً تو تم کو مجھے منانا چاہیے تھا، چلو مٹی ڈالو، آفس میں تمہاری ٹھنی ہوئی ہے، تو اس میں میرا کہاں قصور نکلتا ہے، ہفتہ بھر ہو گیا، میں نے اگر کام کی بات کی، تو تم نے بھی تو دی پوائنٹ بھگتایا اس سے میں کیا سمجھوں؟ محبت کو تو تم خاطر میں ہی نہیں لاتے، دوستی سے تو انکاری نہیں ہونا، تو کیا یہی دوستی ہے؟ جس کا سارا بار صرف مجھے ہی اٹھانا ہوگا؟'' جواباً وہ چڑ کر دوٹوک لہجے میں بولا تھا۔

''جانے کیوں تم نے اس محبت کی رٹ پکڑی ہوئی ہے، جس سے مجھے رتی بھر انٹرسٹ نہیں، اور رہی فرینڈ شپ تو تم صرف فرینڈ ہو، گرل فرینڈ تو نہیں نا کہ تمہارے آگے پیچھے پھرتا رہوں؟''

''اچھا تو آج بتا ہی دو، فرینڈ اور گرل فرینڈ کا فرق۔''

''گرل فرینڈ وہ ہوتی ہے جس میں Limit cross کرنے کا کوئی ایشو نہیں ہوتا اور دوست صرف کام کی بات ہوتی ہے، اور مجھے ضرورت گرل فرینڈ کی ہی ہے۔'' کوئی ٹرین دھڑ دھڑ کرتی اس کے اوپر سے گزرتی چلی گئی تھی، اسے لگا وہ زمین میں دھنستی چلی جا رہی ہے، منٹوں میں ساری کہانی اس کی سمجھ میں آ گئی تھی، تو یہ تھی اس کھنچاؤ کی وجہ، دوستی کا جھانسہ دے کر گرل فرینڈ بنانے کے ارادے، تو کیا وہ اسے اتنا ہی ارزاں، گری پڑی سمجھتا تھا۔

اک اک کر کے ساری گرہیں سلجھتی چلی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

لئیں، رباب کی عروج کو پہنچی ہوئی فیلنگز اور اس کا رسے تڑانا، نظروں کا عجیب سا تاثر، بار بار گھیراؤ، چشم تصور میں ٹیچر عائشہ کا سراپا ابھرا تھا، اس کا شکستہ انداز، لبوں کی لرزش کے مفہوم، آج بن کہے آشکار ہو گئے تھے، کہانی بہت واضح تھی، بیوی کے نام پر اک عورت کو، کونے میں ڈال کر زمانے بھر کی لڑکیوں میں کچھ تلاشنا۔

اپنے تئیں وہ راحیل کا باب بند کر چکی تھی، کہیں نہ کہیں تو پناہ تلاشنی تھی، کہ اپنے گھر کے در و دیوار، خود اس کے لئے اجنبی بن گئے تھے، ٹھان لی تھی کہ اب سود و زیاں کا حساب کتاب رکھنا ہی نہیں ہے۔

☆☆☆

دلوں کے معاملے میں تو
خطائیں ہو ہی جاتی ہیں
مگر تم ان خطاؤں کو
بہانہ مت بنا لینا۔
محبت روٹھ جائے تو
اسے جلدی منا لینا

اسکول میں راحیل کا انداز وہی خاموش لئے دیئے سا رہتا، مگر گزرے وقت کی مانند ہر رات، اک ٹیکسٹ اس کا معمول بن گیا، رباب کے کیے گئے سارے الفاظ اس نے رباب کو ٹیکسٹ کرنے شروع کر دیے تھے۔

''اور جب تمہارا دل شدت سے کسی کو یاد کر کے اس کو کھو دینے سے تمہیں تکلیف ہو تو مان لو کہ تمہیں اس سے محبت ہے اور ہاں تمہیں کسی کا انتظار ہو تب بھی۔'' رباب کی جانب سے اک گمبھیر چپ تھی۔

''کسی سے محبت ہے تو اسے اس محبت کا یقین بھی دو، اس سے رشتہ مضبوط ہوتا، کسی سے محبت ہے تو کہہ دینے جھک جانے میں کچھ نہیں ہو گا۔'' رباب پڑھتی، ڈیلیٹ کر دیتی، راحیل انداز تیور میں انتشار شکستگی تھی۔

''تم جسے چاہو اسے آزاد چھوڑ دو، وہ اگر پلٹ آئے تو تمہارا، اور نہ لوٹے تو سمجھو کبھی تمہارا تھا ہی نہیں۔'' رباب کو لگا اس کے اندر دھیرے دھیرے کوئی سسکنے لگا ہے۔

دل میں اس کی یاد کا دیا اب بھی جلتا تھا، چہرہ بار بار نظر کے سامنے آن رکتا وہ لاکھ چاہنے پر بھی اس محبت سے دامن نہ چھڑا پائی تھی، مگر جب اس نے لکھا۔

''اگر مجھ سے محبت ہے تو پلٹ آؤ، میں آج بھی تمہارا منتظر ہوں۔''

اسے لگا کے قدم خود بہ خود اٹھتے چلے جا رہے ہیں، اسٹور روم کے ملحق کمرے میں، نیم تاریکی تھی، مگر آج اس کے اندر ٹھہراؤ تھا، جانے کیوں راحیل کے شکستہ انداز پر اک یقین سا اس

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''مبارک باد''

ہماری مصنفہ عائشہ رانا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت سے نوازتے ہوئے بیٹا عطا کیا ہے جس کا نام محمد برہان رکھا ہے، ادارہ حنا کی جانب سے عائشہ رانا کو مبارک باد۔

کے اندر اتر آیا تھا، ہاں اس نے رب سے اس کے لئے ہدایت بے حد و حساب طلب کی تھی اور اس کا دل قبولیت کا ٹھہراؤ اب پا رہا تھا۔

"تم آ گئیں۔" راحیل کی آواز اس کے عقب سے ابھری تھی، رباب سرعت سے مڑی تو اس کا ہولہ واضح تھا۔

"مجھے یقین تھا، تم ضرور آؤ گی، محبت و وفا کے ضمیر سے گندھی، تم جیسی لڑکیاں، رباب، ہم جیسے بد بخت ان سے منہ پھیر لیں تو مان لو کہ ہم تم جیسی شفاف لڑکیوں کے اہل ہی نہ تھے۔"

اس نے کچھ کہنے کو لب وا کیے تو وہ دو قدم آگے بڑھ آیا، اس کی نظروں میں اک اضطراب و وحشت، چہرے پر ان کہے دکھوں کی واضح تحریر تھی۔

"ہاں مجھے اعتراف ہے تم شبنم کے اولین قطرے کی مانند شفاف ہو، سو تمہیں مجھ سے انکار کرنا ہی تھا، مگر میں ٹوٹ گیا ہوں بکھر چکا ہوں، صرف تم ہی مجھے سمیٹ سکتی ہو، تم نے کہا تھا نا، کسی سے محبت ہے تو اس کے سامنے جھک جانا چاہیے، تو لو۔" پورے قد سے کھڑا وہ بلند قامت مضبوط آدمی جھکتا چلا گیا تھا، گھٹنے زمین پر ٹیک کر اس نے سر اٹھایا تو نظروں میں نمی دونوں ہاتھ جڑے تھے۔

"مجھے اعتراف ہے، میں نے ہر پل شدت سے تمہیں یاد کیا، تم کو کھو کر میں نے اپنا آپ کھو دیا تھا، جو لوگ کھرے بے لوث جذبوں کو ٹھکرا دیتے ہیں، پھر محبت و وفا ان کے لئے اک بددعا بن جاتی ہے، میری بیوی نے مجھ سے خلع لے لی، میں نے اسے نیچا دکھانے کے لئے اپنی ایک گرل فرینڈ سے شادی کر لی، مگر بھول گیا، جو لڑکی مجھ سے، تعلقات میں حد بندیاں فراموش کر گئی، وہ محبت و وفا کے معنی بھی کیا جانے؟ وہ لڑکی سوشل میڈیا پر ان تھی، مجھ سے بڑھ کر ہرجائی، دو قدم بھی میرے ساتھ نہ چل سکی، مگر مجھ پر دو طلاقوں کا ٹھپہ، ساری دنیا نے مجھ سے منہ پھیر لیا ہے، میں پلٹ آیا ہوں، مگر اپنا بھروسہ کھو چکا ہوں، ساری دنیا کے لئے میرا کردار اک کھلی کتاب ہے، میں خواہشات کا اسیر، نفس کا غلام تھا، مگر زندگی نے مجھے توڑ کے رکھ دیا ہے، مگر اب کون مانے گا، صرف تم، تم ہی مجھے سمیٹ سکتی ہو رباب۔"

رباب اس کے مقابل بیٹھ گئی تھی، اپنے ہاتھوں پر چہرہ رکھ کے وہ بھرپور مرد ہچکیوں سے رو رہا تھا، اس نے دھیرے سے اس کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھا، تو وہ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"سنو، یہ فرینڈ اور گرل فرینڈ کا فرق صرف تمہاری نیت و نظر کا فتور تھا، رشتہ کوئی بھی ہو، اس کی بنیاد نیک نیتی پر ہوتی ہے، رشتے کاغذ پر درج سہی، مگر محبت اس رشتے کو مضبوط کرتی ہے، تم محبت سے ہی منکر تھے، تو پھر یہ محبت کیوں نہ تمہارے لئے بددعا بن جاتی؟ رب نے تمہیں ہدایت دی، میری طرف لوٹایا، تو یہ میری محبت کی سچائی، کھرا پن اور اس کی مضبوطی ہی تھی اور جب رب نواز رہا ہو تو دامن تنگ کر لینا ناشکری ہے۔"

اس نے راحیل کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

اگلے پل وہ ہاتھوں میں ہاتھ دیئے، اک نئی زندگی کی جانب قدم بڑھا رہے تھے۔

☆☆☆

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کھلے خوشیوں کے گلاب

فصیحہ آصف

''دکھ کو کاغذ پہ اتارا جا سکتا ہے؟ ناپا جا سکتا ہے کیا؟ درد کی پیمائش کا کوئی پیمانہ ہے کیا؟'' الفاظ ذہن کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر درد کے گھنگھرو بجاتے ہوئے رقصاں تھے۔

انہیں الفاظ کے گورکھ دھندے میں الجھی زمل کسی سرے کو ڈھونڈنے میں ناکام رہی، پہلا دکھ، پہلا غم، پہلی تکلیف، پہلا گھاؤ..... بیتے دنوں کے درد اسے کچھ کچھ یاد تھے۔

مٹے مٹے سے نقوش ابھر رہے تھے، بچپن کی چند یادیں، یادوں سے کھنکتے سکے اور زمل فاطمہ ان کی کھنک کو محسوس کرتے ہوئے کہیں دور جا نکلی۔

☆☆☆

بڑا سا گھر، جس میں دو خاندان آباد تھے، آمنے سامنے دو پورشن الگ الگ مگر راستہ اور صحن ایک ہی تھا، چاروں جانب پھول، پودے، گھاس لگا کر دل کش لان کی شکل دے دی گئی، زمل کے کہے یہ جگہ پورے گھر سے زیادہ کشش رکھتی تھی، خاص طور پر سبزے کا وہ قطعہ جہاں گلاب، موتیا اور چنبیلی کی بہار تھی جب سارے وہاں جمع ہوتے تو گویا بہار جوبن پر ہوتی۔

ابا تایا اور ان کے بچے، زاہم اور راحم جبکہ وہ خود ایک بھائی جنید کی اکلوتی بہن تھی، گھر میں سکون تھا، ان سب کو یکجا کرنے والی دادی فاطمہ تھی جو سب کے لئے واجب الاحترام تھیں، زمل فاطمہ دادی کی لاڈلی تھی، کیونکہ وہ دادی سے مشابہہ تھی، مشابہت اس طرح کی بہت کم رو، پستے رنگ و نقوش اور سانولا رنگ بظاہر کوئی خوبصورتی نہ تھی، وہ ایک معمولی شکل وصورت کی زمل فاطمہ تھی۔

''حسن ہی سب کچھ ہوتا ہے'' اسے بہت بعد میں یہ پتہ چلا، یہ احساس دل کو چیرتا ہوا گزر گیا، مگر اپنے واضح نشان چھوڑ گیا، دادی نے اس کی اور زاہم کی بات بچپن میں طے کر دی تھی، کہ اس طرح رشتے اور مضبوط ہوتے ہیں اور خاندان جڑے رہتے ہیں، ناہید تائی، حسن وخوبصورتی میں کمبائن تھی، زاہم ایک خوبرو اور وجیہہ نوجوان تھا، حسن پرستی اس کی رگ رگ میں سمائی تھی، ایسے میں زمل فاطمہ کا وجود اس کے لئے نہ ہونے کے برابر تھا۔

ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے روزانہ ایک دوجے کا سامنا ہوگا مگر..... بچپن سے لے کر اب تک زاہم کی طرف سے ایسی بات دکھائی، سنائی نہ دی جسے دل میں رکھ کر وہ خوش کن خوابوں کے سفر میں کھو جاتی۔

زاہم کے چہرے پہ ہمیشہ اک غرور، طنطنہ اور رعب سا دکھائی دیا، زمل بس اس بات میں خوش تھی کہ وہ اس کا شریک حیات بنے گا، دل ہی دل میں اسے چاہتی، پوجتی رہتی، دسویں کلاس میں تھی کہ دادی اللہ کو پیاری ہو گئیں، زمل جوان کے بے حد قریب تھی، بڑی مشکل سے خود کو سنبھال پائی۔

زمل قبول صورت تھی، مگر زاہم وجاہت کا نمونہ تھا، بنا بتایا ماں پر گیا تھا، اس طرح زمل نے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

رنگ باپ کا اور نقوش دادی کے چرائے تھے، اسے کم روٹی ورثے میں ملی تھی، زمل کو کبھی اس کا چنداں احساس نہ ہوا تھا، پر اب..... انہی دنوں زاہم سے بڑے راحم بھائی کو اپنی کلاس فیلو عالیہ بھا گئی۔

گھر میں شادی کی تیاریاں زور پکڑنے لگیں، پہلی شادی تھی، زمل کی والدہ اسے مارکیٹ لے آئیں، بہت اچھی خریداری کرائی، زمل بہت خوش تھی، اب وہ تھرڈ ائیر میں تھی، زاہم ایم بی اے کے آخری سال میں تھا اور دن بدن اس کی

خوب صورتی میں اضافہ ہو رہا تھا، یا زمل کا حسن نظر تھا، زمل اسے دیکھ دیکھ کر جیتی تھی، سرفراز اور زبیدہ خوش تھے کہ زاہم ان کا ہونے والا داماد بنے گا، بظاہر کوئی رکاوٹ اور پریشانی نہ تھی۔

☆☆☆

زمل شادی پر بھرپور لطف اٹھا رہی تھی، مہندی والے دن ہلکے میک اپ اور لائٹ گولڈن سوٹ میں وہ اچھی لگ رہی تھی، مگر وہ کہتے ہیں ناں کہ ''حسن تو دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتا ہے۔''

اور اس کا معمولی حسن، کبھی زاہم کی آنکھوں میں جگہ نہ بنا سکا، نہ اس نے زمل کو کبھی اس نظر سے دیکھا، ہر گزرتے دن کے ساتھ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ زمل سے صدیوں کی دوری پر جا رہا ہے۔

نہ مشکل نہ صورت، آئینے کے سامنے کھڑا مختلف زاویوں سے خود کو دیکھتا تو اس کے منہ سے ہر بار زمل کے لئے یہی الفاظ ادا ہوتے، وہ سر تھام لیتا۔

''بس پڑھاکو ہے اور کیا۔'' جس طرح وہ تیار ہوتی، زاہم کو اس پر اور زیادہ غصہ اور پھر ترس آنے لگتا، وہ کہیں سے بھی زاہم کو متاثر نہ کر پائی تھی۔

☆☆☆

عالیہ کی بارات والے دن وہ گلابی کامدار سوٹ میں وہ خود کو سنوار کر آئی تو زبیدہ نے اس کی بلائیں لے ڈالیں، بس انہی کی نظروں میں وہ قلوپطرہ اور مونالیزا تھی، راحم بھی دولہا بن کر بے حد اچھا لگ رہا تھا، مگر جو دلکشی زاہم کے پاس تھی اس کا کوئی ثانی نہ تھا، ادھر دلہن بنی عالیہ پر نگاہ نہ ٹکتی تھی، یہیں پر دلہن کے ساتھ بیٹھی اس کی سہیلی، شوخ و چنچل حسن کی پری، عنایہ پر زاہم کی عنایت بھری نظریں جا ٹھہریں، زاہم کی محویت کو بطور خاص محسوس کیا تو دل میں بنا آواز کے چھن سے بہت کچھ ٹوٹ گیا۔

محبت، مان، چاہت، اعتماد، ریزہ ریزہ وجود کے ساتھ وہ خود کو مورد الزام ٹھہرا گئی۔

عنایہ بہت امیر خاندان کی ماڈرن اور دلکش لڑکی تھی کوئی بھی پہلی نگاہ میں اس کی چاہ کر سکتا تھا۔

ولیمے والے دن عنایہ کا روپ قابل دید تھا تو زاہم کیوں نہ دیدئی پیاس بجھاتا۔

ایسے میں زمل فاطم کہیں بھی نہ تھی، نہ دائیں نہ بائیں نہ آس پاس، نہ سامنے، نہ پیچھے بلکہ بہت دور تھی، ہاں دل کے باہر ضرور تھی، مگر زاہم ہم کو کسی کی پرواہ نہ تھی، پروا تھی تو بس اپنے دل کی، کچلتے دل کی۔

دادی کے ساتھ تو ان کے فیصلے بھی دفن ہو گئے تھے، زاہم نے فیصلہ کر لیا تھا، دو ماہ مزید گزرے بڑھاکو زمل کے چہرے پر نظر کے چشمے نے اس کی گم روئی میں خاطر خواہ اضافہ کر ڈالا۔

زبیدہ اور سرفراز ابھی تک خوش گمانیوں میں گھرے ہوئے تھے۔

زمل بچپن سے ہی قلم تھامے صفحات کالے کرتی رہی تھی اور لفظ کاغذ پر بکھرتے رہے، اس کے قلم میں جادو تھا، جو لکھتی شاہکار ٹھہرتا۔

زاہم کو اس کی یہ خوبی ایک ناٹک سے زیادہ نہ لگتی تھی، صرف زبیدہ ہی اس کی حوصلہ افزائی کرتی تھیں، باقیوں کو فرصت کہاں تھی؟ اسی دوران ایم اے کے امتحان قریب آ گئے، رات دن کتابوں میں بسر ہونے لگے، کہ ایک رات، ہارٹ اٹیک کے سبب تایا چل بسے۔

صدمہ بڑا تھا، دل چیر دینے والا، آخر کار وقت مرہم بنا اور رفتہ رفتہ صبر آنے لگا، راحم اور

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

زاہم داغ یتیمی دل پہ لئے زندگی کی گاڑی آگے کھینچنے لگے۔

☆☆☆

''آپ بات کریں ناں بھابھی زبیدہ سے۔''

کئی ماہ کی خاموشی کے بعد آخر کار زبیدہ، سرفراز سے کہ اٹھیں دل پر پڑے بوجھ سے گھبرا کر شوہر کو کہہ اٹھیں۔

''ہاں کرتا ہوں بات۔'' وہ بھی تشویش سے بولے۔

''زمل اب پڑھائی سے فارغ ہوگئی ہے، زاہم کو نوکری بھی مل گئی ہے، پھر کاہے کی دیر؟'' زبیدہ حقیقت میں ہول کر بولیں۔

''کہا ناں کرتا ہوں صبح بات۔'' وہ کہہ کر خاموشی سے کروٹ بدل گئے، مگر وہ صبح پھر کبھی نہ آئی، رات کے کسی پہر سرفراز نے خاموشی سے ابدی نیند کی چادر اوڑھ لی، زبیدہ اور زمل پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی، زمل کی آنکھیں خشک ہوگئی تھیں، یکے بعد دیگرے دو بھائی چلے گئے، حساس دل پہ وار لگا تھا، ماں کو سنبھالنا تھا، بھائی کو کسی قابل بنانا تھا، تائی نے اس موقع پر سر سری سا، سر پہ ہاتھ رکھا، جانے محبتیں کہاں جا سوئی تھیں۔

باپ کے بعد گویا چھت ہی اڑ گئی تھی سر سے، خاموشی سے تینوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے، دل و دماغ پریشانیوں کی آماجگاہ بن چکے تھے۔

سرفراز کی سرکاری نوکری تھی، واجبات ملے، مہنگائی کا دور، دورہ تھا، ایک ایک پیسہ دانتوں سے پکڑ کر خرچ کرنا تھا، جنید کی تعلیم مکمل کروانی تھی، شکر تھا کہ گھر اپنا تھا، اس دکھ کے موقع پر زاہم اسے تسلی کے دو بول بھی نہ کہہ سکا، زمل نے خود کو آنے والے وقت کے لئے تیار کرنا شروع کر دیا۔

☆☆☆

''بھابھی اب شادی کی تاریخ رکھ دیں۔''

عدت ختم ہوتے ہی زبیدہ ناہید کے سامنے جا کر آہستگی سے بولیں۔

''آں..... ہاں..... کرتے ہیں کچھ۔'' ان کے لاپرواہ انداز پر زبیدہ ٹھٹکیں، دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی، مزید دکھ سہنے کی سکت پیدا کرتی وہ اٹھ گئیں، ناہید کے انداز و اطوار بدلے بدلے تھے، وہ دل پہ بوجھ لئے کمرے میں چلی آئیں، ان کے چہرے پر رقم درد کی تحریر زمل سے چھپی نہ رہ سکی۔

راز کھلنے کے لئے کسی چابی کی ضرورت نہیں ہوتی، اس رات زبیدہ کے سر میں شدید درد تھا، زمل درد کی گولی لینے باورچی خانے کی طرف آ رہی تھی، جب ناہید کے کمرے سے زور زور سے بولنے کی آوازیں سماعتوں سے ٹکرائیں، قدم رک سے گئے، رکتے کیسے ناں، اپنے نام پر گویا پاؤں میں زنجیر پڑ گئی۔

''میں نہیں کر سکتا زمل سے شادی، پلیز مجھے مجبور نہ کریں، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں، مجھے بس عنایہ سے شادی کرنی ہے، آپ اس کے گھر جا کر میرے لئے بات کریں، بس اب اس بارے میں کوئی بات نہ کروں گا، میں کماتا ہوں، خود مختار ہوں، اپنی زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہوں۔'' زاہم کا حتمی دو ٹوک لہجہ و انداز آخری فیصلہ، جس نے زمل کے خدشات پر مہر ثبت کر دی تھی، یقین کی۔

دل پہ ہاتھ رکھے وہ کچن میں پلٹ آئی، کیبنٹ سے گولی نکالی، اور ماں کو کھلا دی، مگر جو درد اس کے دل میں تھا، اس کی کوئی گولی دوا نہ تھی مداوا نہ تھا، جس کرب سے وہ پس پردہ نا آشنا تھی اب پوری شدت سے وہ دھاڑ رہا تھا، اس کا مذاق اڑا رہا تھا، زبیدہ کو جیسے شاک سے لگا،

HAQAS AZEEM
www.pakistanipoint.com

زاہم کے انکار سے۔
"بھابھی یہ رشتہ تو اماں نے طے کیا تھا، پھر۔" زبیدہ پھٹی پھٹی آنکھوں یہ اندر ماتم کرتی گلوگیر ہو کر بولیں۔
"ہاں، مگر زاہم نہیں مانتا، ان بچپن کے رشتوں کو، پھر اماں اب مکین زمین ہیں، تو بچوں کو کیا سمجھایا جائے، کتنا جبر کیا جائے ان پر۔" ان کے انکار میں خود پسندی شامل تھی، زبیدہ لوٹ آئیں، ناامید و نامرادسی۔
پھر دیکھتے ہی دیکھتے گھر کے حصے ہو گئے، دیواریں اٹھ گئیں، آنے جانے کے راستے الگ ہو گئے، زاہم کے لئے اوپر شاندار پورشن بنوایا گیا، زبیدہ کی گھٹی گھٹی چیخیں، اور زمل کی سسکیاں شب پھر یہی عالم رہتا، جنید ابھی چھوٹا تھا کیا کیا کرتا، اسے پڑھائی مکمل کرنا تھی، سرفراز کی پینشن آ رہی تھی، بظاہر آمدنی کا کوئی مسئلہ نہ تھا، مسئلہ تھا تو زمل کی شادی کا، یہی غم زبیدہ کو رات، دن کھائے جا رہا تھا۔
زبیدہ خود کو سنبھال نہ پا رہی تھیں، بلڈ پریشر ہائی رہنے لگا تھا، زمل ان کو بہت قائل کرتی، کہ زاہم اس کا نصیب ہی نہ تھا، مگر زبیدہ کو کہاں قرار آتا، یکے بعد دیگرے سانحات و صدمات نے انہیں اندر تک توڑ دیا تھا، دل میں، رشتوں میں دوریاں در آئی تھیں، یہ سوہان روح تھا زاہم کی شادی کے دن قریب آ گئے، دل تھا کہ جانے پر آمادہ ہی نہ تھا، مگر انہیں جانا تھا۔
کسی کے چہرے پر کوئی ندامت، شرمندگی نہ تھی، خود زاہم کسی فاتح حکمران کی طرح نظر آیا، جو زمل کے دل کے سومنات کو ڈھا کہ ممنوعہ علاقہ سیل جانے پر بے انتہا خوش تھا، زمل ٹوٹ، پھوٹ کا شکار ہوئی۔
شکر تھا کہ اس نے اپنے جذبے زاہم پر عیاں نہ کئے تھے، ورنہ مذاق ہی بن جاتا اپنے ہاتھوں، بھاری بوجھ جو دل پہ دھرتا، دھرا ہی رہ گیا۔

☆☆☆

دن رات کا مخصوص چکر جاری تھا، راحم اور عالیہ آسٹریلیا جا بسے، زبیدہ نے تن دہی سے زمل کے لئے رشتوں کی تلاش شروع کر دی، مگر بات بن کے نہ دے رہی تھی، زمل کو ایک پرائیویٹ کالج میں بطور لیکچرار نوکری مل گئی زندگی میں ٹھہراؤ آ گیا تھا، جنید انجینئر بننے لاہور چلا گیا، گھر میں خاموشیوں کا راج تھا، زاہم اپنی نئی زندگی میں لطف اندوز ہو رہا تھا، ناہید نے آنا، جانا تقریباً ختم کر دیا تھا۔
کسی بھی مسئلے کا حل نکلنا مشکل نہیں، اگر دلوں میں احساس پیدا ہو جائے، جو یہاں فی زمانہ مفقود تھا، بے حسی کی عجب ہوا چل پڑی تھی۔
زمل جلد ہی کالج کی قبول لیکچرار بن گئی، کو ایجوکیشن ادارہ تھا، وہ سنبھل سنبھل کر قدم رکھ رہی تھی، اسے اپنی کم صورتی، بلکہ قدرے بدصورتی کا احساس تھا، اس کے باوجود اس کا اخلاق پڑھانے کا انداز دل موہ لینے والا تھا، جو سب کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا، کالج میگزین کی ادارت اس کے پاس تھی اس کی تحاریر اور شاعری پر دل کھول کر داد، دی جاتی، زمل مطمئن ہو جاتی، چلو کہیں تو مقدر میں روشنی کی کرن دکھائی دی، انہی دنوں کالج میں نئے سینئر لیکچرار کی تقرری ہوئی، جودت اشعر، خود بھی اچھے شعر کہتے اور اچھے شعر پر بھرپور داد دیتے، زمل کے ساتھ ان کی کئی نشستیں ہوئیں، جانے کیوں انہیں زمل میں ایک خاص کشش محسوس ہونے لگی، وہ چونتیس پینتیس برس کے کنوارے تھے، قبول صورت اور قابل۔
زمل کے ساتھ ان کی خوب بننے لگی، ادب

پر سیر حاصل گفتگو ہوتی، زل ان کی قابلیت اور شخصیت سے متاثر تھی، اس دن عجیب بات ہوئی۔

جب جودت اشعر نے زل کو پروپوز کیا، وہ آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھتی رہ گئی، جو ناممکنات میں سے تھا۔

"اس کے خیال میں حیران کیوں ہیں؟ لڑکیاں تو ایسے موقع پر شرماتی ہیں۔" ان کی شرارتی آواز پر وہ جیسے خود سے ہوش میں آئی، اور گھبرا کر بولی۔

"یہ...... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" وہ گڑبڑاسی گئی۔

"وہی جو آپ نے سنا، آپ کی قابلیت اور حسن سلوک سے متاثر ہوا ہوں اور اپنے گھر والوں کو آپ کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں، اپنے والد کی وفات کے بعد اپنی دو چھوٹی بہنوں کی شادی کی، ایک بھائی ہے جو پڑھ رہا ہے، ذمہ داریاں پوری کرنا تھیں، امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہ کریں گی۔" ٹھہرے ہوئے محترم انداز میں جودت اشعر نے اپنا مدعا بیان کیا۔

مایوسی کے جس ڈوبتے ابھرتے سمندر میں زل غوطے کھا رہی تھی، اب خوشی و انبساط کی سیریں اسے ساحل منزل تک لے آئی تھیں، اس نے سر جھکا کر گویا اپنے اقرار کا اظہار کر دیا تھا۔

"شکریہ زل میں جلد آپ کے گھر اپنی والدہ کے ساتھ آؤں گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو زل نے خدشات بھرے لہجے میں اسے کہا۔

"سنیے۔" اس کی سانولی رنگت میں سرخی جھلکنے لگی تھی۔

"جی۔" جودت نے اسی محبت، احترام اور عنایتوں بھرے انداز میں کہا۔

"مجھے اپنی کم روئی، اور بدصورتی کا احساس ہے، آپ اچھی طرح غور کر لیجئے۔" یہ کہتے ہوئے زل کی آواز تھرا گئی، اور اندرونی کشمکش کی بدولت دو آنسو اس کے گالوں پہ اتر آئے۔

جودت حیران رہ گیا، اتنی صاف گوئی، اتنی دلگرفتہ، اتنی مایوس، اس کے دل پہ چوٹ لگی، وہ ظاہری نہیں، باطنی حسن کا دیوانہ تھا اور اسے زل فاطمہ میں وہ سب کچھ نظر آ گیا تھا۔

"میں آپ کے اس نظریے سے متفق نہیں ہوں، اختلاف کرتا ہوں، مجھے جو چاہیے تھا وہ آپ سے مل گیا ہے زل، آپ واہموں اور خدشات سے دور ہو کر سوچیں، کہ اللہ کے نزدیک گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں سوائے تقویٰ کے، میں بحیثیت مسلمان اس بات پر عمل کرتا ہوں، کہ حسن فانی ہے، مٹی مٹی ہو جانے والا ہے ہر خوبصورت انسان بھی آخر کار مٹی کا رزق بنتا ہے، فنا ہو جاتا ہے، اس کا اچھا عمل اور اخلاق زندہ رہتا ہے، میں آپ کی ان بڑی بڑی آنکھوں میں آج کے بعد مایوسی کے آنسو نہ دیکھوں، اپنی ویسے میں اب مزید لیکچر کے موڈ میں نہیں ہوں اور ہاں شادی کے بعد آپ نوکری کرنا چاہیں یا نہ چاہیں یہ آپ کی مرضی ہے۔" وہ اسے میٹھی میٹھی نگاہوں سے دیکھتا بولا۔

اس کا ایک ایک لفظ امرت کی طرح زل کے اندر اتر کر اس کے چہرے کو حسین بنا رہا تھا اور زل فاطمہ کو آج آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ جودت اشعر کی آنکھوں میں اپنا چہرہ اور دلربا مستقبل اس نے دیکھ لیا تھا اور یہ احساس اسے اطمینان کی بلندیوں پر لئے جا رہا تھا، کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اکیلا نہیں چھوڑتا، ہر دم اس کے ساتھ ہے اور انسان کے اطمینان قلب کے لئے بات کسی خزانے سے کم نہیں۔

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

وہ محبت کے سارے موسم

رمشا احمد

وہ ناشتہ کر رہا تھا جب امرحہ کی کال آئی، برہ نے سلائس پر جام لگا کر پلیٹ میں رکھا اور دوسرے سلائس پر جام لگانے لگی کہ ازہاد نے ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کیا اور چائے کا کپ اٹھالیا۔

''تم پریشان نہ ہو، میں ابھی پہنچ رہا ہوں دس منٹ تک۔'' اب وہ انگلی سے میز پر لکیریں کھینچ رہا تھا اور اس کی پیشانی پر شکنوں کا جال بچھ گیا تھا۔

''میں کہہ رہا ہوں نہ امرحہ میں ہوں نا، پھر رونے کی کیا بات ہے، میں سب دیکھ لوں گا، اب رونا بند کرو پلیز۔'' اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی کال ڈراپ کر کے سیل میز پہ رکھا اور کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا اور ایک ہی سانس میں چائے حلق سے اتار کر خالی کپ میز پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ ایک دم سے الجھا ہوا اور پریشان سا دکھائی دیا، اس کے دل میں امرحہ کے خلاف حسد کی لہر اٹھی اور ان ابھرتی ہوئی لہروں کو اس نے دبانے کی کوشش بھی نہیں کی، وہ اس کا شوہر تھا مگر پوری طرح امرحہ کی گرفت میں، وہ اس کے پاس ہوتے ہوئے بھی اس کے لئے پریشان ہوتا اور اسی کے خیالوں میں ڈوبا رہتا تھا۔

''آپ کس وقت آئیں گے ازہاد؟''

''کچھ کہہ نہیں سکتا، کیوں خیریت؟'' وہ سیل فون اٹھاتا ہوا بولا۔

''وہ ڈاکٹر کاشف کے پاس آج کا ٹائم ہے چیک اپ کا۔''

''اوہ...... ایسا کرنا تم چلی جانا، میں نہ آ پاؤں شاید۔'' اس نے برہ کو دیکھے بغیر۔

''لیکن آپ کا جانا ضروری ہے یاد ہے ڈاکٹر کاشف نے کہا تھا کہ نیکسٹ ٹائم آپ ضرور ساتھ آئیے گا، ڈلیوری کی ڈیٹ بھی دیں گے اور کچھ ٹیسٹ بھی کروانے ہیں انہوں نے۔''

''ہاں لیکن مجبوری ہے۔'' اس نے الجھے الجھے لہجے میں کہا۔

''تو ٹھیک ہے میں بھی نہیں جاؤں گی جب آپ کو فرصت ہوگی تو چلی جاؤں گی۔'' اس نے غصے سے کہا اور چیزیں سمیٹنے لگی۔

''میں کوشش کروں گا، برہ مگر کنفرم کچھ نہیں کہہ سکتا، ضد مت کرو تم چلی جانا، ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے، واپسی پر تفصیل سے بات ہوگی۔'' وہ کی چین اٹھا کر مڑا تو وہ ایکدم چیخ پڑی۔

''اس کے لئے وقت ہے آپ کے پاس ڈھنگ سے ناشتہ بھی نہیں کیا اور اس کی ایک کال پر جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، اس کی فکر ہے مگر میرا خیال نہیں، جیوؤں یا مروں، وہ بہت عزیز ہوگئی ہے آپ کو، میں تو راستے میں پتھر ہوں آپ کے، یا پھر آپ دونوں کے بیچ میں رکاوٹ؟''

''ایک کمزور اور حالات کی ستائی ہوئی لڑکی سے ڈرتی ہو؟'' وہ اس کی طرف جھکا اور ترش لہجے میں بولا۔

''ہاں۔'' اس نے کھلے دل سے اعتراف

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کیا۔

''اس خوف نے ہی تو تمہیں برباد کردیا ہے برہ۔'' اس نے کہا اور غصے میں دروازے کی طرف بڑھ گیا، لیکن دہلیز عبور کرنے سے پہلے گردن موڑ کر عقب میں کھڑی برہ کو دیکھ کر بولا۔

''یہ ہمارے لئے بہتر ہوگا تم اس کو اپنے دل سے ہمیشہ کے لئے نکال دو۔'' اور پھر وہ دہلیز عبور کر گیا، اس نے ازہاد کے قدموں کے نیچے پتوں کے چرمرانے کی آواز سنی تھی، یہ ڈر یہ خوف لباس کی طرح اس کے وجود کے گرد لپٹ گیا تھا،

اس کا دل و دماغ اس کی گرفت میں تھا، اندیشے اسے اضطراب میں مبتلا رکھتے، اس کا محبوب شوہر اپنی سابقہ منگیتر اور محبوبہ کے لئے بے چین و بے قرار رہتا تھا، وہ وہیں دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

گہری خاموشی در و دیوار سے لپٹی تھی اور چاروں طرف ایک ہو کا عالم تھا۔

وہ عجیب کیفیت سے گزر رہی تھی، ایک طرف اس کا محبوب شوہر تھا، دوسری طرف اس کے شوہر کی ماموں زاد سابقہ منگیتر اور جو بقول برہ کے اس کی محبوبہ تھی، جس نے اس کی زندگی میں تلخی گھول دی تھی، اس کے حالات نے ازہاد کو مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ لیا تھا، اسے لگتا وہ اس کے سامنے تو برہ سے ہمدردی جتاتا ہے، لیکن اس کی غیر موجودگی میں اس سے عشق بگھارتا ہے، وہ اپنے دل میں برہ کے لئے حسد محسوس کرنے لگی تھی، وہ ہر حال میں ازہاد کو اس سے دور رکھنا چاہتی تھی، لیکن ابھی تک وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو پائی تھی۔

☆☆☆

امرحہ جو اس کی اکلوتی ماموں زاد تھی، دو سال قبل اس کے والد ایک حادثے میں چل بسے ہے اور والدہ شوہر کی وفات کے بعد وہ بیمار رہنے لگی تھیں وہ امرحہ کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی تھی مگر اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔

دونوں کی منگنی ہو چکی تھی، لیکن بدقسمتی سے دونوں کی شادی نہ ہو سکی، ازہاد سے بڑی دو بہنیں بیٹھی تھیں جن کے ابھی تک کہیں رشتے طے نہیں ہو پائے تھے، ازہاد کی والدہ کی خواہش تھی کہ تینوں بچوں کی شادیاں ایک ساتھ ہی ہوں، وہ بیٹیوں کی وداعی سے پہلے بہو کو لانے کے حق میں نہیں تھیں۔

اس سلسلے میں ان کا نظریہ بہت سخت تھا اور وہ کسی رشتے کو خاطر میں نہ لاتی تھیں اور اپنی بیٹیوں کے لئے ہر رشتے کو نظر انداز کر سکتی تھیں، امرحہ کی والدہ نے جب نند سے شادی کی بات کی تو انہوں نے دوٹوک جواب دے دیا، وہ انتظار کر سکتی ہیں تو کر لیں ورنہ امرحہ کی شادی جہاں چاہیں کر دیں، ازہاد نے بھی ماں سے بات کی مگر وہ نہ مانیں تو وہ خاموش ہو گیا اور یوں امرحہ کی شادی کسی اور جگہ طے پا گئی، قسمت کی ستم ظریفی یہ ہوئی کہ امرحہ کی شادی کے دو ماہ بعد ہی ازہاد کی دونوں بہنوں کے رشتے بھی طے پا گئے اور پھر بہن بھائی تینوں کی شادی بھی ہو گئی، آسمان پر ان کا جوڑا ہی نہ لکھا تھا کہ ان کا ملاپ ہوتا۔

امرحہ کا شوہر رنگین مزاج، عیاش اور شکی طبیعت کا مالک تھا، وہ اس پر شک کرتا کہ اس کا رشتہ ماموں زاد ازہاد سے کیوں ختم ہوا، وہ اس کے کردار کو نشانہ بناتا اور طرح طرح کے الزام لگاتا وہ صفائی دے دے کر تھک چکی تھی، مگر جاوید اس کی کسی بات پر یقین نہ کرتا، امرحہ تنگ آ گئی تھی ہر روز ایک ہی کہانی لے کر بیٹھ جاتا، بالآخر ایک دن وہ تنگ آ کر بول ہی پڑی۔

''ازہاد سے شادی نہ ہونا اتنی بڑی بات نہیں، جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں، ازہاد کا اور میرا جوڑا ہی نہیں لکھا تھا، میری بدنصیبی کہ میرا مقدر تم جیسے شخص کے ساتھ لکھا تھا، جہاں سے چاہو، جس سے چاہو معلوم کر لو میرا کردار کورے کاغذ کی طرح صاف اور پاکیزہ ہے، اپنے ذہن و دل سے ان فضول سوچوں کو نکال دو، اگر پھر بھی تم اپنی بات پر قائم رہو تو مجھے آزاد کر دو، اب یہ اذیت مزید برداشت نہیں ہوتی مجھ سے۔'' وہ تو چاہتا یہی تھا اور اسے موقع مل گیا، اس نے امرحہ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کو طلاق دے دی۔

ماں بیٹی کی یہ بربادی نہ دیکھ سکیں اور اس صدمے نے ان کی جان لے لی، وہ بھری دنیا میں تنہا رہ گئی، ایسے میں زاہد اس کی مدد کو آگے بڑھا اس کو سہارا دیا، اس کے سربراہ کی حیثیت سے باقی معاملات سنبھالے، ان حالات میں وہ گھر اور برہ کو نظر انداز کر گیا، وہ زیادہ سے زیادہ وقت امرحہ کے ساتھ گزارتا، اس کی دلجوئی کرتا وہ جو دنیا کی رونقوں سے منہ موڑ چکی تھی، واپس ان شور ہنگاموں کی طرف لانے کی کوشش کرتا، اس کی کوشش تھی کہیں کوئی مناسب رشتہ مل جائے تو اس کا گھر پھر سے بس جائے، لیکن امرحہ اس کے لئے راضی نہیں تھی اور ان سب مسئلوں سے برہ کی زندگی ڈسٹرب ہو گئی تھی۔

☆☆☆

AZEEM
pakistanipoint.com

سارا دن اس کی سوچوں میں گزر گیا، دوپہر کو اس نے کھانا بنایا نہ ہی کچھ کھایا، جیسے بھوک پیاس ختم ہو گئی ہو، اور عصر کی اذان کی آواز سن کر وہ اٹھ گئی، وضو کر کے نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑی ہو گئی، اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس کا دل بھر آیا اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، کتنی دیر وہ یونہی ہاتھ اٹھائے آنسو بہاتی رہی، جب وہ اٹھی تو خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی، اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا تو چھ بجنے والے تھے اور سات بجے اس کی اپاؤنٹمنٹ تھی، اس کے لبوں سے ایک گہری سانس نکلی، وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر صوفے پر لیٹ گئی، کچھ دیر بعد ہی اسے دروازے کھلنے کی آواز سنائی دی، اس نے ہاتھ آنکھوں سے ہٹا کر دیکھا تو سامنے ازہاد کھڑا تھا۔

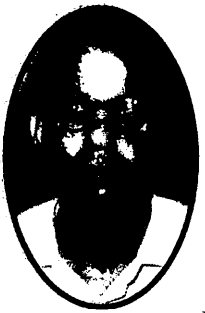

''برہ کیا بات ہے اس وقت ایسے کیوں لیٹی ہو، تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' اس نے برہ کے

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

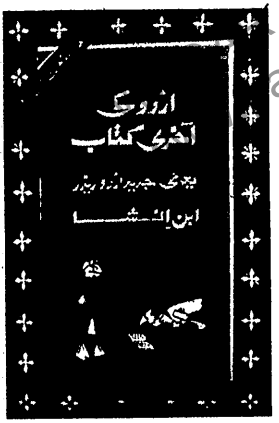

اردو کی آخری کتاب

طنز و مزاح

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون: 042-37310797, 042-37321690

پاس آکر پوچھا۔

"جی۔" مختصر جواب دے کر وہ اٹھ بیٹھی، آپ اس وقت...... آپ نے تو نہ......"

"نہ آنے کا کہا تھا نا لیکن آگیا، جلدی سے چائے دو، اتنے میں فریش ہو کر آیا پھر ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" اس نے برہ کے گال کو انگلی سے چھوتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی چائے لے کر آئی۔" وہ اٹھی اور کچن کی طرف بڑھ گئی، وہ چائے کے ساتھ شامی کباب بھی فرائی کر لائی۔

"تھینکس برہ، اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" اس نے شامی کباب اٹھا کر کھاتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں جا رہی۔" اس نے بڑے آرام سے کہا۔

"کیوں...... کیوں نہیں جا رہی ہو، یہ کیا بات ہوئی، میں تمہاری وجہ سے آیا ہوں۔"

"اسی لئے کہہ رہی ہوں جو کام ادھورے چھوڑ کر آئے ہیں وہ کر لیں ورنہ مرحہ کی کال آجائے گی پھر بھاگیں گے آپ۔" اس نے گہری سانس لی اور......

"تم نے مجھے غلط سمجھا برہ، غلط سوچ میرے بارے میں یہ سچ ہے عورت کی ذہنیت بہت چھوٹی ہے، وہ کتنا بھی پڑھ لکھ جائے ترقی کر لے چاہے آسمان کی وسعتوں میں کیوں نہ سفر کرے، لیکن اندر سے وہ ہی عورت رہے گی، مرد کی ذرا سی توجہ اِدھر اُدھر ہوئی نہیں، وہ خود سے ہی کئی کہانیاں ترتیب دے لیتی ہے، منفی سوچیں اسے الجھائے رکھتی ہیں اور وہ چھوٹی سی بات کو بھی شک کی نظر سے دیکھتی ہے، لیکن یہ ایسا نہیں ہوتا اور نہ ہی ہر مرد ایسا ہوتا ہے، جیسا کہ تم جانتی ہو میں نرم طبیعت کا مالک ہوں، دوسروں کے دکھ اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں اور امرحہ تو پھر میری ماموں زاد ہے، ماضی میں میرا اور اس کا کیا تعلق یا رشتہ رہا ہے اس سے قطعی نظر اس بھری دنیا میں، میں اس کا واحد سہارا ہوں اور اس کا بحیثیت سر پرست میں آگے بڑھا اور اس کے معاملات نبٹائے اور اس بات سے تم بھی اچھی طرح واقف ہو کہ شادی کے بعد میرا امرحہ سے کوئی رابطہ نہیں تھا، ان حالات میں وہ کیا کرتی، میرے سوا اس کا کون تھا ذرا سوچو؟ لیکن تم نے اس کے خلاف محاذ کھول لیا اور ایک داستان گھڑ لی، اس سارے واقع سے پہلے تم نے کب اور کس جگہ مجھے خود سے الگ پایا، کہاں مجھ سے کوتاہی ہوئی، کب میں نے تمہیں نظر انداز کیا؟" وہ بولتے بولتے رک گیا، جیسے اپنے اندر کی کوئی آواز سن رہا ہو، کچھ لمحوں کے توقف کے بعد وہ گویا ہوا۔

"تم نے میرے خلوص، میری ہمدردی، میری نیکی کو شک کی نظر سے دیکھا ہمارے رابطے اور تعلق کو غلط رنگ دیا اور اس بات کو تم نظر انداز کر گئیں کہ میرا پور پور تمہاری محبت میں ڈوبا ہوا ہے میرے سینے پر سر رکھ کر میری دھڑکنوں کی آواز سنو، پھر خود فیصلہ کرنا یہ آواز کیسی ہے اور اس کی آواز کی دھن کیا کہہ رہی ہے۔"

"آپ آرام کریں یا کوئی کام ہو تو نمٹا لیں ڈاکٹر کے پاس پھر چلے جائیں گے۔"

اس نے امرحہ کے چہرے کو بغور دیکھا یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ برہ کی نیلگوں آنکھیں جو ہمیشہ خوبصورت سی مسکراہٹ کے ساتھ ہنستی رہتی تھیں اب یہ ندامت کے ساتھ کچھ حیاء کی سرخی سے لبریز تھیں، بھیگی پلکوں کے ساتھ اس کے لبوں پر نادم سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی، اس کے لہجے، اس کے الفاظ میں سچائی کا گہرا اثر چھلک رہا تھا کہ برہ کے دل سے امرحہ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کے خلاف ساری کوفت پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ گئی اور اس کا دل ایکدم ہلکا پھلکا ہو کر ازہاد کے سامنے جھکتا چلا گیا۔

''ازہاد خفا مت ہو پلیز۔'' اس نے بھیگے لہجے میں کہا۔

''اپنے دل میں اگر میرے لئے ذرا سی بھی جگہ پاؤ تو مجھے معاف کر دو۔'' اس نے نرم اور محبت سے بھرپور آواز میں کہا، اس کا رواں رواں اس کے الفاظ کی سچائی کی گواہی دے رہا تھا۔

''میں نہیں جانتی تھی اپنی ذرا سی بے وقوفی اور نادانی سے آپ کے دل سے اتر جاؤں گی۔'' اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔

''ارے پگلی میری محبت کے رنگ اتنے کچے تھوڑی ہیں کہ تمہاری ذرا سی بے وقوفی سے اتر جائیں گے یہ کافی ہے تمہیں احساس ہو گیا اور تم نے اپنی غلطی تسلیم کر لی، ورنہ تو تمہاری جیسی عورتیں اپنی بے وقوفی کی وجہ سے اپنا ہنستا بستا گھر اجاڑ لیتی ہیں، اسی لئے تو کہتے ہیں عورت کی عقل گدی میں ہوتی ہے۔'' اس نے ہنس کر برہ کے گال پر بہتے آنسو پونچھے۔

''بس اب رونا نہیں، تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا جس چیز پر تم نادم ہو یہ ہی کافی ہے۔''

''میں۔'' اس کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا اٹک گیا اور باقی کے الفاظ اندر ہی کہیں گھٹ کر رہ گئے۔

''ازہاد آئی ایم سوری۔'' وہ ایکدم سے اس کے سینے سے لگ گئی۔

''اوں، ہوں کہا نا رونا نہیں، اپنے دل سے سب بوجھ اتار دو، جلد ہی امرحہ کی شادی کر دوں گا، بس اس کی طرف سے اپنا دل صاف رکھو اور آئندہ اپنے ذہن میں ایسا کچھ مت آنے دینا؟'' اس نے برہ کا چہرہ اپنے ہاتھ سے اٹھاتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''وعدہ، غلطی ایک بار ہی ہوتی ہے بار بار نہیں، اور آئندہ آپ بھی یہ بات مت دہرانا۔''

''نہیں کبھی نہیں۔'' ازہاد نے بھی وعدہ کیا۔

''ازہاد امرحہ کو گھر لے آؤ، میں اسے بہنوں کی طرح اس گھر سے رخصت کروں گی۔''

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔'' ازہاد نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

''ہم ڈاکٹر کی طرف سے فارغ ہو کر سیدھے امرحہ کو لینے چلے جائیں گے کیا خیال ہے؟''

''کہا نا برہ جیسے تم چاہو، میں تو حکم کا غلام ہوں میرا کام صرف تمہارے حکم کی تعمیل کرنا ہے اور بس، لیکن یہ یاد رکھنا ہر مثبت کام کی۔'' اس کے آخری جملے پر برہ کے لبوں سے زبردست قہقہہ بلند ہوا تھا، پھر ازہاد کا قہقہہ بھی اس کے قہقہے میں شامل ہو گیا تھا شفق کے ساتھ رنگ ان کے دل میں ہی نہیں آنگن میں بھی اتر آئے تھے، یہ ہی تو محبت ہے جب انسان کا نقطہ نظر تبدیل ہوتا ہے تو جذبات بھی تبدیل ہو جاتے ہیں اور آج ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں نقطہ نظر تبدیل کرنے کی ضرورت ہے، جذبات خود ہی تبدیل ہو جائیں گے۔

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

پروردگار

عربی کیا ایک حکایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین گئے تو انہیں بخار نے آ لیا اور اس کے بعد بھوک ستانے لگی، حضرت موسیٰ نے دعا کی۔

''اے میرے رب! میں مسافر ہوں، مریض بھی ہوں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔'' اللہ جل شانہ نے فرمایا۔

''اے موسیٰ! کیا تو جانتا ہے کہ غریب کون ہوتا ہے؟ مریض کون ہوتا ہے اور بغیر مال والا کون ہوتا ہے؟'' حضرت موسیٰ نے فرمایا۔

''ارے رب! مجھے اس کا علم نہیں۔'' اللہ نے فرمایا۔

''غریب وہ ہے جس کا میری طرح کا حبیب نہ ہو اور مریض وہ ہے جس کا میری طرح کا طبیب نہ ہو اور بغیر مال والا وہ ہے جس کا میری طرح کا کارساز نہ ہو۔''

رابعہ علی، فیصل آباد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

O حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک آپ کے اہل وعیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ (شمائل ترمذی)

(یعنی مجبوروں سے اگرچہ اس کی نوبت آ گئی ہو لیکن روٹی سے کبھی یہ نوبت نہیں آئی کہ مسلسل دو دن ملی ہو۔)

O کبھی کبھی گیہوں کی روٹی بھی تناول فرمائی ہے۔ (خصائل نبویؐ)

O سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے۔'' انہوں نے جواب دیا کہ ''آپ کے سامنے آخر عمر تک میدہ آیا بھی نہ ہوگا۔'' (بخاری شمائل ترمذی)

O حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے کہ ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا، نہ چھوٹی طشتریوں میں کھایا نہ آپ کے لئے کبھی چپاتی پکائی گئی، آپ کھانا چمڑے کے دسترخوان پر تناول فرماتے تھے۔'' (شمائل ترمذی)

شازیہ رفیق، اسلام پورہ لاہور

ماں کا مقام

حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ جلیل القدر پیغمبر تھے جن کو خدائے بزرگ و برتر نے پیغمبری اور کلام کے لئے منتخب فرمایا اور معجزات عطا کیے، جب آپ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے کلام کے لئے جاتے تو ان کی سلامتی کی دعا ان کی ماں کے مقدس لبوں پر ہوتی، والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد جب آپ ایک مرتبہ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے جا رہے تھے تو غیب سے آواز آئی۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''اے موسیٰ! سنبھل کے اب تمہارے لئے دعا کرنے والے لب خاموش ہیں۔''

طاہرہ آصف، ساہیوال

باتوں سے خوشبو آئے

O اپنا ادب کروانے کے لئے دوسروں کا ادب کرو تمہارا احترام خود بخود کیا جائے گا۔

O کسی کا راز تلاش نہ کرو اگر معلوم ہو جائے، تو فاش نہ کرو۔

O دین پر عمل تبھی ہو سکتا ہے جب دل میں سلف صالحین کی محبت اور عظمت ہو۔

O معاف کرنا سب سے زیادہ اسے زیب دیتا ہے، جو سزا دینے پر قادر ہو۔

O تھوڑا دینے پر مت شرماؤ کیونکہ خالہ ہاتھ لوٹانا اس سے بھی گری ہوئی بات ہے۔

O جب عقل بڑھتی ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں۔

عافیہ رحیم، سکھر

کرنیں

☆ دنیا کوئی ایسی بری جگہ بھی نہیں، ابھی پھول کھلنے بند نہیں ہوئے، صبح پورے دل سے ہوتی ہے اور روز سورج پورے یقین سے طلوع ہوتا ہے، خزاں آتی ہے اور رکے بنا چلی جاتی ہے کہ بہار نے آنا اور ٹھہرنا ہوتا ہے۔

☆ بنانے والے نے لوگوں کو ستار کے تاروں جیسا بنایا ہے، بس آپ کو اتنا پتا ہونا چاہیے کہ کون سی تار کو چھیڑنا ہے پھر وہی آواز نکلے گی اور وہی دھن بجے گی جو آپ بجانا چاہیں گے۔

☆ مستنصر حسین تارڑ کہتے ہیں۔

ایک فائل دل کی بھی ہوتی ہے جس میں ایک ہی نام ہوتا ہے، اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ فائل، کتاب نہیں رہتی بلکہ انسائیکلو پیڈیا بن جاتی ہے۔

ایک فائل خطوط، کارڈز، فون نمبرز کی بھی ہوتی ہے اسے بھی کبھی کبھار دیکھنا چاہیے، جو بھول گئے ہوں، انہیں یاد کر لینا چاہیے۔

واجدہ امیر، حیدر آباد

سلطنت کی قیمت

ایک مرتبہ ہارون الرشید عباسی نے پینے کے لئے پانی مانگا، مجلس میں اس وقت مشہور عالم، زاہد ابن سماک بھی موجود تھے، پانی آ گیا اور ہارون الرشید پینے ہی کو تھا کہ ابن سماک نے کہا۔

''ذرا ٹھہر جایئے اگر آپ سے یہ پانی روک لیا جائے تو اسے حاصل کرنے کے لئے آپ کیا خرچ کر سکیں گے۔'' ہارون نے جواب دیا۔

''پیاس کو بجھانے کے لئے اگر ایک پیالہ نصف سلطنت کے عوض بھی ملے تو میں یہ قیمت دینے کو تیار ہوں۔'' پھر جب ہارون نے پانی پی لیا تو ابن سماک بولے۔

''امیر المومنین! اگر یہ پانی جو آپ نے پیا ہے جسم کے اندر رک جائے اور باہر خارج نہ ہو سکے تو اسے نکلوانے کے لئے آپ کیا خرچ کر سکیں گے؟'' ہارون نے کہا کہ ''ایسی صورت میں ساری سلطنت دے ڈالوں گا۔''

ابن سماک نے فرمایا۔

''یہ ساری سلطنت جو ایک چلو بھر پانی کے عوض دی جا سکتی ہے، اس پر اتنا اترانا اور غرور و تکبر میں انجام کو بھول جانا کہاں کی عقلمندی ہے، خدا کا خوف کیجئے اور اس کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کو ہرگز فراموش نہ کیجئے۔'' ہارون الرشید پر اس نصیحت کا بہت اثر ہوا اور وہ دیر تک گردن جھکائے روتے رہے۔

☆☆☆

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ام خدیجہ ---- پشاور

مجھے چھوڑ دے مرے حال پر تیرا کیا بھروسا اے چارہ گر
یہ تیری نوازشیں مختصر میرا درد اور بڑھا نہ دیں

.....

میرے موسم گزر گئے اور یار اب آئے
دکھوں نے چاٹ لیا ہمیں اور غم گسار اب آئے
یہ وقت تو اسے رونے کا نہیں ہے لیکن
میں کیا کروں میرے سوگوار اب آئے

.....

آسیب زدہ گھر کا میں وہ در ہوں محسن
دیمک کی طرح کھا گئی جسے دستک کی تمنا
میرے ہاتھوں کی لکیروں میں یہ عجیب عیب چھپا ہے
میں جس شخص کو چھولوں وہ مرا نہیں رہتا

صنم حمید ---- لاہور

نہیں ہم کو شکایت اب کسی سے
بس اپنے آپ سے روٹھے ہوئے ہیں
بظاہر خوشیں لیکن سچ بتائیں
ہم اندر سے بہت ٹوٹے ہوئے ہیں

.....

جاگتے رہنے سے بھی کبھی رکتے ہیں بہتے آنسو
عمر بھر ہو گی یہ برسات چلو سو جائیں

.....

دل میں تھی ویرانی ہم بھی تھے خاموش بہت
تم آئے تو جان گئے ہم موتم کتنا پیارا ہے
باتوں باتوں میں آؤ اس شخص کی بات کریں
جس کی خاطر دنیا کا ہر دکھ ہمیں گوارا ہے

زویا ظفر ---- سکھر سندھ

کئی زمانے میں اپنی کڑی شکست کے بعد
خود اپنے ٹوٹے ہوئے بازوؤں میں قید رہا
وہ ایک چہرہ جو آنکھوں میں آ بسا تھا کبھی
تمام عمر مرے آنسوؤں میں قید رہا

.....

ہمارا کیا ہے ہم تو چراغ شب کی طرح
اگر جلے بھی تو بس اتنی روشنی ہو گی
کہ جیسے تند اندھیروں کی راہ میں جگنو
ذرا سی دیر کو چمکے چمک کے کھو جائے

.....

آج کی صبح مہ و سال کے آئینے میں
پھر ترے خون کی پوشاک پہن کر آئی
پھر دل و جاں میں ترے قرب کا موسم اترا
پھر ترے درد کی سوغات میسر آئی

سونیا ربانی ---- جام پور

محسن جب بھی چوٹ نئی کھا لیتا ہوں
دل کو یاد آتے ہیں یار پرانے کیوں

.....

جو ہو سکے تو گریباں کے چاک سی لینا
وگرنہ تم بھی ہماری طرح سے جی لینا

.....

اس کی نفرت بھی محبت ہو گی
میرے بارے میں وہ سوچتے تو سہی
اس کے قدموں میں بچھا دوں آنکھیں
میری بستی سے وہ گزرے تو سہی

ناظمہ احمد ---- کوئٹہ کینٹ

وہ جنگل کے پھولوں پر کیوں مرتا ہے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

اس کو اچھے لگتے ہیں ویرانے کیوں

.....

ہمارے گھر پہ گرتی بجلیوں کی کیا خبر محسن
کہ اس ملبے پہ اک تازہ نگر تعمیر ہونا ہے

.....

غموں سے یاری تھی ہمت بحال رکھتے تھے
ذرا ذرا سی کسک دل میں سنبھال رکھتے تھے
عجیب طرز کے شدت پسند تھے ہم بھی
خوشی خوشی میں کئی غم بھی پال رکھتے تھے
شازیہ علی ---- جہلم

جس کے لئے توڑ دیں ساری حدیں
آج اسی نے کہا اپنی حد میں رہو

.....

بارش کی طلب ہے تو سمندر کی طرف جا
یہ ابر تو صحراؤں میں برسا نہیں کرتے
پچھتاوے سے بڑھ کر کوئی آزار نہیں ہے
جب دل لگاتے ہیں تو رویا نہیں کرتے

.....

اک ہجر تھا جس میں بتا دی تمام عمر
اک پل تھا ہم نے جس کو زمانہ بنا دیا
اس درجہ صبر پر تو اسے بھی یقین نہ تھا
اس نے ریاضتوں کو بھی طعنہ بنا دیا
مدیحہ کرن ---- منڈی بہاؤالدین

کچھ غلط بھی تو نہیں تھا مرا تنہا ہونا
آتش و آب کا ممکن نہیں یکجا ہونا
جو برائی تھی مرے نام سے منسوب ہوئی
دوستو! کتنا برا تھا مرا اچھا ہونا

.....

رنج کتنا بھی کریں ان کا زمانے والے
جانے والے تو نہیں لوٹ کے آنے والے
کتنی بے کیف سی رہ جاتی ہے دل کی بستی
کتنے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے

.....

پھر سے ٹوٹے ہوئے پتوں کا سہارا لے کر
وحشت دل کسی جگنو سے ادھار لے کر
دشت دنیا میں امیدوں کا کنارہ لے کر
میں تمہیں یاد کروں اک عمر دوبارہ لے کر
نمرہ فاطمہ ---- میانوالی

آئی نہ تھی کبھی میرے لفظوں میں روشنی
اور مجھ سے یہ کمال تجھے دیکھ کر ہوا
پھر آ گئے میرا ماضی کریدنے
پھر مجھ سے اک سوال تجھے دیکھ کر ہوا

.....

جن کو پینے کا سلیقہ ہے وہ پیاسے ہیں قتیل
جتنے کم ظرف تھے اس دور میں مے خوار ہوئے

.....

میں اپنی زندگی کی آخری سیڑھی پہ بیٹھا ہوں
مجھے مہلت ذرا سی ہے کبھی ملنے چلے آؤ
رابعہ علی ---- فیصل آباد

خوبصورت ہیں آنکھیں تیری
رات کو جاگنا چھوڑ دے
خود بخود نیند آ جائے گی
تو مجھے سوچنا چھوڑ دے

.....

کچھ روز سے زنداں نظر آتی ہے یہ دنیا
اب کچھ تو یہاں اہل نظر ہو کے رہے گا
انسان سمٹتا ہی چلا جائے کہاں تک
لگتا ہے کہ دیوار میں در ہو کے رہے گا

.....

الزام کچھ تو گردش ایام کو بھی دے
اپنے ہر ایک غم کو غم یار مت بنا
ہر ایک کے لئے نہ کھلا رکھ اسے قتیل
یہ دل ہے ایک گھر اسے بازار مت بنا

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

علاج

میاں نفیس احمد ایک ماہر نفسیات کے پاس پہنچے اور بولے۔

"میں نے اپنے بزنس پارٹنر کو دھوکا دیا ہے جس کی وجہ سے میرا ضمیر مجھے مسلسل ملامت کر رہا ہے۔"

"اچھا اچھا۔" ماہر نفسیات نے کہا۔

"تو آپ کی قوت ارادی کو مضبوط کر دوں تاکہ آپ اپنے بزنس پارٹنر سے معذرت کر سکیں اور غلطی کی تلافی۔"

"نہیں، نہیں۔" میاں نفیس جلدی سے بولے۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ضمیر کو کمزور کر دیں۔"

عالیہ وقاص، بہاولنگر

مطلب

شوہر مطالعے میں مصروف تھا، بیوی آتے ہی کہنے لگی۔

"غضب خدا کا ایک شخص نے میری کار کو ٹکر ماردی اور کار کا کچومر نکال کر رکھ دیا۔"

"لیکن ایسا شدید حادثہ کیسے ہوا؟ کیا دونوں کاریں بہت تیز تھیں؟"

"میری کار تو اس وقت ساٹھ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار پر تھی۔"

"پھر دوسری کار بہت تیز رفتاری سے آ رہی ہو گی؟"

"اس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں۔" بیوی نے سوچتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ جب ٹکر ہوئی تو اس میں کوئی نہ تھا اس کا مطلب یہی ہے کہ کار کھڑی تھی۔"

رابعہ سعید، لاہور

پہچان

"لیکن بیگم صاحبہ! جس کار نے ٹکر مار کر آپ کو نیچے گرایا تھا اس کا نمبر تو آپ نے ضرور دیکھا ہوگا۔" بیگم صاحبہ سے سپاہی نے پوچھا۔

"نہیں، میں نے نمبر نہیں دیکھا۔" بیگم صاحبہ نے سوچ کر جواب دیا۔

"ہاں البتہ اس کار میں ایک اسمارٹ سی عورت بیٹھی تھی، جو گلابی رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھی اور کپڑا ساٹھ روپے میٹر والا تھا، اس کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی تھی، جس میں نقلی ہیرا تھا، بالوں میں سونے کا کلپ تھا، جبکہ وہ مصنوعی پوستین کا کوٹ بھی پہنے ہوئے تھی۔"

عاصمہ رضوان، خانیوال

علاج

ایک صاحب کی بھینس بہت بیمار ہوگئی، انہوں نے اس کا تذکرہ اپنے دوست سے کیا دوست نے بھینس کے مرض کے بارے میں استفسار کیا اور کہا۔

"تم نے اسے دوائیں تو دی ہوں گی۔" انہوں نے کہا۔

"ہاں مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔" دوست نے کہا۔

"میرے پاس بھی ایک بھینس تھی اور اسے بھی تقریباً یہی مرض لاحق ہوا تھا، جو تمہاری بھینس کو ہے۔"

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''اچھا پھر تم نے کیا کیا تھا۔''

''میں نے اسے کڑوا تیل پلایا تھا۔'' بھینس والے صاحب اپنے گھر آئے اور انہوں نے بھینس کو کڑوا تیل پلایا تھا۔

''مگر وہ تو تیل پیتے ہی مرگئی۔'' جواب میں ان کے دوست نے کہا۔

''میری بھینس بھی مرگئی تھی۔''

حنا خان، شجاع آباد

مزا

ایک روز صبح کے وقت کسی نے فائر ہاؤس کا دروازہ دھڑ دھڑایا اور زور زور سے چلایا۔

''آگ، آگ۔'' فائر بریگیڈ کے ارکان باہر دوڑے اور دیکھا کہ، ٹرک میں لدی ہوئی کار سے شعلے نکل رہے ہیں، جب آگ بجھا دی گئی تو عملے کے ایک رکن نے دوسرے سے کہا۔

''اب اس نوکری پر مزا آئے گا، لوگ آگ لگی چیزوں کو یہاں لانے لگے ہیں۔''

اُم خدیجہ، پشاور

ہے کون

خاتون نے فیصلہ کیا کہ وقت آ گیا ہے کہ اپنے چھوٹے بچے کو خلوت کے بارے میں آگاہ کیا جائے، اس روز جب وہ غسل خانے میں گئیں تو دروازے کو اندر سے بند کرلیا، جلدی یہ بچہ ماں کو آوازیں دیتا ہوا اندر آ گیا اور غسل خانے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگا، ماں نے غسل خانے کے اندر سے چیخ کر کہا۔

''منے تم اندر نہیں آ سکتے، کیونکہ یہاں پر عورت ہے۔'' منے نے پیر پٹختے ہوئے پوچھا۔

''یہ عورت کون ہے؟''

صنم حمید، لاہور

بری عادت

''لیکن ڈارلنگ!'' شوہر نے بے بسی سے کہا۔

''اگر ہم نے نئی کار خرید لی تو اس کی قیمت کہاں سے ادا کریں گے؟''

''بس تم میں یہ بہت بری عادت ہے۔'' بیوی تنک کر بولی۔

''تم ایک وقت میں بہت سارے مسائل جمع کر لیتے ہو۔''

زویا ظفر، سکھر سندھ

لاعلمی

ایک دوا فروش کہہ رہا تھا۔

''میرد وا کھانے سے عمر کافی بڑھ جائے گی، میری طرف دیکھیے میری عمر پانچ سو سال ہے، میں کتنا طاقتور اور صحت مند دکھائی دے رہا ہوں۔''

یہ سن کر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا اور انہوں نے دوا فروش کے چیلے کو بلا کر پوچھا۔

''کیا ان کی عمر پانچ سو سال کی ہے؟'' یہ سن کر چیلے نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

''مجھے معلوم نہیں کیونکہ میں ان کے ساتھ صرف دو سو سال سے ہوں۔''

سونیا ربانی، جام پور

اعلا نسل

ایک عورت کتا خریدنے گئی، فارم کا مینجر ایک کتا دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس نسل کا یہی ایک کتا رہ گیا ہے اس لئے ستا مل جائے گا۔'' عورت نے کہا۔

''اس نسل کا کتا میرے شوہر کو پسند نہیں آئے گا۔'' مینجر نے کہا۔

''آپ خاوند کی پسند کی پروا نہ کریں، آپ کو اس نسل کے خاوند تو کئی مل جائیں گے، لیکن اس نسل کا کتا نہیں ملے گا۔''

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

حنا کی محفل

عین غین

رابعہ علی ---- فیصل آباد

س: عین غین بھائی کیا آپ نے چھٹیوں کا کام مکمل کر لیا ہے؟ اگر نہیں تو فیصل آباد آ جائیں میں آپ کی مدد کر دوں گی؟

ج: اپنا کام تو دوسروں سے کرواتی ہو اور میری مدد کرنا چاہتی ہو حیرت ہے۔

س: عین غین بھائی ایمانداری سے بتایئے دن میں کتنی نمازیں باجماعت پڑھتے ہیں؟

ج: تم نے کیا صلوۃ کمیٹی جوائن کر لی ہے۔

س: عین غین بھائی سنا ہے کہ آپ کی منگیتر نے آپ کی تصویر دیکھ کر منگنی کی انگوٹھی واپس کر دی ہے؟

ج: انگوٹھی دیکھ کر واپس کی تھی ٹھیک کروانے کے لئے اور وہ انگوٹھی ٹھیک کروانے کے لئے ایسے غائب ہوئے کہ جیسے تمہارے سر سے سینگ۔

س: کریم لگانے کے ساتھ ساتھ گرلز کالج کے سامنے دھوپ میں کھڑے ہونے سے گریز کریں کیونکہ دوائی کے ساتھ پرہیز ضروری ہے ورنہ......؟

ج: لگتا ہے کہ تجربہ بول رہا ہے۔

شازیہ رفیق ---- اسلام پورہ لاہور

س: حال کیسا ہے جناب کا؟

ج: کیا خیال ہے آپ کا۔

س: آخر بھینس کے آگے ہی بین کیوں بجائی جاتی ہے آپ کے آگے کیوں نہیں؟

ج: اس لئے کہ میں آپ جیسا رسپانس نہیں دے سکتا۔

س: اول فول کب بکا جاتا ہے؟

ج: جب انسان اپنے آپ سے باہر ہو۔

س: گھگھی کیوں بندھ گئی؟

ج: تمہیں دیکھ کر۔

س: کوئی اچھی سی دعا؟

ج: خوش رہو۔

طاہرہ آصف ---- ساہیوال

س: وہ چپکے سے پیچھے کھڑی ہو کر میری آنکھوں پر نرمی سے بڑے پیار سے ہاتھ رکھ کر بولی؟

ج: اٹھو جا کر برتن دھوؤ۔

س: ذرا جلدی سے یہ بتائیں کہ زندگی کا سب سے حسین سانحہ کیا ہے؟

ج: محبت۔

س: ہمیں دیکھتے ہی ان کا رنگ زردے کی طرح پیلا کیوں ہو جاتا ہے؟

ج: سمجھ جاتے ہیں کہ اب دو تین گھنٹے آپ کی سننی پڑے گی۔

س: ان سے مل کر ہم کچھ بدل سے گئے ہیں بھلا کن سے؟

ج: جو آپ سے برتن دھلواتے ہیں۔

س: درود میٹھا ہو تو رک رک کے کسک ہوتی ہے؟

ج: مٹھاس زیادہ ہو جاتی ہے نا اس لئے۔

عافیہ رحیم ---- سکھر

س: وہ کہتے ہیں، ''موقع محل دیکھ کر بات کیا کرو'' آخر وہ محل کہاں ہے جہاں موقع دیکھ کر بات کی جاتی ہے؟

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ج: ان سے کہو نا کہ تمہیں ایک بار دکھلائیں، میرے ساتھ جاؤ گی تو ناراض ہو جائیں گے۔

س: کل لوگ تمہارے سامنے لال رنگ کا رومال کیوں لہرا رہے تھے؟

ج: تمہیں جو گزارنا تھا اس لئے سڑک پہ ٹریفک روک رہے تھے۔

س: مبارک ہو تم کو یہ شادی تمہاری سدا خوش رہوں یہ دعا ہے ہماری؟

ج: کون سی شادی۔

واجدہ امیر ---- حیدرآباد

س: کیا دنیا واقعی گول ہے؟

ج: کون کہتا ہے نہیں ہے۔

س: کچھ تو سوچو؟

ج: سوچ ہی تو رہا ہے۔

س: اپنی ہی کیوں ہانکتے ہو؟

ج: اور کیا نہیں ہانکوں۔

س: لوگوں نے محبت کے نام کو بدنام کیوں کر رکھا ہے؟

ج: لوگوں نے محبت کے نام کو نہیں محبت کو بدنام کر رکھا ہے۔

س: آج کل لوگوں کی مسکراہٹ میں بھی طنز ہوتا ہے؟

ج: اسی کو طنزیہ مسکراہٹ کہتے ہیں۔

س: اس مطلب کی دنیا میں کوئی کسی کا نہیں؟

ج: مطلب کی دنیا سے باہر بھی جھانک کر دیکھو۔

سعدیہ سرور ---- ملتان

س: بوجھو تو میں کون ہوں؟

ج: نام سے صاف ظاہر ہے۔

س: دل کی دل میں ہی رہ جاتی ہے؟

ج: لیکن آنکھیں ظاہر کر دیتی ہیں۔

س: بتاؤ تو وہ کون ہے؟

ج: کس کے بارے میں پوچھ رہی ہو۔

س: یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے؟

ج: کوئی سگریٹ سے دل بہلا رہا ہوگا۔

س: چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے؟

ج: کون سے گلشن میں آؤں۔

س: آخری بار دیکھ لو مجھ کو؟

ج: ارادے نیک معلوم نہیں ہوتے۔

فاطمہ محمود ---- لیہ

س: تمہیں میری حالت کی خبر نہیں کیا؟

ج: میں ڈاکٹر تو ہوں نہیں۔

س: یہ دامن چھڑا کر جانا تھا تو؟

ج: تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔

س: یہ محبت کا دستور نہیں ہے؟

ج: میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھتی ہو۔

س: یہ برسات کا موسم یہ رم جھم کا سماں یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا؟

ج: یہ برسات کا موسم یہ چھپتی ہوئی دھوپ اور بند ہوا۔

س: یہ دل بہتا ہی نہیں کسی پل؟

ج: ایسے گندے موسم میں دل کیا بہلے گا۔

س: میں نے اسے پانے سے پہلے ہی کھو دیا؟

ج: اسی میں تمہاری بہتری ہے۔

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

جنکی ڈائری

صائمہ محمود

طاہرہ آصف: کی ڈائری سے ایک غزل

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا
تمام رات قیامت کا انتظار کیا
ہنسا ہنسا کے شب وصل اشک بار کیا
تسلیاں مجھے دے دے کے بے قرار کیا
تڑپ پھر اے دل ناداں کہ غیر کہتے ہیں
اخیر کچھ نہ بنی ، صبر اختیار کیا
بنے گا مہر قیامت ایک خال سیاہ
جو چہرہ داغ سیہ رونے آشکار کیا

عافیہ رحیم: کی ڈائری سے ایک نظم

کھیل دھوپ چھاؤں کا
صحن صبح نو میں ہے
وہ قدیم راستے
شہر وہ خیال کے
حسن جن کا دور ہے
تھا سفر میں یار سا
ان کی ایک جھلک بھی ہے
سامنے کی دید میں
آج کے اقرار میں
آنے والے دور کے
خوش نما غبار ہیں
ان کی اک مہک بھی ہے
چاہتوں کے سال میں
حجلہ وصال سی
آج کی بہار میں

واجدہ امیر: کی ڈائری سے

کہنے کو میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں
امجد مگر وہ شخص مجھے بھولتا نہیں
ڈرتا ہوں آنکھ کھولوں تو منظر بدل نہ جائے
میں جاگ تو رہا وں مگر جاگتا نہیں
آشفتگی سے اس کی اسے بے وفا نہ جان
عادت کی بات اور ہے ، دل کا برا نہیں
تنہا اداس چاند کو سمجھو نہ بے خبر
ہر بات سن رہا ہے مگر بولتا نہیں
خاموش رت جگوں کا دھواں تھا چہار سو
نکلا کب آفتاب ، مجھے تو پتا نہیں
امجد وہ آنکھیں جھیل سی گہری تو ہیں مگر
ان میں کوئی بھی عکس میرے نام کا نہیں

فاطمہ محمود: کی ڈائری سے پروین شاکر کی نظم

چلو اس خواب کو ہم ترک کر دیں
اور آنکھوں کو یہ سمجھا دیں
کہ ہر تصویر میں ہلکا گلابی رنگ چاہنے سے نہیں آتا
بہت سے نقش نقاش ازل ایسے بناتا ہے
کہ جن کا حاشیہ گہرا سیہ
اور نقش ہلکا سرمئی رہتا ہے
اور جن پر کسی بھی زاویے سے چاند اترے
یہ کبھی روشن نہیں ہوتے
خدا کچھ کام آدھی رات کو کرتا ہے
جب اس کے پیالے میں
سیاہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا
یہ خاکہ بھی
کسی ایسی ہی ساعت میں بنا ہوگا
ہماری آنکھ میں جو خواب اترا تھا

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

بہت خوش رنگ لگتا تھا
مگر اس کے دمکنے میں
کئی آنکھیں لہو ہوتیں
کتابوں اور پھولوں سے سجے جس گھر کے آنگن میں
ہم اپنے آپ کو کھلتے ہوئے محسوس کرتے ہیں
وہاں اک اور گھر بنیاد سے یوں سر اٹھاتا ہے
کہ غم اندر سے ہل جاتے
مگر چپ چاپ رہتے تھے
یہ چپ دیمک کی صورت ہم کو اک دن چاٹ جاتی
تمہارے دکھ سے میں واقف ہوں
اور اپنے مقدر کی لکیروں کی بھی محروم ہوں
ہمارے بس میں رنگوں کو چناؤ ہے
نہ خط کا
سو اس تصویر کو تحلیل کر دیں
ہم اپنا کینوس تبدیل کر دیں

عابدہ خان: کی ڈائری سے ایک غزل

دشت ہجراں میں سایہ نہ صدا تیرے بعد
کتنے تنہا ہیں ترے آبلہ پا ترے بعد
لب پہ اک حرف طلب نہ تھا نہ رہا تیرے بعد
دل میں تاثیر کی خواہش نہ دعا تیرے بعد
درد سینے میں ہوا نوحہ میرا تیرے بعد
دل کی دھڑکن ہے کہ ماتم کی صدا تیرے بعد
تجھ سے بچھڑا ہوں تو مرجھا کے ہوا برد ہوا
کون دیتا ہے مجھے کھلنے کی دعا تیرے بعد
ملنے والے کئی مفہوم پہن کر آئے
کوئی چہرہ بھی نہ آنکھوں نے پڑھا تیرے بعد
جان محسن مرا حاصل یہی مبہم سطریں
شعر کہنے کا ہنر بھول گیا تیرے بعد

زینب شیخ: کی ڈائری سے ایک نظم

''چلو یوں ہی سہی''

چلو یوں ہی سہی
ترک تعلق کر لیا تم نے
وگرنہ میں تمہارے ساتھ
کتنی دور تک چلتا
تم اک موج صبا رفتار
میں اک آبلہ پا تھا
کتنے بادل تمہارے ساتھ تھے
اور تشنگی میرا مقدر تھی
تمہیں اب اس سے کیا
میں دشت جاں میں
وحشتوں کے درمیاں
پھر کتنا تنہا ہوں
تم اپنے حلقہ احباب میں خوش ہو
سو خوش رہنا
مگر میں ڈرتا رہتا ہوں
کہ زخم شناسائی کی کسک
تم تک نہ جا پہنچے

عالیہ وقاص: کی ڈائری سے ایک غزل

ہر سمت لطافت ہی لطافت سی لگے ہے
تو ہے تو یہ دنیا مجھے جنت سی لگے ہے
کیا تجھ کو ضرورت کسی انداز و ادا کی
تو یوں ہی مجھے ایک قیامت سی لگے ہے
آنکھیں جو اٹھائے تو محبت کا گماں ہو
نظروں کو جھکائے تو شرارت سی لگے ہے
یہ تیرے خدوخال میں مریم کا تقدس
آنکھوں کو جھکاؤں تو عبادت سی لگے ہے

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

حنا کا دسترخوان

افراح طارق

امرود کا شربت

اشیاء

پکے امرود نرم	ایک کلو
پانی	ڈیڑھ کلو
چینی	ایک کلو
سٹیرک اسیڈ	چھ چھوٹے چمچے
پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ	آدھا چھوٹا چمچہ
کھانے والا زرد رنگ	دو بوند

ترکیب

امردوں کو دھو کر باریک کاٹ لیں، پریشر ککر میں امردوں کے کچے ٹکڑوں کو پانی میں اتنا پکائیں کہ ان کی خوشبو اور ذائقہ پانی میں اتر آئے، چھلنی کو ایک برتن پر رکھ کر رس کو چھان لیں، امردوں کو دبائیں یا نچوڑیں نہیں۔

رس میں چینی کو حل ہونے تک پکائیں پر ٹھنڈا کریں، چینی کی میل نکالنے کے لئے چینی والے رس کو چھانیں۔

سٹیرک ایسڈ، پانی میں گھلا پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ اور کھانے والا زرد رنگ ملائیں، اب اسے ڈھکن والی بوتلوں میں بھر کر صاف اور خشک جگہ پر رکھیں اور امرود کے شربت کا مزا لیں۔

پپیتے کا شربت

اشیاء

پپیتے کا گودا	آدھا کلو
چینی	ایک کلو
پانی	ایک لیٹر
زرد رنگ	چٹکی بھر
سٹیرک ایسڈ	ایک گرام

ترکیب

پپیتے کا چھلکا اتاریں، اندر کے بیج اور ریشے نکال دیں، اسے ٹکڑوں میں کاٹیں اور مکسر میں ڈال کر باریک پتلا گودا نکالیں۔

تھوڑا سا پانی ملا کر پتلا کریں اور باقی پانی ملا کر اچھی طرح ایک جان کر کے پکائیں، جب رس والا پانی آدھا رہ جائے تب چینی ڈالیں۔

چینی کے ساتھ دوبارہ اچھی طرح سے پکائیں، سٹیرک ایسڈ ڈالیں اور ملائیں، ٹھنڈا ہونے کے بعد زرد رنگ ملائیں۔

اس تیار شربت کو صاف اور خشک بوتلوں میں بھریں۔

کچے آم کا شربت

اشیاء

ابلے کچے آم کا گودا	دو کپ
چینی	چار کپ
نمک	ڈیڑھ چھوٹا چمچہ
بھنا پسا زیرہ	ایک چھوٹا چمچہ
پسا پودینہ	ایک چھوٹا چمچہ
پانی	دو کپ

ترکیب

پانی اور چینی ملا کر چاشنی بنا لیں، چاشنی کو ٹھنڈا کر کے چھان لیں، آم کا گودا مکسر میں ڈالیں، نمک اور پودینہ ڈالیں اور مکسر چلا کر باریک پیس لیں، تیار چاشنی میں پسے ہوئے کچے آم کا مرکب ملائیں، صاف اور خشک بوتلوں میں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

بھر کر رکھیں۔

پینے یا پلانے کے وقت ایک حصہ رس یا شربت میں تین حصے پانی اور چورا برف ملائیں۔

سردائی شربت

اشیاء

بادام کی گری	ایک سو پچاس گرام
خشخاش	ایک سو پچاس گرام
سیاہ مرچ	پچیس گرام
چاروں مغز	ایک سو پچیس گرام
سبز الائچی	پانچ گرام
سونف	ایک چھوٹا چمچہ
گلاب ایسنس	دو چھوٹے چمچے
روح کیوڑہ	ایک چھوٹا چمچہ
سٹیرک ایسڈ	آدھا چھوٹا چمچہ
چینی	دو کلو
پانی	ایک لیٹر

ترکیب

بادام بھگو کر چھلکے اتار لیں، خشخاش کو بھی صاف کر کے بھگو دیں، خشخاش، چاروں مغز بغیر چھلکے بادام، سیاہ مرچ، سبز الائچی، اور سونف ڈال کر باریک پیس لیں، تھوڑے پانی میں گھول کر صاف کپڑے سے اسے بار بار چھانیں۔

چینی میں پانی ملا کر ایک تار کی چاشنی بنائیں، ٹھنڈی چاشنی کو چھان کر اس مرکب میں ملائیں، گلاب کا ایسنس اور روح کیوڑہ ملائیں، سٹیرک ایسڈ ملائیں اور پورے شربت کو اچھی طرح سے ملا کر صاف بوتلوں میں بھریں۔

سیاہ انگور کا شربت

اشیاء

انگور سیاہ	چھ کپ
پانی	چھ کپ
چینی	نو کپ
نمک	ایک چھوٹا چمچہ
سٹیرک ایسڈ	ایک چھوٹا چمچہ
پوٹاشیم میٹابائی سلفائیٹ	چٹکی بھر

ترکیب

دھلے سیاہ انگوروں کو جوسر یا مکسر میں ڈال کر رس نکال لیں۔

پانی میں چینی حل کریں، باریک کپڑے میں چینی ملا کر پانی چھانیں اور ابالیں۔

ایک تار کی چاشنی بنائیں اور رس کو ٹھنڈا کریں، ٹھنڈی چاشنی میں رس اور سٹیرک ایسڈ ملائیں، اچھی طرح یک جان مرکب بنائیں، نمک کو ایک چوتھائی کپ پانی میں حل کر کے پوٹاشیم میٹابائی سلفائیٹ ملائیں اور مرکب میں ملا لیں۔

بوتلوں میں بھر کر سیل بند کر لیں، پیش کرتے وقت ٹھنڈا پانی اور برف ملائیں۔

چیری کا شربت

اشیاء

چیری کا رس	ایک کلو
پانی	آدھا کلو
چینی	ایک کلو
سٹیرک ایسڈ	تین گرام
پوٹاشیم میٹابائی سلفائیٹ	تین گرام
چیری ایسنس	دو ملی گرام
شربت کا سرخ رنگ	تین گرام

ترکیب

اچھی پکی ہوئی چیری خرید کر انہیں پانی سے دھو کر صاف کر لیں، پھر انہیں ہاتھوں سے مسل کر یا مکسر سے چلا کر صاف اور باریک کپڑے سے چھان کر ان کا رس نکال لیں، اسے تول کر ایک کلو رس ناپ لیں، اب اس رس میں چینی، پانی اور سٹیرک ایسڈ بھی ملا دیں، دھیمی آنچ پر رکھ کر

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

پکائیں۔

جب شربت پک جائے تو نیچے اتار لیں اور ٹھنڈا کر لیں، اب پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ کو تھوڑے سے پانی میں گھول لیں اور اسی طرح رنگ کو بھی گھول لیں اور چھان لیں۔

اب ان کو سارے شربت میں اچھی طرح ملا دیں، آخر میں چیری ایسنس ملانے سے خوشبو اور ذائقے میں اضافہ ہو جائے گا، چیری کا شربت تیار ہے۔

جو اور لیموں کا شربت

اشیاء

جو کا آٹا	دو سو پچاس گرام
چینی	ڈیڑھ کلو
لیموں کا رس	سات سو پچاس گرام
زرد رنگ	ایک گرام

ترکیب

جو کے آٹے میں تھوڑا پانی ملا کر لئی کی طرح بنا لیں۔

اب اس میں ایک کلو پانی ملا کر دس منٹ تک پکائیں، اس کو بالکل ہلکی آنچ پر پکائیں اور چمچہ ساتھ ساتھ چلائیں، اب اس کو اتار کر ٹھنڈا کر کے چھان لیں، پہلے موٹے کپڑے سے چھانیں پھر باریک کپڑے سے چھان لیں۔

اب لیموں کا رس نکالیں، اس کو بھی باریک کپڑے سے اچھی طرح چھان لیں، اس کے بعد جو کا پانی، لیموں کا رس اور چینی ملا کر خوب مکس کریں۔

اب اس کو آگ پر چڑھا دیں اور پکنے دیں جب شربت ایک تار کا ہو جائے تو رنگ پانی میں گھول کر اس میں ڈال دیں، ایک دو جوش آنے کے بعد اتار لیں اور ٹھنڈا کر کے صاف خشک بوتلوں میں بھر لیں۔

آلو بخارے کا شربت

اشیاء

آلو بخارے	پانچ سو گرام
چینی	ایک کلو گرام
کھانے کا زرد رنگ	ڈیڑھ گرام
ایسنس	چند قطرے

ترکیب

آلو بخارے اچھی طرح دھو کر صاف کر لیں، آدھا لیٹر پانی میں آلو بخارے ڈال کر رات بھر کے لئے چھوڑ دیں، صبح کو اسی پانی میں آلو بخاروں کو ابال لیں، دو چار جوش آنے کے بعد چولہے سے اتار لیں، چھلکے اور گٹھلی نکال کر پھینک دیں۔

اب اس رس میں چینی ملا کر پکائیں، ایک تار کی چاشنی تیار ہو جائے تو ایسنس اور زرد رنگ بھی ملا دیں اور چمچہ چلا کر سب کچھ اچھی طرح ملا لیں، پھر اتار کر ٹھنڈا کر لیں اور صاف بوتل میں بھر لیں۔

بادام کا شربت

اشیاء

مغز بادام	ایک سو پچیس گرام
چار مغز	ایک سو پچیس گرام
روح کیوڑہ	ایک چوٹی شیشی
چینی	ڈیڑھ کلو گرام
پانی	ڈیڑھ لیٹر

ترکیب

بادام کی گریاں اور چاروں مغز الگ الگ برتنوں میں رات ہی کو بھگو دیں، صبح بادام کی گریاں چھیل لیں، اب چاروں مغز اور بادام باریک پیس لیں، ڈیڑھ لیٹر پانی میں چینی ملا کر چولہے پر چڑھا دیں، اس میں پسا ہوا بادام اور چاروں مغز بھی ملا دیں اور ہلکی آنچ پر پکائیں،

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کس قیامت کے یہ نامے

فوزیہ شفیق

السلام علیکم!

آپ کے خطوط اور ان کے جوابات کے ساتھ حاضر ہیں، آپ سب کی صحت و سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

خالق کائنات نے ہر شے کو کسی نہ کسی مقصد سے تخلیق کیا ہے اور انسان اشرف المخلوقات ہے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زندگی کو محض گزارنا ہی کارنامہ نہیں، اصل بات تو یہ ہے کہ زندگی کو اپنے پسندیدہ انداز میں اس کامیابی اور خوبی کے ساتھ گزاریں کہ آپ کے بعد آنے والے آپ کے نقش پا سے نشان منزل پائیں، اگر اپنی زندگی میں فتح و کامرانی کے آرزومند اور ایک با مقصد زندگی گزارنا چاہتے ہیں، تو اس کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ آپ پر عزم ہوں، ہمیشہ روشن پہلوؤں پر نظر رکھیں کامیابی خندہ روی سے مشروط ہے۔

زندگی پیچھے کی طرف نہیں چلتی اور نہ ہی گزرے ہوئے دن کے لئے رکتی ہے، سفر، مسلسل، سفر انتھک جدوجہد اور محنت زندگی کی راہ کے وہ سنگ میل ہیں جن کے ذریعے آپ کامیاب زندگی تک پہنچ سکتے ہیں۔

زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مخلصانہ کوشش کریں اور یقین رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اور با مقصد زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

آیئے آپ کے خطوط کی محفل میں چلتے ہیں حسب توفیق درود پاک، تیسرا کلمہ اور استغفار کا نذرانہ پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کرتے ہوئے، اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

یہ پہلا خط روبینہ شاہد کا پتوکی اوکاڑہ سے موصول ہوا ہے وہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔

تین ماہ کے طویل انتظار کے بعد اللہ اللہ کر کے سات جون کو ماہنامہ حنا کا دیدار نصیب ہوا، ماشاء اللہ ٹائٹل سجل علی سے سجا چار سو اپنی روشنی بکھیر رہا تھا آگے بڑھے اور فہرست دیکھی اپنی پسندیدہ مصنفات نظر آئیں، تو خوشی کا بے پناہ احساس ہوا، اسلامیات میں حمد و نعت اور پیارے نبیؐ کی پیاری باتوں سے دل و روح کو منور کیا، انشاء نامہ میں سب اپنا اپنا چاند تلاش کرتے نظر آئے، ام مریم کا ناول ''امید صبح جمال'' بہترین جا رہا ہے، آیت کے والد کا انتقال کہیں آیت اور معیز کے رشتے میں دراڑ نہ ڈال دے پلیز آپی ایسا نہ کیجئے گا، مکمل ناول میں ایک طویل عرصے کے بعد ہما راؤ کا نام نظر آیا ''تم سے جدا نہیں'' کے عنوان سے کہانی اچھی ہے لیکن پھیلاؤ بہت ہے آگے چل کر پتا چلے گا کہ ہما نے کہانی کو کیا رخ دیا ہے، عید کے حوالے سے فوزیہ سرور کی تحریر انتہائی بورنگ بے تکی کامیڈی کی گئی تھی حیرت تو فوزیہ آپی آپ پر ہے آپ نے اس کو

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

شائع کیسے کر دیا۔

شفق افتخار کا ناولٹ بہترین جا رہا ہے، اگلی اقساط کا شدت سے انتظار ہے، لیکن آپی عید نمبر میں ناولٹ ایک ہی کیوں؟ پھر عید کے حوالے سے کوئی خاص تحریر بھی نظر نہیں آئی، فصیحہ آصف نے بھی عید کو موضوع تو بنایا مگر کچھ خاص متاثر نہ کر سکیں، ارے یہ کیا حنا میں انیلا طالب کی آمد ان کا افسانے کا عنوان ''شرارت یاد آئے گی'' بھی بہت پسند آیا، ثناء کنول نے بھی بہترین لکھا، نائلہ بھٹی کی تحریر نے دل کو چھو لیا، عائشہ رانا کی وہی نصیحت آموز سٹوری، پڑھ پڑھ کر تھک چکے ہیں ایسی تحریریں، اب بات ہو جائے میرے پسندیدہ ترین ناول ''اسیر عشق'' کی سدرۃ المنتہیٰ آپ کی یہ تحریر بہترین ہے پر بھات کی جی داری بہت پسند ہے مجھے، اس کے علاوہ چیزل کا کردار بہترین ہے جبکہ ڈاکٹر شفیعت کا کردار خاصا الجھا ہوا ہے یوں لگتا ہے جیسے ان کی بھی ماضی میں کوئی اور داستان ہے، خیر یہ آگے چل کر پتہ چل ہی جائے گا، اللہ کرے فیروز شاہ کی شادی بخیر و خوبی انجام پائے اگرچہ دل مانتا نہیں کہ فیروز شاہ اتنی آسانی سے ہتھیار ڈال دے گا، اگلی قسط کا انتظار ہے۔

مسلسل سلسلوں میں سب سے زیادہ دستر خوان پسند آیا بلکہ یہ کہا جائے کے دستر خوان کو دیکھ کر ہی لگا کہ یہ شمارہ عید نمبر ہے۔

روبینہ شاہد خوش آمدید جون کے شمارے کے لئے آپ کی تعریف و تنقید سر آنکھوں پر ہمیں افسوس ہے کہ کچھ تحریریں آپ کے ذوق پر پوری نہیں اتر سکیں انشاء اللہ آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیں گے، عید نمبر کے حوالے سے تحریریں اس لئے کچھ خاص نہیں تھیں کہ ایک تو یہ شمارہ دو ماہ کے وقفے سے آیا تھا اور ان دو ماہ میں کام بالکل رکا ہوا تھا مصنفین بھی اسی شش و پنج میں کہ شمارہ آئے گا یا نہیں ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یقیناً ہماری معذرت قبول کریں گی، اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا شکریہ۔

سمارا انعم بھٹی: ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں۔

تین ماہ کا مشترکہ شمارہ آٹھ جون کو ملا، ٹائٹل انتہائی دیدہ زیب و دلکش تھا، فہرست چیک کی اپنی تحریر اور خط نہ پا کر از حد مایوسی ہوئی، آپی میں نے کافی تحریریں آپ کی طرف بھیج رکھی ہیں اور آپ نے وعدہ بھی کیا تھا کہ جلد شائع کریں گی سو اسی لئے وعدہ وفا ہونے کا انتظار ہے، نادیدہ وائرس کی وجہ سے موجودہ حالات بے شک بہتر نہیں لیکن امید ہے کہ اللہ رحیم و رحمان اپنی خصوصی رحمت و شفقت سے ہمیں ہمارے وطن اور تمام امت مسلمہ کو نوازے گا انشاء اللہ۔

''کچھ باتیں ہماریاں'' میں بھی وائرس کے بارے میں لکھا گیا، واقعی میں تمام باتیں حقیقت پر مبنی تھیں، بے شک ہم بھی عالم انسانیت سے یہ طوفان ختم ہونے کی دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس وبا کو جلد سے جلد اس کرہ ارض سے مٹا دے ختم فرما دے (آمین)

''کس قیامت کے یہ نامے'' شروع میں آپ کی باتوں سے میں سو فیصد اتفاق کرتی ہوں کہ واقعی سخت الفاظ دل ہی نہیں روح بھی زخمی کر دیتے ہیں اللہ ہمیں اچھے بول بولنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حمد و نعت کیا کہنے، پیاری باتیں، عید کے حوالے سے تھیں جبکہ ابھی عید گزرے دو ہفتہ سے بھی زیادہ کا عرصہ بیت گیا ہے انشاء نامہ غزل پر مشتمل تھا، کہانیوں کی سمت آئیں تو سب سے پہلے ام مریم کی ''امید صبح جمال'' پڑھی جو خوبصورتی سے آگے بڑھ رہی ہے، اس کے بعد

MAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

''اے عشق قطعہ کرتا'' از شفق افتخار کا ناولٹ کی قسط پڑھی بہترین تھی اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے، مکمل ناول ''ہلال عید'' فوزیہ سرور پسند آیا، ہمارا اور کا مکمل ناول دو اقساط اکٹھے پڑھنے کا ارادہ ہے، افسانے اس دفعہ کافی تھے اور تقریباً سب ہی اچھے پڑھ کر ایک خصوصاً عائشہ رانا اور نائلہ بھٹی بہترین تھے، سدرہ آپی کا ناول ''اسیر عشق'' کافی انٹرسٹنگ موڑ پر آ گیا ہے جبھی اگلی قسط کا انتظار شروع ہو گیا ہے، باقی مستقل سلسلے اپنی جگہ پر بہترین ہیں۔

مارا انعم کیسی ہو چندا جون کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کا ناولٹ مل چکا ہے اور بقیہ تحریریں بھی انشاء اللہ جلد شائع ہوں گی اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا شکریہ۔

نائلہ بھٹی: شیخوپورہ سے لکھتی ہیں۔

سب سے پہلے تو فوزیہ آپی اور اس ادارے کی بہت بہت شکر گزار ہوں آپ نے اپنے قیمتی وقت میں سے اس ناچیز کے لئے نا صرف وقت نکال کر میری اس تحریر کو حنا کے شمارے میں جگہ بھی دی، تھینکو سو مچ سوئٹ آپی، تو اس ماہ کا شمارہ تین جون کو ہاتھ میں آیا، سرورق بہت پسند آیا، حمد و نعت اور پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتوں سے مستفید ہوتے ہوئے انشاء جی کی محفل میں سرسری سی نظر ڈالی، پھر جلدی سے افسانوں میں انٹری ماری وہاں پر اپنا افسانہ پا کر سچ میں دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا، افسانوں میں، شرارت یاد آئے گی بہت اچھا لگا پڑھ کر ویری ویلڈن انیلا طالب، باقی سارے افسانے بھی اچھے تھے ناول ناولٹ ابھی پڑھ نہیں پائی، اس لئے معذرت نہیں کروں گی۔

آپ نے جو میری حوصلہ افزائی کی ہے اس کی بنا پر میں اس خط کے ساتھ اپنی نئی تحریر روانہ کر رہی ہوں اس امید کے ساتھ کے آپ کو پسند آئے گی۔

نائلہ بھٹی خوش آمدید اس محفل میں جون کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کی تحریر مل گئی انشاء اللہ جلد اس کو پڑھ کر رائے دیں گے شکریہ۔

اقراء الیاس: مرید کے ضلع شیخوپور سے لکھتی ہیں۔

امید کرتی ہوں خیریت سے ہونگی سمجھ نہیں آ رہی اپنی بات کا آغاز کہاں سے کروں، آج اتنے ماہ بعد آپ سے بات کرنے کا شرف ملا دل خوشی سے لبریز ہے، میں نے فقط چند ماہ کے لئے اجازت مانگی اور پھر سلسلہ اتنا طویل ہوا کہ بات میرے یا آپ کے بس کی نہیں رہی، حالات حاضرہ سے آپ ناواقف تو نہیں بس جو خوف و ہراس کا دور تھا وہ ذرا تھما تو ہمیں بھی سر اٹھانے کی فرصت ملی، سب سے پہلے تو میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے افسانے کو قابل اشاعت سمجھا یقیناً وہ میرے لئے خوشی بھری شام تھی جب مرید کے سے میری کزن کا فون آیا کہ ادارے والوں کی طرف سے تمہارے لئے ڈائجسٹ آیا ہے، پانچ تاریخ کو ڈائجسٹ ملا جس کی امید تک نہ تھی دو ماہ بے چینی میں گزرے آخر کچھ تو خبر ملے ڈائجسٹ شائع بھی ہوا یا نہیں مگر پھر خود پر صبر کے بجائے جبر کرنا پڑا اب پتا چلا ڈائجسٹ شائع ہی نہیں ہوا ذرا تسلی ہوئی، ورنہ جو دو ڈائجسٹ مس ہوتے بازار خود چکر لگانا پڑتا، ٹائٹل پر سجل علی سنجیدہ اور سوبر سی لگی، ٹائٹل عید نمبر کے حوالے سے خوش مزاج نہ تھا یا شاید وقت کا تقاضا بھی یہی ہے امید ہے آپ کی عید بھی ہماری طرح اچھی گزری ہوگی ورنہ عید سے دو دن پہلے جہاز کریش ہونے کی خبر نے ارمانوں پر اوس سی

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ڈال دی یہ اچھی عید مہمانوں کے ساتھ جو گزری۔

''کچھ باتیں ہماریاں'' ایک ایک بات سچائی پر مبنی تھی سب کچھ جو تھا جیسا تھا ویسا نہیں رہا، یوں لگ رہا ہے انسان نے پیچھے کی جانب سفر طے کرنا شروع کر دیا ہو انسان کی ایجادات خاموش پڑی اس کا منہ چڑھا رہی ہیں، حمد و نعت اور احادیث مبارکہ ہمیشہ کی طرح پر اثر تھیں ''امید صبح جمال'' پوری قسط کا ہیرو شیر خان ہی لگا، صندلین خان کو ذرا اس سے الجھتا رہنے دیجئے، سلمان بٹ میرا پسندیدہ کردار دل چاہتا ہے وہی بولتا رہے کیونکہ سیدھی بات اسے کرنی ہی نہیں آتی باقی رہے معیز اور آیت میرا ذہن ابھی تک قدر میں الجھا ہے دیکھتے ہیں اونٹ کس جانب کروٹ لیتا ہے، معیز کی زبان چچی سے دو ہاتھ آگے صحیح مگر حق پر ضرور تھا وہی اینٹ کا جواب پتھر سے ہی دیا جاتا ہے ''تم دور نہیں'' کہانی تسلسل سے چل رہی تھی مگر ذہن میں ایک سوال نے ضرور جنم لیا تکلیف ساری محبت چھوٹ جانے کی ہوتی ہے یا خواب ٹوٹ جانے کی خیر اس گتھی کو بھی سلجھانے کی کوشش کروں گی ناول میں کچھ جھول سا نظر آیا ماہا اگر اپنی زندگی میں آگے بڑھ رہی ہے تو روشان کی زندگی کا ذکر اتنا بھیانک کیوں؟ شروعات ماہا کی طرف سے تھی دھوکہ فریب بھی نہ تھا ہو سکتا ہے اینڈ میری توقع سے ہٹ کر ہو، ''ہلال عید مسکرایا'' فوزیہ سرور کی اتنی محنت اور اچھی کوشش کے باوجود کہانی کا تھیم ذرا پسند نہیں آیا، شاید میری طرح کسی اور کو بھی اختلاف ہو پرانے ڈائجسٹوں میں بہت سے ایسے ناولز پڑھے جنہیں پڑھ کر مزہ بھی آتا مگر یہاں کچھ باتوں پر اختلاف سا ٹھہرا، رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے کے بجائے کسی اور مہینے کی مناسبت سے لکھ لیتی تو زیادہ بہتر رہتا، ''اے عشق قضا نہ کرنا'' جھیل سیف الملوک کی کہانی بہت عرصے بعد پڑھی تھی باقی تبصرہ ناول کے اختتام پر ''اسیر عشق'' کے الفاظ اور کردار آہستہ آہستہ ہمیں بھی اپنا اسیر کر رہا ہے اب آ کر کرداروں کی کچھ کچھ سمجھ آنے لگی، سکھاں، سارنگ اور پربھات کے بابا کی آپس میں کہانی سے پردہ ہٹا دیا جائے، افسانے ''اصل منزل'' اور ''ایک تیری چاہت'' دونوں کچھ حد تک برابر رہے مگر ثناء کنول آپ نے کمال کیا مگر ایک خیال ضرور آیا کہ اسے ناول کی شکل میں منظر عام پر آنا چاہیے باقی افسانے بھی اچھے رہے لائی عید نوید مسرت ابا جی کڑک دار تھے، حمزہ کی شامت ہمیشہ متوقع رہتی، باقی تمام سلسلے بہت اچھے تھے، بشریٰ سیال کی شادی کا احوال لکھا جائے تو مزہ آئے گا۔

اقراء الیاس خوش آمدید کیسی ہو جون کا شمارہ پسند کرنے کا شکریہ آپ کی تعریف و تنقید مصنفین تک پہنچائی جا رہی ہے، آپ کی فرمائش پر بشریٰ سیال کیا کہتی ہیں آپ کے ساتھ ہم بھی منتظر رہیں گے ان کے جواب کے، افسانہ مل گیا ہے قابل اشاعت ہوا تو انشاء اللہ ضرور شائع ہو گا، اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہا کریں شکریہ۔

☆☆☆

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint